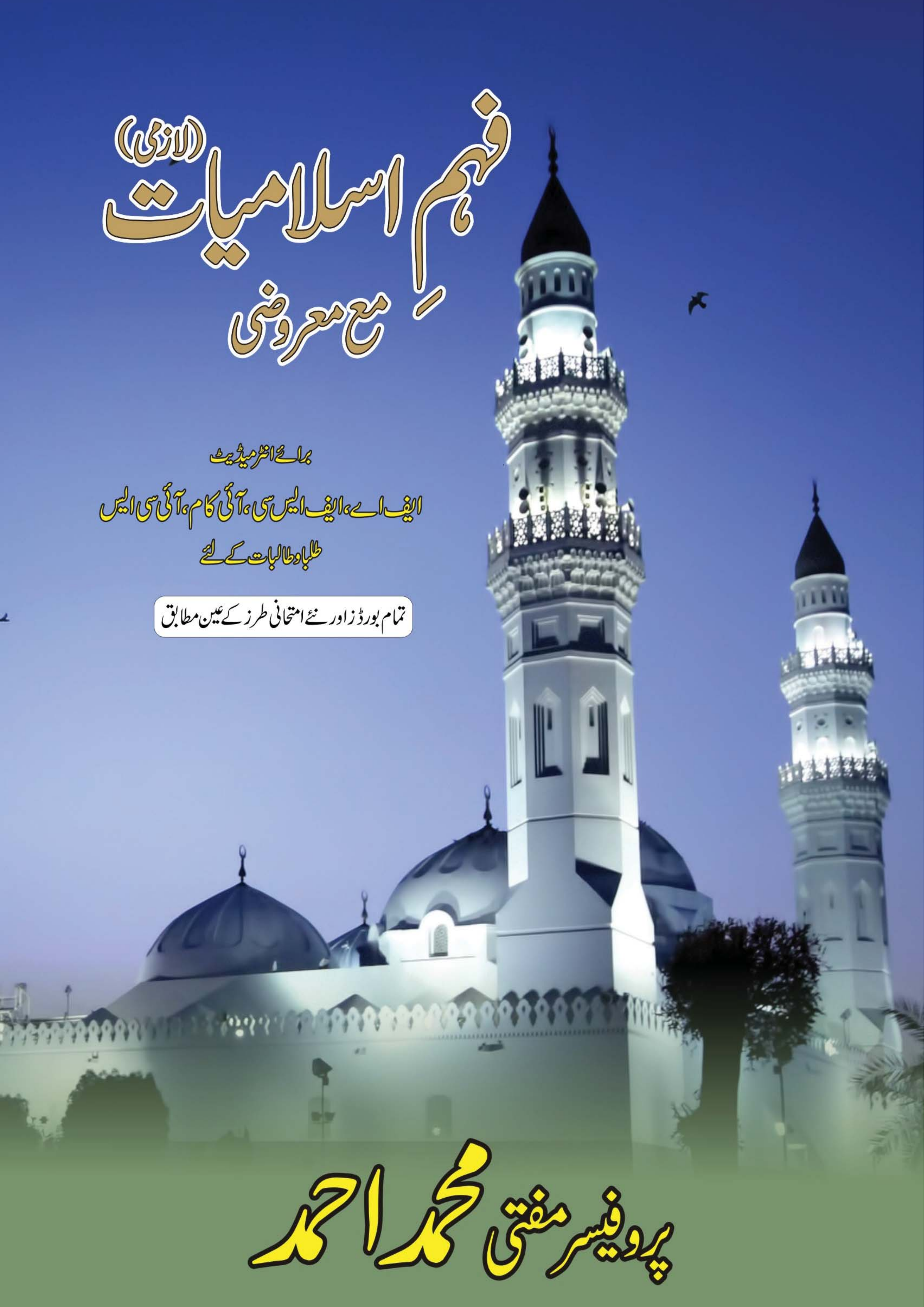

فہمِ اسلامیات (لازمی)

مع معروضی

برائے انٹرمیڈیٹ

ایف اے، ایف ایس سی، آئی کام، آئی سی ایس

طلبا وطالبات کے لئے

تمام بورڈز اور نئے امتحانی طرز کے عین مطابق

پروفیسر مفتی محمد احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

فہمِ اسلامیات (لازمی)

(مع معروضی)

برائے انٹرمیڈیٹ

ایف اے، ایف ایس سی، آئی کام، آئی سی ایس

طلبا و طالبات کے لئے

تصنیف

پروفیسر مفتی **محمد احمد**

سلسلہ اشاعت:06
تاریخ اشاعت:اگست 2013ء
قیمت:175/روپے

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔(تحریری ثبوت کے بغیر کتاب چھاپنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی)

اشاعت/حقوق:پروفیسر مفتی محمد احمد m.ahmad1464@gmail.com

کمپوزنگ:''ماہوزا''،کمپیوٹر کمپوزنگ،علی حسن زیدی فیصل آباد0300-6619124
تزئین:علی حسن زیدی+ محمد ماجد،لائبریرین The Tips کالج،فیصل آباد0302-7546175
پروف:مفتی مسعود الٰہی صاحب
سرِ ورق:زین زیدی/ وصی زیدی،فیصل آباد
مطبع:وقاص پرنٹنگ پریس،فیصل آباد
اہتمام: Ok اہلِ قلم کا اشاعتی ادارہ

..................................o..................................

ملنے کا پتہ:

......۔فائن بکس،امیں پور بازار،فیصل آباد041-2622688

......۔راجہ بک سنٹر،لیاقت چوک،غلام محمد آباد،فیصل آباد0300-7610433

......۔الحسن بک سنٹر،بیسمنٹ رسول پلازہ،امیں پور بازار،فیصل آباد041-2616290

......۔عمران بک ڈپو،امیں پور بازار،فیصل آباد041-2602683

......۔نیو خان بک ڈپو،امیں پور بازار،فیصل آباد

......۔شفیع سنز بک سروس،گراؤنڈ فلور،رسول پلازہ،کارنر امیں پور بازار،فیصل آباد041-2614747

......۔کتاب مرکز،امیں پور بازار،فیصل آباد041-2642707

o......☆......o

انتساب

قیام پاکستان میں شریک

تمام لیڈروں کے نام

جنہوں نے اس ارض پاک کی بنیاد اسلام یعنی دوقومی نظریہ پر رکھی۔

☆۔ انسانی تاریخ میں یہ دوسری ریاست ہے جس کی حد بندی اِسلامی نظریہ وعقیدے کی بنیاد پر رکھی گئی۔ایک مدینۃ الرسول، دوسرا پاکستان۔

☆۔ اس نظریہ کی بدولت ہر محافظ وطن سینہ سپر ہو کر اس خطہ کی حفاظت کرتا ہے۔وہ اسلام اور پاکستان کو دو الگ چیزیں نہیں سمجھتا۔وہ اس کی حفاظت ان جذبات سے کرتا ہے کہ پاکستان کی حفاظت اسلام کی حفاظت ہے۔

☆۔ اس خطہ کے نقشہ کی لکیریں امت مسلمہ کے خون سے کھینچیں گئیں۔

☆۔ اس نظریہ سے انحراف کا مطلب ہے اپنے اسلاف کی قربانیوں سے غداری اور اپنے شہدأ کے خون سے بے وفائی۔ان عظیم ماؤں کے عظیم بیٹوں کا خون قیامت کے دن

ان لوگوں کے دامن پر داغ بن کر ابھرے گا، جو پاکستان کو اس نظریہ سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔

☆۔ قیامِ پاکستان کے ذریعے ہمارے اسلاف نے اپنا فرض ادا کر دیا اور ایک خطہ میں اسلامی اقتدار کے حصول میں کامیابی حاصل کی اب اے نوجوانان پاکستان!
تمہارے اسلاف کی قربانیوں کا بوجھ تمہارے سر پر ہے کہ اس خطہ کے حصول کے مقاصد پورے کیے جائیں یعنی اس ارض پاک کا نظم ونسق سرورکائنات کے فرامین کے مطابق ہو اور احکامِ الٰہی کا عملاً نفاذ ہو۔ پاکستان اور اسلام کو دو الگ الگ چیزیں نہ سمجھا جائے۔ اسلام نظریہ ہے اور پاکستان اس کے عملاً نفاذ کی جگہ۔ اس نظریہ کے بغیر نہ پاکستان کا قیام ممکن تھا اور نہ آج اس کے بغیر اس کی بقاء ممکن ہے۔

آخر میں سلام پیش کرتا ہوں ان عظیم لیڈروں کے نام جنہوں نے پاکستان کو ایک ایسے نظریے سے جوڑا کہ اس خطہ کی حفاظت کے لیے مسلمان فخر سے جان کا نذرانہ پیش کر سکتا ہے۔

ترتیب

باب اوّل:

بنیادی عقائد **09**

- توحید 10
- رسالت 24
- ملائکہ 38
- آسمانی کتابیں 39
- آخرت 44
- سوالات 55
- معروضی سوالات 60

باب دوم:

ارکانِ اسلام **69**

- روزے کے مقاصد 74
- زکوٰۃ 78
- فلسفہ حج اور فوائد 82
- جہاد کی اقسام 90
- اولاد کے حقوق 95
- اولاد کے فرائض 97
- زوجین کے باہمی حقوق 100
- سچائی 124
- عدل وانصاف 125
- غیبت 130
- منافقت 132

o۔ حسد 133
o۔ تکبر 135
o۔ سوالات 139
o۔ معروضی سوالات 150

باب سوم:

اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم 165
o۔ رحمۃ للعالمین 167
o۔ اخوت 176
o۔ مساوات 173
o۔ صبر واستقلال 178
o۔ عفوودرگزر 180
o۔ ذکر 184
o۔ سوالات 188
o۔ معروضی سوالات 193

باب چہارم:

تعارفِ قرآن 205
o۔ قرآن کی جمع تدوین 215
o۔ تعارفِ حدیث 220
o۔ سوالات 229
o۔ معروضی سوالات 242
o۔ منتخب آیات 250
o۔ منتخب آحادیث 253
o۔ ماڈل پیپر 256

پیش لفظ

کسی بھی قوم کا ذاتی تشخص اور بقاء اس کے قومی نظریہ حیات کی بدولت ہوتا ہے۔ اسلامی نظریہ حیات یا اسلامیات کیا ہے اس کو سرورِ کائنات کی حدیث پاک کے ضمن میں سمجھتے ہیں آپ ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچا اور پھر اس خط کے دونوں طرف کچھ چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے اور سیدھے خط پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ان ھذا صراطی مستقیما۔ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کے علاوہ باقی تمام راستے جہالت و گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلامیات کا مضمون اس راستے کا علم ہے جس پر چلنے کا حضور ﷺ نے حکم دیا۔ اس سیدھے راستے کے نشیب و فراز جاننے کا نام اسلامیات ہے۔

میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں حکومت پاکستان کو جس نے ہر سطح پر اسلامیات کے مضمون کو لازمی قرار مانا تاکہ مسلمانوں کی وابستگی اسلام کے ساتھ باقی رہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ نوجوان نسل قوم کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے مستقبل میں قومی امور کی بھاگ دوڑ انہی کے ہاتھوں میں ہوگی تو ان کی ذہنی ساخت، نظریہ حیات، تصورات و ترجیحات کا اثر نمایاں طور پر قومی امور میں ظاہر ہوتا ہے لہٰذا ان کی تربیت سے غفلت ناقابل تلافی نقصان ہے۔

☆۔ زیرِ نظر کتاب کو پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ غیر ضروری طوالت اور اختصار سے بچتے ہوئے مضامین کی تفہیم کا انتظام کیا گیا ہے۔

☆۔ نظریاتی پہلو کی اصلاح کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے تاکہ طلباء عوام میں رائج بعض غلط

خیالات اور جاہلانہ طریقوں کو اسلام کے ساتھ نہ جوڑیں۔

☆۔ آسان زبان اور دل نشین اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

☆۔ طلباء کی درسی ضروریات اور ذہنی سطح کو مدنظر رکھا گیا۔

☆۔ ہر موضوع کے ذیلی عنوانات دیئے گئے ہیں تاکہ فہم میں آسانی ہو۔

☆۔ نئے امتحانی طرز کے عین مطابق ترتیب دی گئی ہے۔

☆۔ چند سوالیہ پرچہ جات پیٹرن کے سمجھنے کے لیے شامل کئے گئے ہیں۔

آخر میں شکرگزار ہوں ان تمام احباب کا جنہوں نے اس کتاب میں میری معاونت کی خاص طور پر بے حد مشکور ہوں اپنے عزیز دوست مفتی مسعود الٰہی صاحب اور مولانا ابوبکر سعید صاحب کا جنہوں نے میری اس کاوش میں بھرپور مدد کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ جل شانہٗ اپنی بارگاہ میں ہماری اس سعی کو قبول فرمائیں اور دنیا و آخرت میں رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ بنائیں۔

طالب دعا!

محمد احمد

بابِ اوّل

بنیادی عقائد

عقیدہ کے لغوی معنیٰ:

لفظ عقیدہ عقد سے بنا ہے۔جس کا مادہ ہے ع۔ق۔د۔اور لغت میں اِس کا معنی ہے گرہ لگانا، باندھنا، مضبوط عہد و پیماں کرنا۔اِس کی جمع ہے عقائد۔

اصطلاحی معنیٰ:

شریعت کی نظر میں عقیدہ کہتے ہیں انسان کے مضبوط، اٹل، پُختہ نظریات جو اس کے اعمال کے محرک بنتے ہیں۔

عقیدے کی اہمیت:

انسان کے ذہن میں جیسے نظریات یعنی عقائد ہوتے ہیں۔اِس کی زندگی کے سارے کام اِسی سے مطابقت رکھتے ہوں گے۔اگر کِسی کا عقیدہ (نظریات) ٹھیک ہے تو اس کی زندگی کے باقی تمام اعمال بھی ٹھیک ہوں گے۔اگر عقیدہ ہی فاسد ہے تو عملی اعتبار سے بھی اِس آدمی میں بہت سی کوتاہیاں ہوں گی۔عقیدے کی مثال ایک بیج سے دی جا سکتی ہے، جس قسم کا بیج بویا جائے گا اس سے ویسا ہی درخت اور پھل حاصل ہوگا۔اگر کِسی نے آم کی گٹھلی دفن کی ہے تو اِس سے آم کا درخت اور وہی پھل حاصل ہوگا، انگور کبھی بھی حاصل نہ ہوں گے۔

اِسی طرح جیسا عقیدہ ہوگا اعمال اسی کے مطابق ہوں گے۔اِس لئے انبیاء علیہم السلام آ کر سب سے پہلے لوگوں کے عقائد پر محنت کرتے، ان کے عقائد ٹھیک کرواتے، جب لوگوں کے

عقائد ٹھیک ہو جاتے تو اعمال خود بخود ٹھیک ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سب سے پہلے عقائد کی اصلاح پر زور دیا تھا۔

دینِ اِسلام بنیادی طور پر دو اجزاء پر مشتمل ہے:

(1)۔عقائد (2)۔اعمال

بنیادی عقائد:

اِسلام کے بنیادی عقائد مندرجہ ذیل ہیں:

- عقیدہ توحید
- عقیدہ رسالت
- عقیدہ آخرت
- فرشتوں پر ایمان لانا
- تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔

اِن عقائد کو قرآن ایمانیات کا نام دیتا ہے۔قرآن کریم میں مندرجہ ذیل آیت میں ان ایمانیات کو بیان کیا گیا ہے:

ولکن البرمَنُ آمَنَ باللّٰہ والیوم الاٰخِرِ والملٰئکة والکتٰب والنبیین

بڑی نیکی تو یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب الہامی کتابوں اور پیغمبروں پر۔

توحید

توحید اور اِس کی اقسام لکھیں؟

توحید کا مفہوم:

اِسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ، عقیدہ توحید ہے۔تمام انبیاً آکر توحید کا درس دیتے تھے۔توحید کا لغوی معنی ہے ایک ماننا، یکتا جاننا، اکیلا سمجھنا۔

دین کی اصطلاح میں توحید کا مطلب ہے اللہ جل شانہ کو واحد، یکتا اور ایک سمجھنا۔ ذات کے اعتبار سے، صفات اور صفات کے تقاضوں کے اعتبار سے بھی، کہ وہ ایسا ایک ہے جس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔

توحید کی اقسام:

توحید کی تین قسمیں ہیں:

1)۔ ذات میں توحید

2)۔ صفات میں توحید

3)۔ صفات کے تقاضوں میں توحید

ذات میں توحید:

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا ہیں۔کوئی بھی دوسرا اس کی ذات میں حصّہ دار نہیں۔نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ کوئی بیٹا، بیٹی۔اِس کی ذات حقیقی ہے، وہ ازلی وابدی ہے۔

قرآن پاک سے دلیل:

قل هو اللّٰه احد o اللّٰه الصمد o لم يلد o ولم يولد
ولم يكن له كُفُوًا اَحَدً

ترجمہ:

''آپ ﷺ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے۔اللہ بے نیاز ہے۔نہ اس کی اولاد ہے نہ ہی والدین۔اور اس کے برابر کوئی نہیں۔

توحید فی الصفات (صفات میں توحید)

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بھی یکتا ہیں۔جو صفت اللہ جل شانہ کیلئے ثابت ہے۔

اس کی مخلوق میں سے کسی کے اندر اِس جیسی صفت نہیں ہوسکتی۔اس کی تمام صفات ازلی وابدی ہیں، وہ سمیع ہے، علیم ہے، ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

انسان بھی تو سُن سکتا ہے، دیکھ سکتا ہے، تو کیا یہ اللہ کی صفت میں شریک ہوگیا؟

جواب:

انسان کا دیکھنا اللہ جل شانہ کے دیکھنے کی طرح نہیں ہے۔انسان دیکھنے کے لئے وجود کا محتاج ہے۔سُننے کے لئے آواز کا محتاج ہے۔مخلوق کی صفات خالق کی صفات کی طرح نہیں ہیں۔اللہ عدم کو بھی دیکھتے ہیں وجود کو بھی، کسی ایک کو دیکھ کر دوسری چیز سے غافل نہیں ہوتے۔ وہ سُننے کے لئے آواز کا محتاج نہیں۔ وہ ارادے اور خیال تک کو جانتے ہیں۔ وہی اکیلا مخلوق کا رازق، مالک اور رب ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں یکتا ہے کسی دوسرے میں اس جیسی صفت نہیں ہوسکتی۔

صفات کے تقاضوں میں توحید:

جو ہستی بندے کو رزق دے، اِس کی حاجتیں اور ضروریات پوری کرے، اِسے عدم سے وجود بخشے، اِسے بینائی دے، اِسے عقل وشعور سے نوازے، جو بندے کا مالک، خالق، رازق ہو یعنی اِسے پیدا کرنے والا ہو، رزق دینے والا ہو، تو ان سب صفات کا تقاضا ہے کہ اس بندے کا سر عبادت کے لئے اسی ذات کے سامنے جھکنا چاہیے، صرف اور صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے، جس ذات نے اس کو یہ سب کچھ نوازا ہے۔

صفات کے تقاضوں میں توحید کا مطلب ہے کہ بندہ عبادت بھی صرف اور صرف اُسی پاک ذات کی کرے، کسی دوسرے کو عبادت میں شریک نہ کرے۔اسی کی بندگی واطاعت کرے اور اسی کے احکام کو بجالائے اس کے حکم کے مقابلے میں کسی دوسری چیز کو ترجیح نہ دے۔

شرک کی اقسام

شرک کا مفہوم:

شرک کا لغوی معنی ہیں۔''حصّہ داری''، سا جھا پن شریعت کی اصطلاح میں شرک کا مطلب ہے اللہ جل شانہ کی ذات،صفات یا صفات کے تقاضوں میں کسی دوسرے کواس کا حصّہ دار سمجھنا،اس کے برابر کسی دوسرے کو خیال کرنا۔

کفراور شرک میں فرق:

کفر کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا۔اللہ تعالیٰ کی بجائے کسی اور ذات کو اپنا خالق و مالک سمجھنا۔جیسے کسی مورتی یا بھگوان کی عبادت کرنا،شرک کا مطلب ہے اللہ کی ذات کو تسلیم کرنا،اس کی صفات کو ماننا،مگراس کے ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ رکھنا کہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے۔مثلاً اس کا کوئی بیٹا یا بیٹیاں ہیں یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی تمام صفات برحق ہے۔مگر فلاں ہستی بھی یہ سب کچھ کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔مثلا اولاد دے سکتی ہے،بارش برسا سکتی ہے۔

مشرکین مکہ حالانکہ اللہ کی ذات کو مانتے تھے لیکن قرآن ان کو پھر بھی مشرک کہتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ترجمہ:اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تو یہ ضرور بہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔اللّٰہ جل شانہ کی ذات کے ماننے کے باوجود مشرک کہا گیا اس لئے کہ وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جیسی صفات ان کے بُت بھی رکھتے ہیں۔

شرک کی ابتداء:

اس دنیا میں آنے والے اول انسان سیدنا آدم علیہ السلام عقیدہ توحید کے قائل تھے۔ یہ انسان کا سب سے پہلا عقیدہ ہے۔شرک اوراس کی تمام اقسام بعد کی پیداوار ہیں۔حضرت آدم

علیہ السلام اللہ کے سچے پیغمبر تھے انہوں نے اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ کی تعلیم دی کہ عبادت کے لائق ،اطاعت وفرمانبرداری کے قابل صرف وہی ایک ذات ہے۔جیسے جیسے انسانی آبادیوں میں اضافہ ہوتا گیا انبیاء کی سچی تعلیمات سے لوگ ناآشنا ہوگئے اور رفتہ رفتہ گمراہیوں کا شکار ہوگئے۔ خدا وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی کے ساتھ ساتھ مختلف نفع دینے والی چیزوں کی عزت وتکریم کرنے لگے پھر رفتہ رفتہ یہی عقیدت عبادت میں بدل گئی اسی طرح لوگوں نے جس چیز کو بھی ہیبت ناک دیکھا اس سے خوف زدہ ہوئے اسے دیوتا سمجھ لیا اور اس کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عبادت کرنے لگے۔

انہی غلط تصورات کی بدولت لوگ آگ کی پوجا کرنے لگے، پتھروں اور گائے کے سامنے جھکنے لگے۔لوگوں نے سمندروں کے دیوتا اور آندھیوں کے دیوتا گھڑ لیے اور یہ بات بھول گئے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ساری کائنات مل کر بھی انسان کو نفع نہیں دے سکتی اور نہ اس کی اجازت کے بغیر ساری کائنات مل کر انسان کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے۔

بت پرستی کا رجحان بھی انسان کی جہالت کی بدولت عروج تک پہنچا۔اوّلاً انسان اپنے میں سے نیک لوگوں کی عزت وتکریم کرتے ان سے اللہ کی بارگاہ میں دعائیں کرواتے جب ان کی وفات ہوگئی تو شیطان نے لوگوں کے ذہنوں میں ڈالا کہ ان بابرکت ہستیوں کو تو تمہاری نسلیں بھول جائیں گی۔تم ان کی تشبیہ،مورتی بنا کر رکھ لو ان کی ارواح سے اللہ کے حضور دعا کروانا۔ان کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کرنا۔

ان کے بعد آنے والی نسل نے دیکھا کہ ہمارے بڑے ان مورتیوں کے سامنے جاتے تھے دعا کرتے تھے رفتہ رفتہ انہی مورتیوں اور بتوں کی عبادت شروع ہوگئی۔

شرک کی وعید:

قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الشِّرکَ لَظُلمٌ عَظِیمٌ o

ترجمہ: بے شک شرک بڑا بھاری ظُلم ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لا یَغفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا اس کو جو اس کے ساتھ کِسی کو شریک بنائے لیکن اِس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

شرک کی اقسام:

(۱)۔شرک فی الذات (ذات میں شرک)

(۲)۔شرک فی الصفات (صفات میں شرک)

(۳)۔صفات کے تقاضوں میں شرک

شرک فی الذات:

ذات میں شرک کا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات جو کہ حقیقی ازلی وابدی ہے اِس میں کِسی کو سانجھا یا حصّہ دار سمجھنا مثلاً یوں کہنا کہ اللہ کا کوئی بیٹا ہے،

جیسے عیسائی کہتے تھے **عیسیٰ ابن اللّٰہ** عیسیٰؑ اللہ کا بیٹا ہے۔

یا یہودی کہا کرتے تھے **عُزَیْرُنِ اُبنُ اللّٰہ** عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے۔

یا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینا۔ جیسا کہ کفّارِ مکہ کہا کرتے تھے یہ سب ذات میں شرک ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد

اللہ بے نیاز ہے (کِسی کا محتاج نہیں) نہ اس کی اولاد ہے نہ والدین اور نہ ہی اسکا کوئی ہمسر ہے۔

شرک فی الصفات (صفات میں شرک):

اللہ پر ایمان لانا اور اس کی صفات کو بھی تسلیم کرنا لیکن اسی طرح کی صفات اور قدرت کا اہل کسی اور کو بھی سمجھنا۔ مثلاً خالق، علیم، قدیر، مشکل کُشاء، حاجت روا کسی اور کو بھی سمجھنا اور یہ کہنا کہ یہ کام اللہ کے علاوہ کوئی دوسری ہستی بھی کر سکتی ہے۔ جیسا کہ کفّار مکہ کہا کرتے تھے فلاں ستارہ بارش برسا سکتا ہے، لات و عزیٰ وغیرہ ہمارا فلاں فلاں کام کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ جیسا علم، قدرت، اختیار، کسی دوسرے کے پاس نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡئٌ.

کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔

صفات کے تقاضوں میں شرک:

اللہ تعالیٰ ہی تمام جہان کے خالق و مالک ہیں۔ وہی سب کی حاجات و ضروریات کو پورا کرتا ہے، اسی نے سب کو عدم سے وجود بخشا اور انسان کے لئے طرح طرح کے پھل پھول اور بے شمار نعمتیں پیدا کیں۔ ان سب باتوں کا تقاضا ہے کہ اسی کی اطاعت اور فرمابرداری کی جائے۔ اس کے علاوہ کسی اور کے سامنے عبادت کے لئے سر نہ جھکایا جائے۔ عبادت کا حق دار صرف وہ مالکِ حقیقی ہے، عبادت کے لئے کسی اور کے سامنے ماتھا ٹیکنا یا اس کے احکام کے مقابلے میں کسی دوسرے کے حُکم کی اطاعت کرنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ قانون اور نظامِ زندگی کے علاوہ کسی دوسرے کے نظام و قانون میں ڈھل کر زندگی گزارنا، اس کی صفات کے تقاضوں میں شرک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَّا تَعۡبُدُوۡا اِلَّا اِیَّاهُ

تُم صرف اسی کی عبادت کرو

اِنَ الُحُکُمُ اِلَّالِلّٰہِ

حکم صرف اللہ کے لئے ہے۔

صفات کے تقاضوں میں شرک کو، **شرک فی العبادت** یا**شرک فی الافعال** بھی کہتے ہیں۔عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مورتی کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت کرنا تو شرک ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے سامنے سجدہ کرنا تو شرک ہے مگر بے شمار مسلمان ایسے ہیں جو زبانی طور پر اللہ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں مگر عملاً اپنی اولاد یا روزگار کے حصول کے لئے یا اپنی حاجت پوری کروانے کے لئے اپنے جیسے انسانوں کے سامنے ایسی عاجزی اور اُمّیدیں پیش کرتے ہیں جس کا حق دار صرف اور صرف اللہ ہے۔

انسان کو اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ مشکل یا مصیبت کے وقت رفع حاجت کے لئے اوّل نظر کس کی طرف اُٹھتی ہے؟ مالکِ حقیقی کی طرف یا کسی اور ذات کی طرف حالانکہ ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں:

اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تُجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔

اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا یا اس کے علاوہ کسی اور کو بھی حاجت روا سمجھنا شرک ہے۔

وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات میں دلائل مختصر لکھیں:

قرآن سے دلائل:

ایک طرح سے دیکھا جائے تو سارا قرآن ہی رب ذوالجلال کے وجود پر دلیل ہے کیونکہ ایسا کلام کسی مخلوق کا نہیں ہو سکتا جس کی تعلیمات وقت کے گزرنے سے پُرانی نہیں ہوتیں، بار بار پڑھنے سے دِل نہیں اُکتاتا، ایک ایسا کلام جس میں کوئی تعارض نہیں ہے اور ہر زمانے اور ہر علاقے کے لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے۔ یہ قرآن خود اللہ کے وجود پر دلیل ہے، لیکن کچھ

آیات صراحتاً اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں اور منکرین کے اعتراضات اور شبہات کو رفع کرتی ہیں۔

کائنات کا مربوط و منظّم نظام:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِس زمین اور آسمان کو دیکھو اِس کے مربوط و منظّم نظام پر غور کرو کوئی تو ہے جس نے ان چیزوں کو عدم سے وجود دیا ان کو ایک منظّم نظام میں باندھ دیا۔ کیا تُم پھر بھی آسمان وزمین کو پیدا کرنے والے رب کے وجود میں شک کرتے ہو۔

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا اللہ کے بارے میں شک کرتے ہو جس نے بنائے آسمان وزمین

بے نقص و بے عیب نظام:

اِس کائنات پر جب گہری نظر ڈالی جائے تو یہ سارا جہان ایک نظم وضبط سے چل رہا ہے۔ کہیں بے ترتیبی اور نقص اور عیب دیکھنے کو بھی نہ مِلے گا۔ اِس لئے کہ اِس نظام کو بنانے والا ہر خطاء سے پاک اور تمام جہانوں کا رب ہے جو اپنی ہی مقدّس ترین کتاب میں فرماتا ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقاً مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ الرْجِعِ الْبَصَرَ ...... (سورۃ الملک، ۳، ۴)

ترجمہ:

اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کردیئے تو خُدائے رحمٰن کی صنعت میں کوئی نقص نہ دیکھے گا۔ سوتو نگاہ ڈال کر دیکھ کہیں تُجھے کوئی نقص وخلل نظر آتا ہے پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ۔

منکرین کے شبہات کا ازالہ:

لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا.

ترجمہ: اگر اِن دونوں (آسمان و زمین)، میں اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہوتا تو ان میں فساد برپا ہوجاتا۔

اس آیت سے منکرین کے شبہات کا ازالہ کیا ہے کہ اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی اِس کائنات کو چلانے والا ہوتا تو یہ جہان سارا تصادم کا شکار ہوجاتا اور تُم دیکھ رہے ہو کہ اس میں کِسی قسم کا تصادم اور ٹکراؤ نہیں ہے۔ یہ واضح دلیل ہے کہ اِس نظامِ کائنات کو چلانے والا صرف اور صرف ایک ہی ہے۔ اگر دو ہوتے تو جہان میں فساد برپا ہوجاتا۔

عقلی دلائل:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور شعور کی نعمت بخشی ہے تاکہ یہ صحیح چیز کو حق سمجھ کر دل وجان سے قبول کرے۔ انسان کی عقل کا بھی تقاضا یہی ہے کہ اِس جہان کا رب، پیدا کرنے والا کوئی نہ کوئی تو ضرور ہے یہ خود بخود نہیں بن گئی۔

مثلاً جس طرح سے ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی بنانے والے کے بغیر نہیں بنتی۔ ایک لمحہ بھر ہی دیکھنے سے اس کے بنانے والے کی طرف ذہن جاتا ہے تو ٹھیک اِسی طرح یہ کائنات اور اس کا خوبصورت باترتیب نظام دیکھ کر تو عقل کہتی ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی تو ہے جس نے اسے تخلیق کیا ہے۔

ساری مخلوق خالق کے وجود پر دلیل ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمْ خُلِقُوا مِنْ غَیْرِ شَیْئٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ○

کیا یہ لوگ بغیر کسی کے پیدا کئے پیدا ہو گئے یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔

عقیدۂ توحید کے انسانی زندگی پر اثرات

عزتِ نفس	تواضع وانکساری
وسعتِ نظر	بہادری
(روحانی تسکین) اطمینان قلب	تقویٰ و پرہیزگاری
توکل	علم و تحقیق میں کمال
قناعت و بے نیازی	پُرامن معاشرے کا قیام

عزتِ نفس:

جب ایک موحد اللہ پر ایمان لاتا ہے اور اسی کو اپنا رب (پالنے والا)، سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ اس کے حکم کے بغیر نہ کوئی ضرر رساں چیز نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی کوئی نفع مند چیز اسے فائدہ دے سکتی ہے۔ اس لئے وہ صرف اسی کے سامنے اپنا سر جھکائے گا، اسی کے سامنے نیازمندی سے التجا کرے گا، اپنے مالک کا در چھوڑ کر کبھی کسی اپنے جیسے یا اپنے سے بھی کمتر بُت یا مورتی (جو بول بھی نہیں سکتے) ان کے سامنے التجا نہیں کرے گا۔ مومن بندہ خوددار اور عزتِ نفس کا حامل ہوتا ہے۔ وہ دُنیا کی کسی بھی قوت و طاقت سے مرعوب نہیں ہوتا کیونکہ وہ اللہ کی طاقت وقوت اور قدرت کو مانتا ہے جبکہ کافر دُنیا کی قوت و چمک سے متاثر ہو کر ہر ایک کے سامنے جھکتا ہے اور عزتِ نفس پامال کرتا ہے۔

تواضع وانکساری:

موحد آدمی اپنے ہر کمال اور اپنی تمام تر نعمتوں کو اللہ جل شانہ کا عطیہ سمجھتا ہے۔ اللہ جب چاہے اس نعمت وقوت میں اضافہ کر دے اور جب چاہے اِس نعمت کو چھین لے اِس لئے اِس

کے دِل میں تواضع وانکساری کی کیفیت غالب رہتی ہے۔وہ نرم مزاج ہوتا ہے جبکہ ملحد وکافر ہر نعمت کو اپنا کمال اور اپنی ہر کامیابی کو محض اپنی کوششوں کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔وہ تواضع وانکساری سے خالی ہوتا ہے اِس لئے متکبرانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔

علم وتحقیق میں کمال:

موحد آدمی تمام کائنات کو اللہ کی مخلوق سمجھتا ہے اور صرف اسی اعلیٰ ہستی کو معبود مانتا ہے۔اس کے سامنے ساری مخلوق، چاند، سورج، ستارے، شجر وحجر، آسمان وزمین وغیرہ تحقیق کے میدان میں برابر ہیں۔وہ ستاروں کو معبود نہیں مانتا جس سے وہ ان پر تحقیق وتجربات کرنا چھوڑ دے، موحد شجر وحجر کو معبود نہیں سمجھتا اِس لئے ان پر بھی تحقیق وتجربات کرتا ہے۔لہٰذا موحد علم وتحقیق میں کمال حاصل کرسکتا ہے جبکہ کافر ومشرک آدمی اِس کائنات کی بہت ساری چیزوں پر تحقیق وتجربہ نہیں کرسکتا۔ستاروں کو معبود بنانے والا ستاروں پر تجربہ وتحقیق نہ کرے گا کیونکہ وہ تو ان کو اپنا معبود سمجھتا ہے اِسی طرح سے پتھروں اور گائے کو پوجنے والے اپنے ان معبودوں کی بے حرمتی نہ کریں گے اور علم وتحقیق کے میدان میں موحد سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔جبکہ موحد ان سب چیزوں کو محض اللہ کی مخلوق سمجھتا ہے۔

وسعتِ نظر:

موحد آدمی جس طرح شجر وحجر کی عبادت سے بے زار ہوتا ہے اِسی طرح نسلیت و قومیت اور انسانیت کی بھی پرستش نہیں کرتا بلکہ یہ آفاقی سطح پر سوچنے کا حامل ہوتا ہے۔وہ محض قومیت لسانیت کی بنا پر نہیں سوچتا بلکہ وسیع النظر ہوتا ہے جبکہ کافر اور ملحد کسی آفاقی قانون کا حامل نہیں ہوتا وہ محض قومیت، لسانیت ونسلیت کی بنیاد پر سوچتا ہے جس کی وجہ سے متعصّبانہ رویہ رکھتا ہے۔صرف وہ بات کرے گا جو صرف اُس کی قومیت یا نسلیت کے حق میں ہو۔

استقامت و بہادری:

مومن جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے۔اس کے حکم کے بغیر نہ کوئی چیز نفع دے سکتی ہے نہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔اللہ ہی ہر چیز پر غالب اور قادر ہے۔اِس لئے مومن آدمی دَر دَر پر نہیں جھُکتا، خُدا کے سِوا کِسی دوسری طاقت سے خوف نہیں کھاتا عقیدۂ توحید اس کو بہادر بنا دیتا ہے اور وہ استقامت کا پیکر ہوتا ہے۔ اِس کی عملی تصویر بدر، احد، حنین کے غزوات اور مسلمانوں کے جہادی کارناموں میں نظر آتی ہے۔

ایک سجدہ جِسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(اقبال)

جو آدمی خُدا سے ڈرتا ہے پھر وہ کِسی بھی دوسری طاقت سے نہیں ڈرتا اور جو خُدا سے نہیں ڈرتا وہ ہر ایک سے ڈرتا ہے، خوف کھاتا ہے۔

سکون واطمینانِ قلب:

عقیدۂ توحید کا انسانی زندگی پر ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ موحد آدمی تکلیف وغم کی حالت میں بھی بہت زیادہ پریشان نہیں ہوتا۔ وہ اِس بات پر یقین رکھتا ہے کہ یہ غم و تکلیف بھی اِس کے مولیٰ کی طرف سے آئی ہے اور اس کا رب اِس سے بڑی محبت کرتا ہے۔ وہ بہت رحیم و کریم ہے، وہ اسے غم اور تکلیف سے گزار کر اس کے گناہوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہے تا کہ یہ بندہ جب میرے دربار میں حاضر ہو تو اسے خوب نوازا جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

”بندے کو چھوٹی سے چھوٹی تکلیف بھی جب اللہ کی طرف سے آئی اور وہ اس پر صبر کرے تو اس بندے کو بہت بڑا اجر دیا جاتا ہے۔

انسان کا دِل جس قدر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اِسی قدر سکونِ دِل و اطمینانِ قلب عطا کر دیا جاتا ہے"۔ (جو بھی سکونِ دِل چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے)۔

تقویٰ (پرہیز گاری):

ہر مومن کا ایمان ہے کہ اللہ ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بندے کی تمام حرکات کو دیکھتا ہے۔ اس کی نظر سے کوئی بھی چھپ نہیں سکتا، وہ دِل کے ارادے تک کو جانتا ہے۔ یہ شعور اس کو جلوت و خلوت میں گناہ کے ارتکاب سے روکتا ہے۔ اِس عقیدہ کی بدولت ہر فرد کی اصلاح ہوتی ہے، وہ اپنے فرائض و حقوق ذمہ داری سے ادا کرتا ہے۔

پرامن معاشرے کا قیام:

جب اِس عقیدہ کی بدولت ہر فرد کے دِل میں تقویٰ، امانت، دیانت، توکّل جیسی اچھی صفات موجزن ہو جاتی ہیں تو ایسے افراد پر مشتمل معاشرہ امن، اخوت و ہمدردی کی مثال ہوتا ہے۔ ایسا معاشرہ قیام میں آئے گا جس میں کسی کی حق تلفی نہیں کی جا سکے گی، محبت و امن عام ہو گا۔ اگر معاشرے میں بسنے والے ملحد ہوں یا اللہ کے رب ہونے کا یقین کمزور ہو تو معاشرے میں جھوٹ، بد دیانتی، گالی گلوچ وغیرہ عام ہو گی۔ صرف عقیدہ توحید کی بدولت پُرامن معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔

توکّل:

توکل کا مطلب ہے اللہ پر بھروسہ کرنا، موحد آدمی اِس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و حاکمیت ہر شے پر غالب ہے اِس لئے وہ کسی اور پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اس کی قدرت پر یقین رکھتا ہے۔ توکل کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اسباب کو چھوڑ دیا جائے۔

سبب تو اختیار کرو مگر اس پر بھروسہ نہ کرو بھروسہ صرف اللہ پر ہو۔ کافر و مشرک آدمی خُدا

کے علاوہ اور بھی کئی چیزوں سے نفع ونقصان کی امید رکھتا ہے،اس لئے توکل کی دولت سے محروم رہتا ہے۔

آیہ: بس بھروسہ کرنے والوں کو چاہیے کہ اللہ پر بھروسہ کریں

قناعت و بے نیازی:

موحد آدمی اس دُنیا کو عارضی اور آخرت کو اپنا ہمیشہ کا ٹھکانہ سمجھتا ہے۔اِس لئے دُنیا کے ساز وسامان کے جمع کرنے میں زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کرتا بلکہ اپنے دِل کی خواہشات کو کم سے کم کرتا ہے۔ وہ اپنے اللہ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے جبکہ توحید کے عقیدہ میں کمزور آدمی یا کافر و مشرک دُنیا ہی کو اپنا ھدفِ آخر بنائے ہوئے ہے۔ اِس لئے بے حد طمع اور لالچ اس کے دل میں ہوتا ہے۔خواہشات کو پُورا کرنے پر حریص ہوتا ہے دُنیا میں خوش پھر بھی نہیں رہ سکتا۔قناعت کرنے والا انسان ہی دُنیا میں بھی خوش رہ سکتا ہے۔

زیادہ خواہشات	زیادہ ناکامیاں	زیادہ پریشانیاں
کم خواہشات	کم ناکامیاں	کم پریشانیاں

موحد قناعت کرنے والا ہوگا اِس لئے کم پریشان ہوگا۔

رسالت

رسالت کا مفہوم:

رسالت کا لغوی معنی ہے ''پیغام پہنچانا''، پیغام لے کر آنے والے کو رسول کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے تعارف اور اپنے احکام (دین)، کی تبلیغ کے لئے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔

نبی اور رسول میں تھوڑا فرق ہے:

نبی کا لفظی معنی خبر دینے والا

رسول کا لفظی معنی ہے قاصد، پیغام لے کر آنے والا

رسول وہ ہوتا ہے جو ایک مستقل شریعت لے کر آئے۔ مستقل احکام اللہ نے عطا کئے ہوں۔ جبکہ نبی کو مستقل شریعت نہیں دی جاتی بلکہ وہ سابقہ احکام کی ہی تبلیغ و اشاعت کرتا ہے۔ اِس لئے ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

انبیا اور رسول اپنے معاشرے کے بے حد نیک پاک دامن اور معزز شخص ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے احکام نازل کرتے ہیں۔ ان کو وحی کے ذریعے حق اور باطل کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔

وحی کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے وحی کا معنی ہے چُپکے سے کوئی بات دِل میں ڈال دینا، مخفی اشارہ اِسلامی اصطلاح میں وحی سے مراد ہے وہ بات جو اللہ اپنے پیغمبر کے دل میں القاء کرے۔

وحی کی اقسام:

(۱)۔ فرشتے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کوئی بات اپنے انبیاء و رسل تک پہنچا دیں۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں (i)۔ فرشتہ کسی انسانی شکل میں سامنے آئے۔ (ii)۔ فرشتہ انسانی شکل اختیار کئے بغیر ہی نبی تک بات پہنچا دے۔

(۲)۔ کِسی بھی واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ خود بات دِل میں القاء کر دیں۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ خواب کے ذریعے اپنے نبی کو خبر پہنچا دیں۔

قرآن پاک کی آیت ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَو مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْيُرْسِلَ رُسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَايَشَآءُ (سورة الشورى، ۵۱)

ترجمہ:

''اور کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ وہ اللہ جل شانہ سے کلام کرے
مگر پیغام بھیجا جاتا ہے کسی پردہ کے پیچھے سے یا کوئی قاصد بھیجا جاتا ہے
پس وہ پیغام دے دیتا ہے اس کے حکم سے جو اللہ کو منظور ہو''۔

انبیاء کی بعثت:

اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں اور بستیوں کی طرف کسی نہ کسی رسول یا اِس کے کسی قاصد کو ضرور بھیجا ہے تاکہ لوگوں تک کلمہُ حق پہنچ جائے جب کہ قرآن پاک میں ہے: ولقد بعثنا فی کل امۃٍ رسولا۔ کہ اللہ نے ہر اُمت کے لئے ایک رسول بھیجا ہے بعض روایات میں انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی گئی ہے لیکن قرآن کریم میں صرف چند انبیاؑء کا ذکر ہے اور تمام کے نام بیان نہیں کئے گئے اور وہ بھی خاص طور پر صرف ان انبیاؑء کا ذکر ہے جو مشرقی علاقوں میں بھیجے گئے۔

قرآن پاک کے اوّلین مخاطب اہلِ عرب تھے اور اہلِ عرب کا سفر جن قوموں اور بستیوں کے پاس ہوتا تھا ان قوموں اور بستیوں کی طرف جو پیغمبر بھیجے گئے قرآن میں ان کا ذکر کیا گیا ہے، خاص طور پر وہ خطے جو عذابِ الٰہی کا شکار ہوتے اور اہلِ عرب وہاں سے گزرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت بیان کی ہے۔اس لئے یہ نہ سمجھا جائے کہ انبیاؑء صرف انہی عرب کے خطوں میں آئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور بستی کی طرف ان کی ہدایت کے لئے انبیاؑ بھیجے ہیں، جیسا کہ سابقہ آیت سے واضح ہے۔

ایک مسلمان کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ تمام انبیاؑء کی رسالت پر ایمان لائے کہ وہ اپنے زمانے کے ہادی تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم المرسلین مانے۔آپ کے آنے سے تمام طریقے اور شریعتیں منسوخ ہوگئیں۔

انبیاؑءورسل کی ضرورت:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اِس جسم کی نشوونما کے لئے خوراک بھی مٹی سے پیدا کی ہے۔ مثلاً گندم، چاول، دالیں وغیرہ تمام خوردونوش کی اشیاء مٹی سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔

انسان کے جسم کا ایک عنصر روح ہے جو درحقیقت امرِ ربی ہے اور اللہ کی طرف سے نفسِ انسانی میں پھونکی گئی ہے۔ اِس روح کی غذا اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اُتاری ہے۔ ذکر اللہ، کلمہ، نماز اور دوسرے احکامِ الٰہی کی شکل میں انبیاء علیہم السّلام لوگوں کی اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں، ان کو روحانی غذا فراہم کرتے ہیں۔

علم چیزوں کو جاننے کا نام ہے اور علم حاصل کرنے کے لئے اللہ نے انسان کو کئی طرح کی قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ بہت سی چیزوں کے بارے میں انسان علم حاصل کر لیتا ہے دیکھ کر کہ یہ چیز بڑی ہے کہ چھوٹی یا چھُو کر اندازہ لگا لیتا ہے کہ نرم ہے کہ سخت یا چکھ کر ذائقہ معلوم کر لیتا ہے۔ اور بہت ساری چیزوں کے بارے میں یہ علم حاصل کرتا ہے اپنی عقل اور تجربے سے۔

ان ساری صلاحیتوں کے باوجود انسان یہ کبھی نہیں جان سکتا کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ پیدائش سے پہلے یہ کہاں تھا؟ مرنے کے بعد اِس کے ساتھ کیا ہوگا؟ اس کا مولیٰ کن باتوں سے اس سے راضی ہوگا اور کن باتوں کی وجہ سے اس سے ناراض ہوگا؟ انسان کا مقصدِ حیات کیا ہے؟ قبر اور حشر کی زندگی کے بارے میں کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ انسانی عقل اِن سوالات کا جواب نہیں دے سکتی۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاؑء کا سلسلہ جاری فرمایا تاکہ لوگ اپنا مقصدِ حیات جانیں، اپنے رب کو پہچانیں، اِس لئے انبیاؑء کی ضرورت ہوتی ہے۔

چونکہ انبیاؑء لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ پیغام پہنچاتے ہیں بلکہ عملی طور پر لوگوں کے لئے نمونہ بھی ہوتے ہیں تاکہ تمام لوگ ان کی طرف دیکھ کر اپنی

زندگی کا جائزہ لیں اور عملاً لوگوں کی اصلاح ہو۔انبیاؑء کی اتباع قوم کے ہر فرد پر واجب ہوتی ہے۔

انبیاؑء کی خصوصیات

o۔بشریت o۔وھبیت o۔معصومیت

o۔صدق وامانت o۔شریف النسب o۔تبلیغِ احکامِ الٰہی

o۔واجبِ اطاعت

بشریت:

انبیاؑء کرام کی بعثت کا مقصد لوگوں کی اصلاح ہوتا ہے۔اِس لئے انبیاؑء انسانوں میں ہی بھیجے گئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت تام ہو جائے وگرنہ کل قیامت کے دِن کافر کہہ سکیں گے کہ ہم ان ہستیوں کی پیروی کیسے کر سکتے تھے جن کو نہ پیاس لگتی تھی اور نہ بھوک، نہ ہی اِن کے احساسات وجذبات تھے، ہم اِن کی نقل کیسے کر سکتے تھے۔اِس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاؑء انسانوں میں سے ہی بھیجے۔انسانوں کی طرف کوئی نبی ایسا نہیں آیا جو فرشتوں میں سے ہو یا جنوں میں سے، یا کوئی اور مخلوق ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ (الکھف ۱۱۰)

فرمادیجئے! میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں

انسانوں کی بھی دو نوع ہیں۔مرد اور عورت۔اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوّت کے لئے مردوں کا انتخاب کیا ہے کوئی بھی عورت نبیہ نہیں بنائی گئی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالاً نُوْحِیَ اِلَیْھِمْ (سورۃ یوسف،۱۰۹)

اور جتنے بھی رسول ہم نے تُجھ سے پہلے بھیجے وہ سب مرد ہی تھے۔

وھبیت :

رسالت ایک ایسی نعمت ہے جو محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ اِس منصب تک کوئی شخص اپنی محنت وکوشش سے نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی بھی عبادت وریاضت میں کثرت کرکے اِس منصب تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ یہ محض اللہ عزوجل کا انتخاب ہوتا ہے، جس کو چاہیں منصبِ رسالت سے نوازدیں۔

ارشادِباری تعالیٰ ہے:

اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسالَتَہٗ (الانعام ۱۲۴)

ترجمہ: اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اِسے اپنی رسالت کِس کے سپرد کرنی ہے۔

معصومیت:

تمام انبیاؑء معصوم ہوتے ہیں، تمام معاصی اورنافرمانیوں سے اللہ تعالیٰ انبیاؑء کو بچا لیتے ہیں کیونکہ ان پاک ہستیوں کی بعثت کا مقصد ہی لوگوں کی اصلاح ہوتا ہے کہ لوگ اِن کی باتوں پر عمل کریں اوران جیسی زندگی گزاریں اس لئے تمام انبیاؑء معاصی و نافرمانی سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ان کے تمام افعال واقوال نفسانی خواہشات اورشیطانی اثرات سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی بھی قول وفعل اپنی مرضی سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے ان کی اطاعت و فرمانبرداری رضائے الٰہی تک لے جاتی ہے۔

ارشادِباری تعالیٰ ہے:

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰیO اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی (سورۃ النجم ۳،۴)

اورنہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہوتا ہے بھیجا ہوا۔

صدق وامانت:

تمام انبیاؑء ومرسلین حیات طیبہ کے مالک ہوتے ہیں۔ اِن کے اخلاق ومعاملات اعلیٰ اور کردار بے داغ ہوتا ہے۔ یہی ہستیاں لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ہوتی ہیں، اِنہی کی طرف دیکھ کر ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ اِس لئے انبیاؑء علیہم السلام کو صدق وامانت کا پیکر اور اعلیٰ کردار والا بنا کر بھیجا جاتا ہے تاکہ لوگ ان پر یقین کریں اور راہِ ہدایت حاصل کریں۔

شریف النسب:

تمام انبیاؑء کو اللہ تعالیٰ نے شریف النسب پیدا کیا اور انبیاؑء کو ہر طرح کے عیوب سے پاک پیدا کیا کبھی بدکردار لوگوں میں سے ان شریف واعلیٰ ہستیوں کو پیدا نہیں کیا۔

تبلیغ احکام:

انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے تاکہ لوگوں کی اصلاح ہو جائے۔ تبلیغ احکام انبیاؑء کا فرضِ منصبی ہے۔ اس لئے تمام انبیاؑء ومرسلین اپنی اُمّت کو رب کا تعارف کرواتے کہ وہ ہستی کون ہے۔ وہ ہی سب کا خالق، مالک اور رب ہے اور اُمّت کو احکامِ الٰہی کی تعلیم دیتے یعنی ان کو بتاتے کہ کن کاموں سے تمہارا رب راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ قبر وحشر، جنت ودوزخ کے بارے میں بتاتے تاکہ اِن عقائد کی بدولت عمل میں لگنا آسان ہو جائے اور قیامت کے دن دربارِ الٰہی میں کامیاب ہو جائیں۔ تمام انبیاء تبلیغِ احکام کا کام کرتے تھے۔

واجب اطاعت:

جس طرح تبلیغ کرنا انبیاؑء پر فرض ہے اسی طرح قوم کے لئے فرض ہے کہ اپنے نبی کی بات کو سُنیں، سمجھیں اور اِس کی اطاعت کریں۔ انبیاؑء کی اطاعت واجب ہے جیسا کہ ارشادِ باری

تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (سورۃالنساء،۶۴)

ترجمہ: ''اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اس غرض سے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

انبیاءؑ محض اللہ کی طرف سے تعلیمات ہی نہیں پہنچاتے بلکہ ان تعلیمات و احکام کے عملی نمونہ بھی ہوتے ہیں۔ ان احکامات پر خود عمل پیرا ہو کر دکھاتے ہیں تا کہ لوگ سیکھیں۔ ان کی اطاعت درحقیقت رب العالمین کی ہی اطاعت ہوتی ہے۔ ہر اُمّت کے لئے اپنے نبی کی اطاعت واجب ہُوا کرتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات

عمومیت	سابقہ شریعتوں کا نسخ	محفوظ کتاب
سُنّت کی حفاظت	جامعیت	معراج
مقامِ محمود	کامل شریعت و دائمی معلومات	ختمِ نبوت

عمومیت:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جن ہستیوں کو نبوّت عطا کی گئی ان کی نبوّت خاص اُسی علاقے اور وقت تک کے لئے تھی۔ ان پر جو احکام نازل ہوتے وہ صرف انہی علاقے والوں کے لئے ہوتے تھے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف مکہ یا عرب والوں کی طرف نبی نہیں بنایا بلکہ آپ کو عالم گیر نبوّت عطا کی گئی۔ آپ مشرق و مغرب، عرب و عجم تمام جہانوں کے لئے نبی بن کر آئے۔ اِسی طرح باقی انبیاءؑ کی حکومت خاص اسی زمانے تک کے لئے تھی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ

کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کسی زمانے کے لئے خاص نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت عالمگیر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعًا

آپ کہہ دیجئے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تُم سب کی طرف۔

سابقہ شریعتوں کا نسخ:

آپ کے علاوہ تمام انبیاؑء پر جو احکام نازل ہوئے وہ خاص اسی وقت اور حالات کے مطابق ہوتے۔ کوئی دائمی شریعت نازل نہیں کی گئی، صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دائمی شریعت عطا کی گئی اور باقی تمام شریعتیں اور طریقہ ہائے زندگی منسوخ کر دیئے گئے۔ اب اگر کوئی اللہ کا قرب اختیار کرنا چاہتا ہے تو صرف ایک ہی طریقہ ہے باقی تمام طریقے رد کر دیئے گئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَن يُّقۡبَلَ مِنۡهُ

ترجمہ: اور جو کوئی اِسلام کے سِوا کِسی اور دین کو تلاش کرے گا سو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

محفوظ کتاب:

یہ صرف آپ کا امتیاز ہے کہ آپ کو ایک ایسی کتاب عطا کی گئی جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡن

ترجمہ: ”بے شک ہم نے ذکر (قرآن)، نازل کیا اور ہم ہی اِس کی

حفاظت کرنے والے ہیں''۔

یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی قرآن پاک اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔اسکے علاوہ دیگر آسمانی کتابیں تحریف وتبدیلی کا شکار ہوگئیں۔جبکہ قرآن پاک نہ صرف تحریری طور پر محفوظ ہے بلکہ لاکھوں انسانوں کے سینوں میں بھی محفوظ ہے۔

سنّت کی حفاظت:

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو کتاب نازل کی صرف اِسی کو ہی محفوظ نہیں کیا بلکہ اس کی تشریح یعنی آپکے اقوال، افعال اور عادات تک کو محفوظ رکھا ہے اور آپ کی باتیں آج بھی مکمل سند کے ساتھ محفوظ ہیں۔ یہ بات آپ کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے جتنی بھی عظیم ہستیاں اِس دُنیا میں آئیں کسی کے ارشادات اور عملی زندگی اِس طرح کی سند کے ساتھ محفوظ نہیں ہے۔چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔ اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات وارشادات بھی قیامت تک کے لئے محفوظ کردیئے گئے۔

جامعیت:

دیگر انبیاًء خاص کسی علاقے یا وقت کے لئے نبی بن کر آتے تھے۔جبکہ اللہ نے آپ کو عالمگیر نبی بنا کر بھیجا اس لئے آپکو ایسی شریعت عطا کی گئی جو تمام علاقوں اور تمام حالات میں نافذ کی جاسکتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت میں اتنی جامعیت ہے جس سے عرب وعجم، مشرق و مغرب میں رہنے والے تمام انسان رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں اور آپ کی زندگی اتنی جامع اور مکمل ہے جس میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا آدمی امیر ہو یا غریب، شاہ ہو یا گدا ہر انسان کے لئے رہنما اصول موجود ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدَ كَانَ لَكُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: ''بے شک تمہارے لئے رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے''۔

معراج:

یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز بخشا کہ آپ کو جنت و دوزخ کے حالات دکھائے حتیٰ کہ آپکو عرش تک کی سیر کروائی گئی۔ آپ کو اپنے انتہائی قریب کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنىٰ

ترجمہ: پس وہ قریب ہوئے دو کمانوں کے برابر یا اِس سے بھی زیادہ۔

یہ اعزاز آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں بخشا گیا۔ یہ آپ کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔

مقامِ محمود:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو دُنیاوی اعزازات و امتیازات کے ساتھ ساتھ اخروی امتیازات بھی عطا فرمائیں گے۔ ان میں سے ایک مقامِ محمود کا عطا ہونا ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ قیامت کے دِن جب تمام اوّلین و آخرین جمع ہوں گے، سورج انتہائی قریب ہوگا، لوگ اپنے گناہوں کی بقدر اپنے اپنے پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ اس قدر وحشت اور خوف کا عالم ہوگا کہ کوئی ماں اپنے بچے کے بارے میں سوال نہ کرے گی، کوئی کسی کی سفارش کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اسوقت اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو مقامِ حمد پر بُلائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حمد و ثنا کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں گے اور آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ یہ انتہائی عزت کا مقام ہوگا جو قیامت کے دِن صرف اور صرف آپ کو دیا جائے گا۔

کامل شریعت و دائمی تعلیمات:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جامع اور کامل شریعت عطا کی گئی جس میں صرف عقائد و عبادات کے احکامات ہی نہیں بلکہ معاملات، سیاست، معاشرت اور اقتصادیات کے بارے میں

بھی احکام موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے علاوہ دُنیا میں جتنے بھی ادیان ہیں خواہ وہ سماوی ہوں یا غیر سماوی کسی میں اتنی کاملیت موجود نہیں اِسلام کے علاوہ باقی تمام ادیان میں عقائد، عبادات، خوشی، غمی پر ادا کی جانے والی رسومات کے بارے میں تو تعلیمات موجود ہیں لیکن طریقۂ سیاست، اندازِ معاشرت اور مکمل اقتصادی احکامات موجود نہیں جبکہ شریعتِ محمدی ﷺ میں یہ تمام چیزیں بتفصیل بیان کی گئی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ

نبوّت کا جو سلسلہ حضرت آدم نبی علیہ السلام سے شروع ہُوا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر ختم ہو گیا۔ آپ کی آمد سے تمام شریعتیں منسوخ کر دی گئیں۔ اب آپ ہی کی شریعت کے ذریعے ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے رہنما کر آئے۔

ختمِ نبوّت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکے بعد نبوّت کا دروازہ قیامت تک کے لئے بند فرما دیا۔ آپ کی شریعت اب قیامت تک چلے گی اور آپ ہی قیامت تک آنے والے انسانوں کے رہنما ہیں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

ختمِ نبوّت کا مفہوم و دلائل

مفہوم:

ختم کا لفظی معنی ہے ''مہر''۔

نبوّت کا جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا۔ وہ محمد عربی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر ختم ہو گیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں جو عالمین کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اِس لئے آپ کو خاتم النبیین کا لقب دیا گیا۔ آپ کو دی جانے والی کتاب آخری آسمانی کتاب ہے اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے۔ اب یہی شریعت عالمین کی نجات کا باعث ہے۔ اِس سے پہلے کی تمام کتابیں اور شریعتیں منسوخ کر دی گئیں۔

تمام قوموں، ملتوں، علاقوں اور تمام ادوار یعنی قیامت تک کے لئے آپ رہنما بن کر آئے ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کر دی ہے اب کِسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

دلائلِ ختمِ نبوّت

(۱) قرآن　　(۲) حدیث　　(۳) اجماع

قرآن پاک سے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۱)۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِن رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللّٰہِ وخَاتَمَ النَّبِیّٖن (احزاب: ۴۰) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کِسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

۱)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل ضابطہ حیات عطا فرما دیا، تکمیلِ دین کا اعلان کر دیا، اب کِسی دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ ارشاد فرمایا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (مائدہ: ۳)

ترجمہ: آج کے دِن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔
جب دین مکمل ہو گیا تو کِسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث سے دلائل:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ختم نبوت پر دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱)۔ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

میں خاتم النبیّین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲)۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ خَطَّابِ

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

جب عمرؓ جیسا عظیم انسان بھی نبی نہیں ہے تو اور کسی کے نبی بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳)۔ بنی اسرائیل میں جب ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری)

۴)۔ ''میری اور مجھ سے پہلے گزرے انبیاءؑ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے خوبصورت عمارت بنائی مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اِس محل کے گرد چکّر لگائیں اور کہیں کیا ہی خوبصورت عالی شان محل ہے مگر اس ایک کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ آخری اینٹ مَیں ہوں''۔

میرے آنے سے اس قصرِ نبوّت کی عمارت مکمل ہوگئی، میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

اجماع سے دلیل:

قرآن و حدیث کی واضح نصوص کے بعد کسی اور دلیلِ شرعی کی ضرورت تو باقی نہیں رہتی تاہم صحابہ کرام کا اِس مسئلہ میں اجماع اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اِس عقیدہ سے انکار کرنے والا دائرہ اِسلام سے خارج ہے اور اسی طرح آپ کی نبوّت کا انکار یا آپ کی نبوّت تسلیم کر کے شراکت کا دعوے دار ہونا بھی کُفر ہے۔ اِسی لئے مسیلمہ کذاب اور دیگر مدعیان نبوّت کے خلاف صحابہ نے جنگ کی اور عقیدۂ رسالت وختمِ نبوّت کی حفاظت کی۔ لہٰذا پوری اُمّت میں یہ مسئلہ

متفق علیہ رہا ہے کہ ہر نئی نبوّت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا اور کذاب ہے۔

عقیدۂ ختمِ نبوت کا منکر ہونے کی وجہ سے اس کا اور اس کے متبعین کا قتل کرنا حکومتِ وقت پر واجب ہے۔ جیسا کہ صحابہ نے کرکے دکھایا۔

مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں

ملائکہ:

ملائکہ (ملک)، کی جمع ہے جس کا لغوی معنی ہے قاصد اور پیغام لانے والا۔ ملائکہ اللہ کی نورانی مخلوق ہیں، غیر مادی اور غیر مرئی وجود رکھتی ہیں جو اللہ کے حکم کے مطابق نظام کو چلاتی ہیں، وہ سراپا اطاعت و بندگی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کے احساسات و جذبات ان میں نہیں رکھے۔ فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ

ترجمہ:

بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔

مشہور فرشتے:

فرشتوں کی تعداد کے بارے میں تو اللہ ہی جانتے ہیں لیکن چار مشہور فرشتے مندرجہ ذیل ہیں:

ا)۔ **حضرت جبرائیل علیہ السلام**: جس طرح لوگوں میں انبیاءؑ کرام معزز و محترم ہیں اِسی طرح فرشتوں میں جبرائیل علیہ السلام معزز ہیں۔ یہی فرشتہ اللہ کا پیغام انبیاءؑ اور

رسولوں کے پاس لے کرآتا تھا۔قرآن مجید میں حضرت جبرائیل کومختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔

(i)۔روح القدس (ii)۔جبریلِ امین (iii)۔ملک کریم

۲)۔ **حضرت میکائیل علیہ السلام:** یہ اللہ کا محترم فرشتہ نظامِ کائنات یعنی بارش اور روزی پر متعین ہے۔اللہ کے حُکم کے مطابق تمام امور سرانجام دیتے ہیں۔

۳)۔ **حضرت اسرافیل علیہ السلام:** یہ فرشتہ اللہ کے حُکم سے صُور پھونکے گا، جس سے قیامت واقع ہو جائے گی اور اس کی آواز سُن کر سب پر موت چھا جائے گی۔ دوسری مرتبہ صُور پھونکنے پر تمام اوّلین وآخرین اُٹھ کھڑے ہوں گے اور میدانِ حشر میں جمع ہوجائیں گے۔

۴)۔ **حضرت عزرائیل علیہ السلام:** ان کو ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ان کے سپرد ارواح کو قبض کرنا ہے۔یہ اللہ کے حُکم کے مطابق ارواح قبض کرتے ہیں۔

ان مشہور فرشتوں کے علاوہ چند فرشتوں کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے جو دیگر اُمور سرانجام دیتے ہیں۔

کراماً کاتبین: نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے نام ہیں۔

منکر نکیر: قبر میں سوال و جواب کرنے والے فرشتے۔

رضوان: جنت کا دربان فرشتہ

آسمانی کتابیں

جس طرح تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے اِسی طرح ان پر نازل ہونے والی کُتب پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کے سچے اور برحق پیغمبر تھے۔ان کی تعلیمات ان کی قوم کے لئے حق تھیں۔اور کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب

یہ ہے کہ ان برگزیدہ ہستیوں پر نازل ہونے والی کتابیں ربانی تعلیمات کا مجموعہ تھیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو نازل کیا گیا آپ پر اور ان کتابوں پر جو نازل کی گئیں آپ سے پہلے''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر کئی صحیفے اور کتابیں نازل کیں جن کی بنیادی تعلیمات مشترک تھیں، مثلاً عقیدہ توحید کا بیان، رسالت پر ایمان، یومِ آخرت اور اعمال کی جزا و سزا ملنے پر یقین۔ ان مشترک عقائد کے علاوہ تفصیلی احکامات میں فرق تھا۔

چار مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر: **قرآن**

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر: **انجیل**

۳۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر: **زبور**

۴۔ حضرموسیٰ علیہ السلام پر: **تورات**

ان کتابوں کے علاوہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ربانی تعلیمات کے کئی صحیفے نازل ہوئے۔

قرآن پاک کی خصوصیات

آخری کتاب	محفوظ کتاب	زندہ زبان والی کتاب
سہل الحفظ کتاب	عالمگیر کتاب	جامع کتاب
معجز کتاب	عظیم معجزہ	غیر متعارض کتاب

آخری کتاب:

جس طرح آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں اور قیامت تک کے لئے ہدایت ہیں اِسی طرح آپ پر نازل ہونے والی کتاب یہ آخری کتاب ہے جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: میری اُمّت ہرگز گمراہ نہیں ہوگی جب تک دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رکھے۔ (ا)۔ کتاب اللہ (۲)۔ سنّتِ رسول اللہ۔

محفوظ کتاب:

چونکہ قرآنِ مجید قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے رُشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تعلیمات کو قیامت تک محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْن (الحجر: ۹)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم خود اِس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے اِس کتاب کو صرف تحریری طور پر ہی نہیں بلکہ اُمت کے حفاظ کے سینوں میں بھی محفوظ کر دیا۔ اِس کو ہر طرح کے ردّ و بدل سے محفوظ کیا۔ اِس کے برخلاف دوسری آسمانی کتابوں میں یہ خصوصیت نہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسری کتابوں میں تبدیلی آتی رہی۔ جبکہ قرآن حکیم اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔

زندہ زبان:

باقی تمام آسمانی کتابیں جس اصل زبان میں نازل ہوئی تھیں وہ زبانیں آج کے دَور

میں غیر معروف اور اجنبی ہوگئی ہیں۔ وہ اصل کتاب تو کیا زبان بھی اپنی اصل حالت میں باقی نہیں رہی۔ قرآن پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ اِسے اللہ تعالیٰ نے جس زبان میں نازل کیا وہ زبان آج بھی زندہ ہے اور دُنیا کے بیس (20) سے زائد ملکوں میں بولی جاتی ہے۔

حفظ کے لئے آسان:

عالمِ اسباب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو محفوظ یوں کیا کہ اس کا حفظ کرنا، سینوں میں محفوظ کرنا آسان کر دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

ترجمہ: ہم نے قرآن مجید کو یاد کرنے کے لئے آسان بنا دیا۔

اِسی ارشادِ مبارک کا اثر ہے کہ چھوٹا سا بچہ بھی اپنی کم عمری میں مکمل قرآن کو مع تجوید حفظ کر لیتا ہے جبکہ کِسی اور کتاب کے حفّاظ اتنے نہیں ہیں۔

عالمگیر کتاب:

چونکہ انبیاؑء اور مرسلین کِسی خاص علاقے کے لئے نبی بنا کر بھیجے جاتے۔ اِس لئے ان کی طرف ربانی تعلیمات کا جو مجموعہ نازل ہوتا اس میں بھی احکامات وتعلیمات خاص اُس علاقے کے لئے ہوتے اور ان کتابوں کا مطالعہ کر کے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صرف ایک خاص ملک یا قوم کے لئے ہیں۔ ساری انسانیت کے لئے پیغامِ ہدایت نہیں جبکہ رسولِ خُدا ﷺ عالمگیر (تمام جہان اور قیامت تک کے لئے)، نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو قرآنی تعلیمات کا مجموعہ (قرآن)، دیا گیا۔ وہ بھی عالمگیر ہے یعنی تمام علاقوں اور تمام ادوار میں سراپا ہدایت ہے۔ کِسی بھی قوم یا علاقے سے تعلق رکھنے والا اِس کو کِسی بھی دَور میں پڑھے تو یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے یہ اِسی دَور کے لئے اور اِسی قوم کے لئے نازل ہوئی اور اس کا اندازِ

خطاب بھی عمومی ہے۔

جامع کتاب:

پہلی آسمانی کتابیں اور صحیفے صرف اخلاقی تعلیمات، مناجات اور دُعاؤں کا مجموعہ تھے جن میں فقہی مسائل، طریقۂ عبادت اور عقائد کا بیان تھا اور بعض کُتب تاریخی واقعات پر مشتمل تھیں۔ الغرض ان سابقہ کُتب میں انفرادی زندگی یعنی اللہ اور بندے کا تعلق تفصیل سے بیان کیا گیا تھا۔ اِس کے علاوہ معاشرتی معاملات یعنی بندوں کے بندوں کے ساتھ تعلقات کو تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ قرآن پاک میں انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کے احکام موجود ہیں۔ اِس میں عقائد اور عبادات کا بھی درس ہے۔ معاملات و معاشرت بھی سکھائی گئی ہے، اس لحاظ سے یہ جامع کتاب ہے۔ اس کے علاوہ باقی کُتب میں یہ جامعیت موجود نہیں۔

معجز کتاب:

یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا شاہکار کلام ہے جس کا مقابلہ کرنے سے عرب و عجم عاجز آ گئے۔ قرآن مجید میں سب مخالفین کو دعوت دی گئی ہے اس کلام جیسی ایک چھوٹی سورۃ بنا کے لے آؤ اگر تُم سچے ہو۔ آج تک اِس کلام جیسا کوئی دوسرا کلام تو کیا کوئی ایک سورۃ بھی نہیں بنا سکا کیونکہ یہ تو خُدا کا کلام ہے۔ انسانی ذہن میں اللہ نے اتنی سکت نہیں رکھی کہ اِس جیسا شاہکار کلام بنا سکے جو اپنی روانگی میں شعر کی طرح ہے اور وزن میں نثر کا مشابہ ہے، جس کلام کے معنی اور مطالب قیامت تک لوگوں کے قلوب پر کھلتے رہیں گے۔ اِس کا بار بار پڑھنا اکتاہٹ پیدا نہیں کرتا، یہی اِس کتاب کا اعجاز ہے۔

عظیم معجزہ:

ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ عطا کیا ہے۔ جب تک نبی دُنیا میں رہتے وہ معجزہ بھی ان کی نبوّت پر دلیل بن کر نبی کے پاس رہتا، جب نبی دُنیا سے رُخصت ہو جاتے تو ان کا معجزہ بھی

ختم ہو جاتا۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک آنے والے انسانوں کے نبی ہیں اِس لئے آپ کی نبوّت پر دلیل یعنی معجزہ بھی ایسا عطا کیا گیا جو قیامت تک باقی رہے، اور وہ ہے قرآن مجید۔ یہ آپ کے برحق نبی ہونے پر دلیل ہے۔ اگر اس میں کوئی شک کرے تو قرآن مجید میں اللہ چیلنج کرتے ہیں کہ تُم بھی اِس جیسی ایک سورۃ بنا کر لے آؤ۔

قرآن پاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ ہے جو قیامت تک آنے والے انسانوں کو آپکی نبوّت کے بارے میں بتاتا رہے گا۔

غیر متعارض کتاب:

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ علوم رکھے ہوئے ہیں۔ بہت سے عِلم و تحقیق کے نوادرات اس میں موجود ہیں اور عِلمِ شریعت بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود اس کتاب کی ایک آیت دوسری آیت سے نہیں ٹکراتی۔ اگر یہ کلام اللہ کے کلام کے علاوہ کسی دوسرے کا ہوتا تو اِس میں ضرور ٹکراؤ ہوتا۔

یہ خصوصیت قرآن پاک کی ہی ہے، جس میں کوئی تعارض موجود نہیں ہے۔

آخرت

عقیدۂ آخرت کا مفہوم اور اہمیت:

مفہوم: لفظ آخرت کے مقابلے میں دُنیا کا لفظ آتا ہے۔ آخرت کا معنی ہے بعد میں آنے والی چیز اور دُنیا کا معنی ہیں قریبی چیز۔

عقیدۂ آخرت کا اصطلاحی مفہوم:

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لانا عقیدۂ آخرت کہلاتا ہے یعنی مرنے

کے بعد انسان بالکل فنا نہیں ہوتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت آئے گا جب اللہ کے حُکم سے تمام ارواح دوبارہ انہی اجسام میں لوٹا دی جائیں گی۔ پھر تمام انسان روح مع الجسد میدانِ حشر میں جمع کئے جائیں گے۔ پھر تمام انسانوں کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔

نیک اور صالح بندوں کو نہ ختم ہونے والی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ ان کو جنّت (اللہ کی مہمانی کی جگہ) عطا کی جائے گی اور مفسدین و نافرمان بندوں کو دردناک عذاب ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْاَ بْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ○(سورۃ الانفطار ۱۳۔۱۴)

ترجمہ: ''بے شک نیک لوگ جنت میں ہوں گے اور بے شک گنہگار لوگ دوزخ میں ہوں گے''۔

عقیدۂ آخرت کی اہمیت:

جس طرح ایک مسلمان کے لئے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ تین بنیادی عقائد ہیں جن کی تعلیم تمام انبیاءؑ علیہم السلام نے آکر دی۔ لوگوں کے دِلوں میں اِن عقائد کو راسخ کیا۔ قرآن کریم میں متقین کی صفات میں سے ایک صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○

- عقیدہ آخرت ہی انسان کو نیک عمل کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ مومن نیک کام کی مشقّت کو خوش دلی سے اِس لئے برداشت کر لیتا ہے کیونکہ وہ ایمان رکھتا ہے کہ میرا رب اِس عمل پر بہت اچھا بدلہ قیامت کے دن عطا فرمائیں گے۔

- آخرت کا تصوّر انسان کو خود غرضی اور نفس پرستی سے بچا لیتا ہے۔ اِس عقیدے میں کمزوری کی وجہ سے آدمی عدل و انصاف کے تقاضوں کو بھُول جاتا ہے، معاشرتی و اخلاقی اقدار کو بھُول جاتا ہے اور اپنی تمام تر محنت و کوشش نفس پرستی، عیاشی، لذت طلبی کے حصول پر صرف کرتا ہے۔ دُنیا کی عارضی زندگی کو ہی اپنا مقصد بنا لیتا ہے۔
- آخرت پر یقین رکھنے والے آدمی کے سامنے کسی عمل کا بدلہ صرف وہی نہیں ہوتا جو اس کو دُنیا میں ظاہراً نظر آ رہا ہے۔ بلکہ اِس کے عمل پر کچھ نتائج آخرت میں بھی مرتب ہوں گے۔ جس طرح آگ کے بارے میں یقین ہے کہ وہ بہرصورت جلا رہی ہے اور زہر کھانے سے بندہ ہلاک ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح گناہوں کے نتیجے کے ہلاکت خیز ہونے پر اس کا یقین ہوتا ہے۔ اس طرح اعمالِ خیر اخروی نجات و فلاح کا سبب بنیں گے۔
- قبرستان جانے اور قبور کی زیارت کرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا ہے۔ اِس لئے کہ اِس سے آخرت کی طرف توجہ بڑھتی ہے۔ انسان کو اپنے احتساب کی فکر لاحق ہوتی ہے۔
- عقیدۂ آخرت سے انسانی معاشروں میں امن و اخوت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اپنے ہر عمل پر حساب دینے کا جب یقین ہو گا تو انسان کو یہ جذبات اعمالِ صالح پر کاربند کریں گے اور انسان حتی الامکان ایسی سرگرمیوں سے بچے گا جس سے کسی دوسرے کو پریشانی ہو اور اسے اپنے رب کے سامنے قیامت کے دن شرمندہ ہونا پڑے۔

قرآنی تعلیمات کا خلاصہ:

ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ ہر چھوٹی بڑی چیز فناء ہو جائے گی۔ فناء سے پاک اِس کائنات میں اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهُهُ

ترجمہ: ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اللہ جل شانہ کی ذات کے۔

قرآن پاک کی بہت سی آیات ہمیں آخرت کے احوال کے بارے میں بتاتی ہیں۔ سمجھنے کے لئے ہم ان کو مندرجہ ذیل حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں:

وقوع قیامت بعث بعد الموت اعمال پر جزاء

احوالِ جنت احوالِ دوزخ

وقوعِ قیامت:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرُ

ترجمہ: ''اور صور پھونکا جائے گا''۔

جب حضرت اسرافیل اللہ کے حُکم سے صور پھونکیں گے تو ہر چیز پر فنا طاری ہو جائے گی۔ آسمان و زمین کو لپیٹ دیا جائے گا، اور ستارے جھڑ جائیں گے، اور دریا ابل پڑیں گے۔

بعث بعد الموت:

یعنی موت کے بعد دوبارہ اللہ کے حُکم سے صور پھونکا جائے گا اور تمام اوّلین و آخرین زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ اُخْرَىٰ فَاِذَاهُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ

ترجمہ: ''پھر جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے''۔

اعمال پر جزا:

قبروں سے اُٹھنے کے بعد تمام لوگ میدانِ حشر کی طرف چلیں گے۔ پھر حساب کتاب کا عمل جاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کا ترازو قائم کریں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَضَعُ المَوَازِيْنُ القِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ: ''اور ہم رکھیں گے انصاف کے ترازو قیامت کے دِن''۔

احوالِ جنت:

جن کے نامۂ اعمال میں نیکیاں زیادہ ہوں گی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل کریں گے اور اپنی شان کے مطابق ان کی مہمان نوازی کریں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ o

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے اُن کے لئے باغات ہیں۔

احوالِ جہنم:

کئی لوگ اپنی بداعمالیوں کے سبب جہنم میں جائیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ o ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ o ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً فَاسْلُكُوْهُ o اِنَّهٗ كَانَ لَايُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ

ترجمہ: ''(اللہ تعالیٰ فرمائیں گے)، ان جہنمیوں کو پکڑو پھر ان کو جکڑو پھر ان کو ستر ہاتھ لمبی زنجیروں میں باندھو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں

لاتے تھے‘‘۔

خلاصہ:

☆۔ دُنیا کی زندگی عارضی اور آخرت کی دائمی ہے۔انسان کی یہ زندگی آخرت کا پیش خیمہ ہے۔انسان اپنی اس زندگی کے اعمال کے مکمل نتائج آخرت میں دیکھ لے گا۔دُنیا میں جیسے اعمال کا بیج بوئے گا آخرت میں ویسا ہی شجر کاٹنا پڑے گا۔

☆۔ یہ سارا نظامِ ہستی فنا ہو جائے گا اور انسان کو دوبارہ جسمانی زندگی دی جائے گی اور ایک بہت بڑی عدالت میں اس کا حساب لیا جائے گا۔

☆۔ اپنے تمام اچھے بُرے اعمال کا بدلہ جنت یا جہنم کی شکل میں پالے گا۔ بہر حال یہ دُنیا اور اسکا نظام ایک دن ختم ہو جائے گا اور دوسرا نظام اس کی جگہ لے لے گا۔

منکرینِ آخرت کے شبہات کا جواب
قرآن مجید کی روشنی میں

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے جس طرح صحیح عقائد کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ اِسی طرح غلط نظریات اور باطل شبہات کا ازالہ بھی فرمایا ہے۔مشرکینِ مکہ آخرت کے منکر تھے اور آخرت کے بارے میں اپنے شبہات کا اظہار یوں کرتے تھے۔

۱)۔ وَقَالُوْآ ءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِیْ الْاَرْضِ ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ

اور کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو جائیں گے تو کیا پھر ہم نئے جنم میں آئیں گے۔

۲)۔ مَن یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ۝ (سورۃ یٰس:۷۸)

کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں۔

شبہات کا جواب:

منکرین کے شبہات کو دو طریقے سے رد کیا:

(۱)۔اپنی کامل قدرت کی طرف توجہ دلائی

(۲)۔شعورِ انسانی بھی آخرت کا تقاضا کرتا ہے۔

قرآن کریم میں ان کے شبہات کو رد کرتے ہوئے فرمایا جو رب تم کو عدم سے وجود میں لانے پر قادر ہے وہ تمہارے مر جانے پر دوبارہ تُم کو زندگی دینے پر بھی قادر ہے اور دوسری دفعہ پیدا کرنا تو پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يَبْدَؤُ الخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ.

وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

قُلْ يُحْيِهَا الَّذِىٓ اَنْشَاهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ.

آپ کہہ دیجیے ان کو زندہ کرے گا وہ جس نے پیدا کیا ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا

قرآن میں عقلی دلیل:

قرآن کریم میں منکرین کے شبہات کو عقلی دلیل سے رد کیا گیا ہے۔ ہر انسان کی عقل تقاضا کرتی ہے کہ اچھے کو اس کی اچھائی کا بدلہ اور ظالم کو اس کے ظُلم و جبر کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔ یہ دُنیا دار العمل ہے اس میں کئی لوگ ظُلم وستم ڈھاتے رہے۔ اپنی پوری زندگی اللہ کی نافرمانیاں اور لوگوں پر زیادتیاں کرتے گزار دی اور سزا سے بچا رہا اور مر گیا۔ دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے شب و روز اطاعتِ الٰہی میں صرف ہوئے۔ بعض کو تو بے حد اذیتیں دے کر شہید کر دیا گیا۔ دُنیا میں تو دونوں طرح کے انسان ہیں ظالم بھی اور مظلوم بھی، عادل بھی، مجرم بھی۔ کیا ظالم و مظلوم برابر ہوں گے؟ کیا نیکوں اور بدوں کے اعمال پر کوئی جزا و سزا نہ ہوگی؟

شعورِ انسانی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی تو حساب کا دن ہونا چاہیے جس میں اچھے کو اس کی اچھائی کا مکمل بدلہ ملے اور بُرے کو اس کی بُرائی پر سزا ملے۔ اِسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ نے قرآن مجید کے اندر:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثاً وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

ترجمہ: ''کیا تُم سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور تُم ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے''۔

ان سارے معاملات پر غور کرنے کے بعد انسانی عقل مجبور ہوتی ہے کہ وہ تسلیم کرے کہ آخرت کی زندگی برحق ہے۔ جس میں لوگوں کو ان کے اعمال کا مکمل بدلہ مِلے گا۔ کِسی بھی عمل کا مکمل بدلہ اس دُنیا میں نہیں مِل سکتا اِس لئے کہ دُنیا کی زندگی محدود و مختصر ہے اور یہ درالعمل ہے۔ دارالجزا تو آخرت ہو گی، جس میں نیکوں کو نیکی کا بدلہ اور بُروں کو سزا مِلے گی سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ کریم معاف فرما دیں اور ہر ایک کو اس کا حق لے کر دیا جائے گا۔

عقیدہ آخرت کے انسانی زندگی پر اثرات

۱۔ نیکی کی طرف رغبت اور بدی سے نفرت
۲۔ بہادری
۳۔ صبر و تحمل
۴۔ مال خرچ کرنے کا جذبہ
۵۔ احساسِ ذمہ داری
۶۔ مخلوقِ خُدا سے ہمدردی
۷۔ دُنیا میں مسرت کا باعث

(۱)۔ نیکی کی رغبت اور بدی سے نفرت:

جو آدمی آخرت پر یقین رکھتا ہے کہ ایک دن اللہ کے دربار میں مجھے حاضر ہونا پڑے گا

اور میرے تمام اچھے اور بُرے اعمال، ظاہر اور پوشیدہ سب کے سب بارگاہِ الٰہی میں پیش کیئے جائیں گے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شراً یَّرَہٗ

ترجمہ: پس جس نے ذرہ بھر بھی بُرائی کی ہوگی اِسے بھی دیکھ لے گا۔

آگے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خیراً یَرَہٗ

ترجمہ: پس جو شخص ذرا بھر نیکی کرے گا اِسے بھی دیکھ لے گا۔

اور مجھے ان کے مطابق جزا و سزا ملے گی تو ایسا آدمی اپنے تمام اعمال میں محتاط رہے گا اور نیکی کو اپنانے کی کوشش کرے گا اور بدی سے نفرت کرے گا تا کہ قیامت کے دِن نیکی کا پلڑا بھاری ہو جائے جنت اس کا ٹھکانہ بن جائے اور ہر بُرے کام سے بچنے کی کوشش کرے گا تا کہ آخرت میں ناکامی سے بچ سکے اور عذابِ الٰہی سے محفوظ رہ سکے۔ یہ عقیدۂ آخرت انسان میں نیکی کا شوق پیدا کرتا ہے اور برائی سے بچنے کی جرأت عطا کرتا ہے۔

(۲)۔ بہادری:

جب آدمی دُنیا کی زندگی کو عارضی اور آخرت کی زندگی کو دائمی اور حقیقی سمجھتا ہے تو ہمیشہ کے لئے مٹ جانے کا خوف اسکے دل سے نکل جاتا ہے۔ راہِ حق میں وہ جان دینے سے نہیں ڈرتا کیونکہ وہ موت کو اللہ سے ملاقات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ مرنے کے بعد اُٹھ جانے کی زندگی پر یقین رکھتا ہے کہ اس کو اس کا اچھا اجر ملے گا اِس لئے وہ کسی جگہ بھی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔

(۳)۔ صبر و تحمل:

جب آدمی دُنیا کی زندگی کو حقیقی (اصل)، سمجھتا ہے تو دُنیا کی مشکلات اور مصائب پر صبر

کرنا اس کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے (زیادہ پریشان ہوتا ہے)، جب کہ عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے والا آدمی مشکلات ومصائب کی وجہ سے زیادہ پریشان نہیں ہوگا۔ وہ ہر مصیبت کے آنے پر یہ سوچ کر صبر کرے گا کہ آخرت میں اس تکلیف پر مجھے دربارِ الٰہی سے اجر دیا جائے گا (اس اجر کے مقابلے میں) مصیبت کی وقعت اس کی نظر میں کچھ بھی نہیں رہے گی۔

(۴)۔مال خرچ کرنے کا جذبہ:

عقیدۂ آخرت پر یقین رکھنے والا آدمی مال کو فیاضی اور سخاوت سے راہِ خُدا میں خرچ کرتا ہے۔ وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اس خرچے سے میرا آخرت کا سفر آسان ہوگا اور میری آخرت کی ہمیشہ کی زندگی سنورے گی اِس لئے وہ مخلوقِ خُدا کے ساتھ ہمدردانہ رویّہ اختیار کرے گا اوران پر اپنا مال خرچ کرے گا اور دُنیا میں مال جمع کرنے کی بجائے مال خرچ کر کے آخرت میں درجات حاصل کرنے کو اپنا ہدف بنائے گا۔

(۵)۔احساسِ ذمہ داری:

عقیدۂ آخرت رکھنے والا آدمی اپنے فرائض اور حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ تصوّرِ آخرت ہر آن اسکو حقوق وفرائض کی ادائیگی کا احساس دلاتا رہتا ہے کہ دُنیا کی زندگی عارضی ہے اور آخرت میں تمام حقوق وفرائض کی باز پرس ہوگی۔

(۶)۔مخلوقِ خُدا سے ہمدردی:

عقیدۂ آخرت پر یقین رکھنے والا آدمی مخلوقِ خُدا پر ظُلم وزیادتی سے بچے گا اور تمام مخلوقِ خُدا کے ساتھ ہمدردانہ رویّہ اختیار کرے گا کیونکہ اِس کو یقین ہے کہ قیامت کے دِن تمام اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اگر ایک سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو مارا ہوگا تو وہ بھی بدلہ لے کر دیا جائے گا، اس لئے وہ مخلوقِ خُدا سے ہمدردی اختیار کرے گا۔

(۷)۔دُنیامیں مسرّت کا باعث:

جب انسان اس دُنیا کو عارضی اور آخرت کو اصل زندگی سمجھتا ہے تو اس عارضی زندگی کے غم اور تکلیفیں اخروی نعمتوں کے مقابلے میں حقیر نظر آتی ہیں اور دُنیاوی تکالیف اِس کی دُنیاوی زندگی کو تلخ نہیں بنا سکتیں۔اِس عقیدے کی بدولت وہ دُنیا میں بھی بامسرّت زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں بھی اللہ کی رحمت سے اُمّید رکھتا ہے۔

دُنیا سے بے نیازی:

جب انسان دُنیاوی خوشیوں کے حصول کو ہی اپنا ہدف بنالیتا ہے تو لالچ، طمع، حب جاہ، حرص وحسد اس میں پیدا ہوجاتا ہے۔اِس کی تمام تر کوششیں حصولِ دُنیا کے لئے ہوتی ہیں جبکہ عقیدۂ آخرت پر یقین رکھنے والا انسان دُنیا کو عارضی اور آخرت کو اصلی زندگی سمجھتا ہے۔وہ دُنیا اور اس میں عیاشی کے سامان سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ان کا ہدف آخر رضائے الٰہی اور اخروی نعمتیں ہوتی ہیں۔

اجرِ عظیم:

آخرت پر ایمان لانا اِسلام کے اساسی عقائد میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

اور مومنین وہ ہیں جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

دوسری طرف دُنیا سے محبت کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہُوا ہے:

حُبُّ الدُّنِيَا رَأسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ

کہ دُنیا سے محبت کرنا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

○۔۔۔۔☆۔۔۔۔○

سوالات

۱۔ اِسلام کے بنیادی عقائد کون کون سے ہیں؟ ہر ایک پر مختصر نوٹ لکھیں۔

۲۔ وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات میں قرآنی دلائل مختصراً لکھیئے۔

۳۔ شرک کِسے کہتے ہیں اور اس کی اقسام کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

۴۔ انبیائے کرام کی خصوصیات بیان کریں۔

۵۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(ا)۔ملائکہ (ب)۔آسمانی کتابیں (ج)۔توحید کا مفہوم

۶۔ انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات بیان کریں۔

۷۔ رسالتِ محمدی ﷺ کی خصوصیات تفصیل سے بیان کریں۔

۸۔ قرآن کریم کی چند اہم خصوصیات لکھیں۔

۹۔ آخرت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ تحریر کریں۔

۱۰۔ منکرینِ آخرت کے شبہات کا جواب قرآن کی روشنی میں دیجئے۔

۱۱۔ انسانی زندگی پر عقیدۂ آخرت کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

۱۲۔ عقیدہ آخرت کا مفہوم اور اہمیت تفصیلاً بیان کیجئے۔

۱۳۔ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا مفہوم تحریر کریں۔

۱۴۔ ''عقیدۂ ختمِ نبوّت قرآن، حدیث اور اجماعِ اُمّت تینوں سے ثابت ہے''، دلائل دیجئے۔

۱۵۔ پیغامِ الٰہی کو نبیؐ پر نازل کرنے کی حکمت قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیجئے۔

کثیر الانتخابی سوالات مع جوابات

ہر سوال کے دیئے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر ( ) کا نشان لگائیں۔

(ا)۔ عقیدہ کے معنی ہیں۔

(ا)۔عقیدت مندی (ب)۔شادی کرنا

(ج)۔گرہ لگانا (د)۔مشکل کشائی

(ج)۔گرہ لگانا

(۲)۔اٰلِھَۃٌ جمع ہے۔

(ا)۔اِلٰہٌ کی (ب)۔لھو کی

(ج)۔اُلُہٗ کی (د)۔لوہ کی

(ج)۔اِلٰہٌ کی

(۳)۔توحید کا لفظ نکلا ہے۔

(ا)۔توحید سے (ب)۔واحد سے

(ج)۔احد سے (د)۔وحد سے

(د)۔وحد سے

(۴)۔موحد کہتے ہیں۔

(ا)۔اکیلے کو (ب)۔توحید کا اقرار کرنے والے کو

(ج)۔سچ بات کرنے والے کو (د)۔حدود کا خیال رکھنے والے کو

(ب)۔توحید کا اقرار کرنے والے کو

(۵)۔عقد کی جمع ہے۔

(ا)۔عقید (ب)۔عقود

(ج)۔عقائد (د)۔عقیدے

(ب)۔عقود

(۶)۔مسلمان کی سب سے قیمتی چیز کیا ہے؟

(ا)۔مال　　(ب)۔اولاد

(ج)۔ایمان　　(د)۔عملِ صالح

(ج)۔ایمان

(۷)۔رسول کہتے ہیں۔

(ا)۔بات کرنے والے کو　　(ب)۔تقریر کرنے والے کو

(ج)۔پیغام پہنچانے والے کو　　(د)۔خبردار کرنے والے کو

(ج)۔پیغام پہنچانے والے کو

(۸)۔وحی کا لغوی معنی ہے۔

(ا)۔بات کرنا　　(ب)۔سمجھانا

(ج)۔اشارہ کرنا　　(د)۔اختیار دینا

(ج)۔اشارہ کرنا

(۹)۔اکمل دین ہے۔

(ا)۔یہودیت　　(ب)۔عیسائیت

(ج)۔اِسلام　　(د)۔زرتشت

(ج)۔اِسلام

(۱۰)۔ختم کا معنی ہے۔

(ا)۔انجام　　(ب)۔آخرت

(ج)۔مہر　　(د)۔خاتمہ

(ج)۔مہر

(۱۱)۔ملائکہ جمع ہے۔

(ا)۔ملیک کی　　(ب)۔مالک کی

(ج)۔ملکو کی　　(د)۔ملک کی

(د)۔ملک کی

(۱۲)۔ملک کے معنی ہے۔

(ا)۔قاصد (ب)۔مخبر

(ج)۔پیغام رساں (د)۔پہلے تینوں

(د)۔پہلے تینوں

(۱۳)۔ملائکہ پر ایمان رکھنا شامل ہے۔

(ا)۔اعمال حسنہ (ب)۔بنیادی عقائد

(ج)۔دل میں (د)۔سوچ میں

(ب)۔بنیادی عقائد

(۱۴)۔قبر میں آنے والے فرشتوں کو کہتے ہیں۔

(ا)۔منکر نکیر (ب)۔کراماً کاتبین

(ج)۔ہاروت ماروت (د)۔میکائیل وعزرائیل

(ا)۔منکر نکیر

(۱۵)۔آسمانی کُتب کی تعداد ہے۔

(ا)۔چار (ب)۔پانچ

(ج)۔چھ (د)۔سات

(ا)۔چار

(۱۶)۔تورات نازل ہوئی۔

(ا)۔حضرت ابراہیم علیہ السلام پر (ب)۔حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

(ج)۔حضرت داؤد علیہ السلام پر (د)۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

(د)۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

(۱۷)۔صحیفہ کی جمع ہے۔

(ا)۔صیاف (ب)۔صحوف

(ج)۔صحائف (د)۔اصحاف

(ج)۔صحائف

(۱۸)۔انجیل نازل ہوئی۔

(ا)۔اطالوی زبان میں — (ب)۔عربی زبان میں

(ج)۔عبرانی زبان میں — (د)۔سریانی زبان میں

(ج)۔عبرانی زبان میں

(۱۹)۔آخرت کا لغوی معنی ہے۔

(ا)۔قیامت — (ب)۔حشر

(ج)۔بعد میں آنے والی — (د)۔خاتمہ

(ج)۔بعد میں آنے والی

معروضی سوالات

(1)س۔ عقیدہ کے معنی کیا ہیں؟

ج۔ عقیدہ کا لفظ عقد سے نِکلا ہے جس کے معنی ہیں باندھنا یا گرہ لگانا۔ انسان کے پُختہ اور اٹل نظریات کو عقائد کہتے ہیں۔

(2)س۔ عقیدے کی مثال بیان کریں۔

ج۔ عقیدے کی مثال ایک بیج جیسی ہے اور عمل اس بیج سے اگنے والا پودا ظاہر ہے کہ پودے میں وہی خصوصیات ہوں گی جو بیج میں پوشیدہ ہوں۔

(3)س۔ عقائد کی اہمیت مختصراً بیان کریں۔

ج۔ عقائد عمل کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔

(4)س۔ اِسلام کے بنیادی عقائد لکھیں۔

ج۔ توحید، رسالت، ملائکہ، آسمانی کتابوں اور آخرت پر ایمان لانا۔

(5)س۔ توحید کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں۔

ج۔ توحید کا لغوی معنی ہے ایک ماننا۔ اصطلاحی معنی کہ سب سے برتر و اعلیٰ اور ساری کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ کو ماننا اور اس کے واحد اور یکتا ہونے پر ایمان لانا اور صرف اسی کو عبادت کے لائق سمجھنا۔

(6)س۔ توحید کی اقسام کتنی اور کون کون سی ہیں۔

ج۔ توحید کی تین اقسام ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ذات میں توحید ۲۔صفات میں توحید ۳۔صفات کے تقاضوں میں توحید

(7)س۔ انبیائے کرام کی تبلیغ کا نقطہءآغاز کیا تھا۔

ج۔ تمام انبیائے کرام کی تبلیغ کا نقطہء آغاز توحید تھا۔

(8)س۔ سورۃ اخلاص کا ترجمہ لکھیں۔

ج۔ آپ ﷺ کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

(9)س۔ صفاتِ باری تعالیٰ کی یکتائی کا مفہوم لکھیں۔

ج۔ اللہ تعالیٰ ایسی صفاتِ کاملہ کا مالک ہے جو کسی اور فرد میں موجود نہیں۔ وہ اپنے علم، قدرت، ارادہ ہر صفت میں یکتا اور بے مثل ہے۔

(10)س۔توحید فی الذات سے کیا مراد ہے۔

ج۔ توحید فی الذات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد یکتا ہے۔ اس کی ذات میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، وہ اپنی ذات میں بے مثل اور بے مثال ہے۔ نہ اس کی اولاد ہے نہ والدین۔

(11)س۔صفات کے تقاضوں میں توحید سے کیا مراد ہے۔

ج۔ عبادت صرف اللہ ہی کی کی جائے اس کے علاوہ کسی کے سامنے سر نہ جھکے کیوں کہ تمام مخلوقات کا رازق وخالق اور مالک وہی ہے، اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ سر بھی صرف اسی کے سامنے جھکے جو رزق دیتا ہے جو ہمارا مالک ہے۔

(12)س۔شرک کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں۔

ج۔ لغوی معنی حصّہ داری اور ساجھا پن کے ہیں۔

اصطلاح میں شرک کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات یا صفات کے تقاضوں میں کسی کو اس کا حصّہ دار اور ساجھی ٹھہرانا۔

(13)س۔شرک کی اقسام لکھیں۔

ج۔ شرک کی تین اقسام ہیں:

(۱)۔ذات میں شرک (۲)۔صفات میں شرک

(۳)۔صفات کے تقاضوں میں شرک

(14)س۔شرک کا آغاز کیسے ہوا۔

ج۔ دنیا کا پہلا انسان عقیدہ توحید ہی کا قائل تھا مگر جیسے جیسے انسانی آبادی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور لوگ ادھر ادھر بکھرنے لگے تو آہستہ آہستہ لوگوں نے سچی تعلیمات کو بھلا دیا اور گمراہی کا شکار ہو کر ایک خدائے بزرگ و برتر کی بجائے کئی خدا ماننے لگے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہیں بھی معبود بنالیا۔ان لوگوں نے جس چیز کو ہیبت ناک دیکھا اس سے خوفزدہ ہوئے کہ اسے دیوتا سمجھ لیا اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔اس طرح انہوں نے آگ کا دیوتا ،سمندر کا دیوتا آندھیوں وغیرہ کے دیوتا گھڑ لئے ، دوسری طرف جن چیزوں کو نفع بخش پایا انکی بھی پوجا شروع کر دی یوں عالم ارض پر شرک کا آغاز ہو گیا۔

(15)س۔شرک کے متعلق قرآنی آیت تحریر کریں۔

ج۔ اِنَّ الْشِرْ کَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

ترجمہ:۔بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

(16)س۔ذات میں شرک کا مفہوم واضح کریں۔

ج۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کسی دوسرے کو حصہ دار سمجھنا مثلاً کسی کو اللہ کا بیٹا یا بیٹی بنانا ذات میں شرک کہلاتا ہے۔

(17)س۔صفات میں شرک سے کیا مراد ہے۔

ج۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جیسی صفات کسی دوسرے میں ماننا علم ،قدرت ،اختیار اور ارادہ جیسا اللہ کے پاس ہے کسی اور مخلوق کے لئے بھی وہی صفت ثابت کرنا صفات میں شرک کہلاتا ہے۔

(18)س۔صفات کے تقاضوں میں شرک سے کیا مراد ہے۔

ج۔ اللہ تعالیٰ عظیم صفات کا مالک ہے۔ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے سر جھکایا جائے۔اللہ کے قانون کے علاوہ کسی دوسرے کے بنائے ہوئے قانون و نظام زندگی کو حق جاننا اور اِسی کے مطابق زندگی گزارنا صفات کے تقاضوں میں شرک کہلاتا ہے۔

(19)س۔انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات لکھیں:

ج۔ o۔عزتِ نفس o۔انکسار o۔وسعتِ نظر

o۔استقامت و بہادری o۔رجائیت اور اطمینانِ قلب o۔پرہیزگاری

(20)س۔اسلام کا دوسرا اہم عقیدہ کونسا ہے۔

ج۔ اسلام کا دوسرا اہم عقیدہ رسالت ہے۔

(21)س۔رسالت کا لغوی و اصطلاحی معنی لکھیں۔

ج۔ لغوی معنی پیغام پہنچانا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے کو رسالت کہا جاتا ہے۔

(22)س۔رسول کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں۔

ج۔ لغوی معنی: لغت میں پیغام پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی: اسلامی اصطلاح میں رسول اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔

(23)س۔وحی کا لغوی و اصطلاحی معنی لکھیں۔

ج۔ لغوی معنی دِل میں چُپکے سے کوئی بات ڈالنا اور اشارہ کرنے کے ہیں۔

اصطلاحی معنی اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام جو اس نے اپنے کِسی رسول کی طرف فرشتے کے ذریعے نازل کیا یا براہِ راست اس کے دِل میں ڈال دیا۔

(24)س۔ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے۔

ج۔ رسول صاحبِ کتاب اور شریعت ہوتا ہے جبکہ نبی کے پاس نئی کتاب یا نئی شریعت نہیں ہوتی بلکہ سابقہ احکام کی تعلیم دیتے ہیں۔

(25)س۔ پیغمبر اسلام کے بحثیت شارح ہونے کی وضاحت کریں۔

ج۔ نبی اللہ کا راستہ دکھاتا ہے اس لئے اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے اسی طرح پیغمبر کتاب اللہ کا شارح ہوتا ہے امت کا معلم اور مربی ہوتا ہے امت کے لیے نمونہ تقلید ہوتا ہے۔

(26)س۔ کیا حضور ﷺ کی تعلیمات محض نظری ہیں؟

ج۔ رسول اکرم ﷺ نے جو تعلیمات پیش فرمائیں ان کی حیثیت محض نظری فکری و تصوراتی نہیں۔ بلکہ خود ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کر کے دکھایا۔

(27)س۔ انبیاء کی خصوصیات لکھیں۔

ج۔ o۔ بشریت o۔ امانت o۔ تبلیغ احکامِ الٰہی

o۔ معصومیت o۔ واجب الاطاعت

(28)س۔ رسالتِ محمدی ﷺ کی خصوصیات لکھیں۔

ج۔ o۔ عمومیت o۔ پہلی شریعتوں کا نسخ o۔ کاملیت

o۔ حفاظتِ کتاب o۔ سُنتِ نبوی کی حفاظت o۔ جامعیّت

o۔ ہمہ گیری o۔ ختمِ نبوّت

(29)س۔ ختمِ نبوّت کا مفہوم لکھیں۔

ج۔ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوّت کا جو سلسلہ شروع ہُوا اور یکے بعد دیگرے کئی انبیاء آئے۔ یہ سلسلہ نبی اکرم ﷺ پر آ کر ختم ہو گیا۔ آپؐ پر ایک جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل ہوئی۔ آپ کو ایک کامل شریعت دی گئی۔ آپؐ پر دین کی تکمیل ہوئی۔

(30)س۔عقیدۂ ختمِ نبوّت پر آیت لکھیں۔

ج۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باپ نہیں کسی کے تمہارے مردوں میں سے لیکن اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں۔

(31)س۔عقیدۂ ختمِ نبوّت پر حدیث لکھیں۔

ج۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کنارے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اور وہ اینٹ میں ہوں۔

(32)س۔خلیفۂ اوّل کون ہیں؟

ج۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(33)س۔حضرت ابوبکرؓ نے کن کے خلاف جہاد کیا؟

ج۔ نبوّت کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف

(34)س۔ملائکہ کے معنی لکھیں۔

ج۔ ملائکہ ملک کی جمع ہے۔لغوی معنی قاصد کے ہیں۔اصطلاحی معنی یہ ہے کہ فرشتے اللہ کی نوری مخلوق ہیں جو خالق ومخلوق کے درمیان پیغام رسانی کا فرض ادا کرتے ہیں اور امور تکوینیہ بجالاتے ہیں۔

(35)س۔ایمان بالملائکہ پر کوئی آیت معہ ترجمہ تحریر کریں۔

ج۔ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ

ترجمہ: لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں اور پیغمبروں پر۔

(36)س۔چار مشہور فرشتوں کے نام اور ان کی ذمہ داریاں بیان کریں۔

ج۔ ا۔حضرت جبرائیل علیہ السلام: وحی اور پیغام الٰہی انبیاء اور رسولوں کے پاس

لاتے تھے

۲۔حضرت میکائیل علیہ السلام: بارش اور رزق رسانی پر متعین ہیں۔

۳۔حضرت عزرائیل علیہ السلام: ان کے سپرد روح ہر ذی کی روح قبض کرنا اور ہر جاندار پر موت طاری کرنا ہے۔

۴۔حضرت اسرافیل علیہ السلام: اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور پھونکیں گے۔

(37)س۔رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم لکھیں۔

ج۔ انہیں اللہ کا سچا پیغمبر مانا جائے۔ان کی تعلیمات کو برحق تسلیم کیا جائے۔ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لایا جائے۔

(38)س۔چار مشہور آسمانی کتابوں کے نام لکھیں۔

ج۔ (ا)۔توراۃ (حضرت موسیٰ علیہ السلام پر) (۲)۔زبور (حضرت داؤد علیہ السلام پر)

(۳)۔انجیل (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) (۴)۔قرآن مجید (محمد ﷺ پر)

(39)س۔قرآن کی اہم خصوصیات لکھیں۔

ج۔ o۔آخری آسمانی کتاب o۔محفوظ کتاب o۔زندہ زبان والی کتاب

o۔عالمگیر کتاب o۔جامع کتاب o۔کتابِ اعجاز

(40)س۔آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا مفہوم بیان کریں۔

ج۔ رسولوں پر نازل ہونے والی کتابیں ربانی تعلیمات کا مجموعہ کہلاتی ہیں۔لہٰذا رسولوں پر ایمان لانے کے لیے لازم ہے کہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے۔

(41)س۔کون سی کتاب زندہ زبان کتاب ہے۔

ج۔ قرآن مجید زندہ زبان والی الہامی کتاب ہے۔آج بھی دنیا کے بیس سے زیادہ ممالک کی قومی زبان عربی ہے اور یہ دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔

(42)س۔آخرت کا معنی اور مفہوم لکھیں۔

ج۔ آخرت کے معنی بعد میں ہونے والی چیز کے ہیں۔

مفہوم: انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اِس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔

(43)س۔آخرت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ تحریر کریں۔

ج۔ قرآن مجید آخرت کے تین مراحل بیان کرتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ انسان کی دنیاوی زندگی اس کی آخرت کی زندگی کا پیش خیمہ ہے

۲۔ جس طرح دنیا کی ہر چیز علیحدہ علیحدہ ایک عمر رکھتی ہے اسی طرح پورے نظام عالم کی بھی ایک عمر ہے جس کے تمام ہوتے ہی یہ نظام ختم ہو جائے گا اور ایک دوسرا نظام اس کی جگہ لے لے گا اور نہ ختم ہونے والی زندگی شروع ہو جائے گی۔

۳۔ انسان کو پھر جسمانی زندگی ملے گی اس روز ایک زبردست عدالت لگے گی جس میں انسان کے تمام اعمال کا حساب کتاب لیا جائے گا اسے نیک اعمال کی جزا ملے گی اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔

(44)س۔عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر اثرات کیا ہیں؟

ج۔ o۔نیکی کی طرف رغبت اور بدی سے نفرت o۔بہادری اور سرفروشی

o۔صبر و تحمل o۔مال خرچ کرنے کا جذبہ

o۔احساس ذمہ داری

(45)س۔منکرین آخرت کے دو شبہات اور ان کا ازالہ تحریر کریں۔

ج۔ مشرکین مکہ عقیدہ آخرت کے منکر تھے اس سلسلے میں ان کے شبہات یہ تھے۔

ا۔ وَ قَالُوٓا ءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں نیست و نابود ہوں گے تو کیا کہیں پھر ہم نئے جنم میں آئیں گے۔

۲۔ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ ہِیَ رَمِیۡمٌ○

ترجمہ: کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہوگئی ہوں۔

شبہات کا ازالہ: اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہات کو دور کرتے ہوئے فرمایا تم پہلے موجود نہ تھے۔ تمہیں اللہ نے وجود دیا جو قادرِ مطلق ہے۔ وہ دوسری بار پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

باب دوم

ارکان اسلام سے کیا مراد ہے؟

ارکان جمع ہے رکن کی رکن کے معنی ہیں ستون، بنیاد۔ارکان اسلام کا مطلب ہے وہ بنیادی اصول واعمال جن پر اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔

ان ارکانِ اسلام میں سے سب سے اہم رکن کلمہ شہادت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی دینا نبی اکرم ﷺ نے اسی بات کو خیمے سے تشبیہ دے کر سمجھایا کہ جس طرح خیمے کے درمیان کی لکڑی سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے اسی طرح ارکانِ اسلام میں سے سب سے اہم کلمہ ہے اور باقی ارکان بھی اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح خیمے کے اطراف کی لکڑیاں۔

حدیث جبرائیل میں جب حضرت جبرائیل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔ اسلام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا

قَالَ رُسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلِیُہِ وَآلہٖ وَسَلَّمُ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیُمَ الصَّلٰوۃَ وَتُوْتَی الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحِجَّ الْبَیْتَ

''یہ کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تم نماز قائم کرو۔ زکوۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو''۔

نماز کے فوائد

(فرد کی تعمیر اور معاشرہ کی تشکیل میں نماز کیا کردار ادا کرتی ہے؟)

(۱)۔احساس بندگی (۲)۔اجتماعیت کا شعور (۳)۔پابندئ وقت

(۴)۔برائیوں سے اجتناب (۵)۔عدل ومساوات کا فروغ (۶)۔اطاعت امیر واتحاد

(۷)۔طہارت (۸)۔تبلیغ (۹)۔سحر خیزی

(۱۰)۔رضاء الٰہی

احساس بندگی:

بندہ جب روزانہ پانچ وقت اللہ کے سامنے جھکتا ہے یہ پانچ مرتبہ کی حاضری اس کے دل میں جذبہ اطاعت وبندگی کا احساس تازہ رکھتی ہے۔ یہ احساسِ بندگی اسے صرف عبادت کے اندر ہی حکم الٰہی کا پابند نہیں بناتی بلکہ وہ انسان دیگر معاملات، معاشرت واخلاقیات میں بھی حکم الٰہی کی رعایت رکھتا ہے غرضیکہ اس کی ساری زندگی تعمیل احکام کا عملی مظہر بن جاتی ہے۔

اجتماعیت کا شعور:

باجماعت نمازیں، خاص طور پر جمعہ اور عیدین کی نمازوں سے مسلمانوں میں اجتماعیت کا شعور بیدار ہوتا ہے۔ امت مسلمہ میں اجتماعیت، اتحاد واتفاق کا درس ملتا ہے۔ اجتماعی شکل میں کیے جانے والے اعمال زیادہ موثر ہوتے ہیں انفرادی اعمال کے مقابلے میں۔

پابندی وقت:

پانچ وقت کی نماز آدمی کی زندگی میں نظم وضبط پیدا کرنے میں معاونت کرتی ہے نماز کی محافظت کرنے سے اپنے اوقات کی پابندی کی عادت پڑتی ہے اور بے ترتیب زندگی کی بجائے انسان باترتیب اور پابندی وقت کے ساتھ زندگی گزارنے کا عادی بنتا ہے۔

برائیوں سے اجتناب:

بعض اعمال کی اللہ جل شانہ نے خاصیت قرآن میں بیان فرمائی ہے جیسے ذکراللہ کرنے سے دل کو سکون ملتا ہے اور روزہ رکھنے سے تقوی پیدا ہوتا ہے اسی طرح نماز کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ

بے شک نماز برائی اور فحش کاموں سے روکتی ہے۔

نماز کے عمل میں اللہ پاک نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ یہ بندے کو نافرمانیوں سے نکال کر اطاعت کی زندگی کی طرف لے جاتی ہے۔ گناہوں کی گندگیوں سے نکال کر اللہ کا محبوب بنادیتی ہے۔

عدل ومساوات کا فروغ:

جب باجماعت نماز میں سب امیر وغریب، فقیر وغنی، شاہ وگدا، ایک ہی صف میں

کھڑے ہوتے ہیں تو معاشرتی عدل ومساوات کوفروغ ملتا ہےنسل اورذات پات کے لحاظ سے معاشرتی درجہ بندی کے نظریے کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔نماز سے معاشرتی عدم مساوات کا خاتمہ ہوتا ہے بلکہ سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں جس سے معاشرے میں اخوت ومساوات پیدا ہوتی ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز

اطاعت امیر واتحاد:

قوموں کی بقاء اورترقی کے لئے اتحاداوراطاعت امیر بے حد ضروری ہے نماز میں اطاعت امیر اوراتحادملت کی عملی مشق کروائی جاتی ہے کہ ایک امام کی اقتدیٰ میں سب نماز ادا کرتے ہیں اوراسی کے ساتھ رکوع وسجود کرتے ہیں۔

اس طرح نماز کا عمل مسلمانوں میں یہ روح بیدار کرتا ہے کہ ملی اتحاداوراطاعت امیر یہ ہمیشہ قائم رہیں۔

طہارت:

نماز سے طہارت ظاہری اورطہارت باطنی دونوں حاصل ہوتی ہیں طہارت ظاہری کا مطلب ہے جسمانی طہارت۔نمازادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بندہ باوضوہو پاک صاف کپڑے ہوں اور پاک جگہ پر کھڑے ہوکررب کے حضور پیش ہواس طرح نمازی آدمی ظاہری طہارت میں رہتا ہے وہ پانچ وقت منہ دھوئے گا اوراپنے کپڑوں کو بھی نجاست سے بچا کر رکھے گا۔بخلاف بے نمازی آدمی کے کہ اسکو اس چیز کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔نماز سے صرف ظاہری طہارت ہی نہیں ملتی بلکہ نمازادا کرنے سے باطنی طہارت بھی نصیب ہوتی ہے وہ اس طرح کہ نماز آدمی کو معاصی ونافرمانی سے نکال کراطاعت وفرمانبرداری کی زندگی پر لے آتی ہے۔نماز انسان کواس کے رب کے قریب کرتی ہے۔نماز روحانیت کا باعث ہے۔

تبلیغ:

مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے جب مسلمان کشاں کشاں چلتے ہیں تو یہ ایک عملی طور پر تبلیغ بھی ہو رہی ہوتی ہے اور بے نمازی کو ترغیب و تحریص ہوتی ہے کہ وہ بھی نماز کی طرف متوجہ ہو اور یوں پاک صاف ہو کر دربار الٰہی میں سربسجدہ ہو۔ اقوال بدوں اعمال یعنی محض باتیں بغیر عمل کے کوئی خاص تاثیر نہیں رکھتیں اس لئے کہ باتوں سے باتیں پھیلتی ہیں اور عمل سے عمل پھیلتا ہے۔ مسجد میں نماز ادا کرنا بے نمازیوں کے لئے ترغیب کا بھی باعث ہے۔

سحر خیزی:

جو لوگ نماز کی پابندی کرتے ہیں وہ صبح جلدی اُٹھتے ہیں اور شام کو جلدی سونے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے کہ صبح جلدی اُٹھنے کے لئے شام کو جلدی سونا ضروری ہے۔ اور یہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیم کے عین مطابق ہے آپ نے رات نماز عشاء کے بعد دیر تک باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے اور جلدی سونے کی ترغیب دی ہے۔

اگر ہم حفظان صحت کے اصولوں کی طرف نظر کریں تو معلوم ہوتا کہ رات کو جلدی سونا اور صبح کو سورج طلوع ہونے سے قبل جاگنا صحت کے لئے بہت مفید ہے۔

رضاء الٰہی:

ان سب فوائد سے بڑھ کر ایک عظیم فائدہ جو انسان کو نماز سے حاصل ہوتا ہے وہ ہے اللہ کی رضاء اور خوشنودی۔ کہ نماز ادا کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور نمازی آدمی اللہ کی امان میں آجاتا ہے نماز کی پابندی کرنے والے کی قبر روشن کردی جائے گی۔ نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا اور بغیر حساب کے جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

روزے کے مقاصد اور عملی زندگی پر اثرات

مقاصد:

o۔رضا الٰہی o۔حصول تقویٰ o۔ضبط نفس

رضاء الٰہی:

تمام نیک اعمال خواہ وہ نماز ہو یا روزہ، صدق ہو یا امانت داری ان سب اعمال کو کرنے کا اولین مقصد ہونا چاہیے اللہ رب العزت کی خوشنودی کا حصول۔اور یہی مومن کی شان ہے کہ وہ اپنے ہر عمل سے اللہ کی رضا تلاش کرتا ہے۔

روزہ رکھنے کا بھی اول مقصد اللہ کے حکم پر عمل کر کے اس کی رضاء وخوشی حاصل کرنا ہونا چاہیے۔ہر مسلمان روزہ اس لئے رکھتا ہے کیونکہ اللہ نے اس کو قرآن میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَـاَيُّهَـا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم پر ہیزگار بن جاؤ“۔

حصول تقویٰ:

روزہ رکھنے کا دوسرا مقصد ہے تقویٰ (پرہیزگاری) کو حاصل کرنا۔یہ حکمت اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے کہ ہم نے تم پر روزے اس لئے فرض کئے تا کہ تم متقی

و پرہیزگار بن جاؤ تقوی کہتے ہیں دل کی ایسی کیفیت جو انسان کو برائیوں سے روک دے اور نیکی کی طرف ترغیب دے۔

روزے رکھنے سے اس کیفیت کے حصول میں مدد ملتی ہے۔ روزے سے انسان کی مشق ہو جاتی ہے وہ بھوک اور پیاس کے باوجود افطاری تک کچھ نہیں کھاتا پیتا بلکہ اللہ کا حکم پورا کرتا ہے۔ اسی طرح وہ دل میں جنم لینے والی خواہشات کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں دبا لیتا ہے۔

ضبط نفس:

روزے کا مقصد انسان کی خواہشات کو احکام الٰہی کے تابع کر کے متقی بنانا ہے۔ روزہ رکھنے سے آدمی میں نفس کی خواہشات کو ضبط کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جو شخص ہر سال ایک مہینہ تک صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی بنیادی خواہشات پر قابو پا لیتا ہے یعنی جو چیزیں عام حالات میں جائز ہوتی ہیں مثلاً کھانا پینا لیکن وہ اللہ کے حکم کی وجہ سے ان سے بھی رک جاتا ہے تو یہ خواہشات کو ضبط کرنے کی قوت اس کو اللہ کی نافرمانیوں سے بھی باز رکھے گی۔ وہ ان اعمال سے بھی آدمی ضرور بچے گا جن کو اللہ جل شانہ نے کبھی جائز ہی قرار نہیں دیا مثلاً جھوٹ۔ چوری۔ قتل وغیرہ۔ ضبط نفس کا حصول روزے کا اولین مقصد ہے۔

روزے کے فوائد

o۔ احساس بندگی	o۔ طبی فوائد	o۔ دوسروں کی غم خواری
o۔ گناہوں کے لئے ڈھال	o۔ اجرِ عظیم	o۔ قناعت وشکر گزاری
o۔ باہمی اتحاد		

احساس بندگی:

روزے سے بندگی کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ ایک مسلمان رمضان کا پورا مہینہ روزے

رکھتا ہے اور روزہ رکھ کر کھانے پینے اور بری باتوں سے رکتا ہے۔ ہر آن اسکو خیال ہوتا ہے کہ کوئی ایسا کام نہ ہو جو روزے کو توڑ دے یہ راسخ خیال باقی زندگی میں بھی اس چیز کے پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے کہ تمام عمر اللہ جل شانہٗ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزارنی چاہیے۔

طبی فوائد:

روزے سے بہت سے طبی فوائد انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔

سال میں کچھ ایسے ایاّم آنا جس میں معدہ خالی رہے یہ انسانی صحت کے لئے مفید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے:

''کہ روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے''۔

نظام انہضام درست رہتا ہے۔

دوسروں کی غم خواری:

روزے رکھنے سے دوسروں کے ساتھ غم خواری کا جذبہ پیدا ہوگا۔ بھوک کا احساس اور پیاس کی شدت اسکو دوسروں کے ساتھ اظہار ہمدردی پر آمادہ کرتی ہے جن کو غربت کی وجہ سے بھوک و پیاس برداشت کرنا پڑتی ہے۔ جن پر کئی کئی راتیں خالی پیٹ ہی گزر جاتی ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک پر انسان آمادہ ہوتا ہے اور ان کی مالی امداد کرنا اپنے لیے ضروری خیال کرتا ہے۔

گناہوں کے لئے ڈھال:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

الصَّوْمُ جُنَّةٌ[11] (روزہ ڈھال ہے)

روزہ دار آدمی متعدد گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ یعنی روزہ انسان کو جھوٹ، چوری، غیبت اور بدکاری سے بچاتا ہے روزہ دار کے دل میں تقوی اور خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور تمام

برائیاں اور گناہ تقوی کے خلاف ہیں اس لیے روزہ داران سے بچتا ہے۔

اجر عظیم:

روزے پر عنداللہ کیا ملے گا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الصّومُ لِی وَاَنَا اَجْزِی بِهِ

روزے میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزادوں گا یہ بہت بڑا انعام ہے جتنا بڑا بادشاہ ہوتا ہے وہ اپنی شان کے مطابق ہی انعام واکرام کیا کرتا ہے۔ **احکم الحاکمین** اپنی شان وعزت کے مطابق روزہ دار کو اس کے روزے کا بدلہ دیں گے۔

قناعت وشکرگزاری:

روزہ جس طرح انسانی جسم کے لئے فائدہ مند ہے اور اس میں کئی طبی فوائد ہیں اسی طرح روحانی ترقی میں بھی روزہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزہ انسان میں صبر، شکر، قناعت، ہمدردی وغم گساری جیسی اچھی صفات پیدا کرتا ہے۔ بھوک اور پیاس پر صبر کرنا اس کو مختلف نعمتوں کا احساس دلاتی ہے کہ دنیا کی کیا کیا نعمتیں میں استعمال کرتا ہوں احساس نعمت کی وجہ سے انسان شکر پر آمادہ ہوتا ہے اللہ کے سامنے جھکتا ہے کہ اس مالک الملک نے یہ تمام نعمتیں مجھے عطا کی ہیں۔

غیر شعوری طور پر بہت سی اچھی صفات روزہ دار میں پیدا ہوجاتی ہیں۔ کم سے کم غذا پر گزارہ کرنے کی عادت سے انسان میں قناعت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

باہمی اتحاد:

باہمی اتحاد کے بغیر قوموں کا بقاء وارتقاء ناممکن ہے۔ باہمی اتحاد قوموں کی ترقی کا ضامن ہے۔ روزہ اگرچہ انفرادی عمل ہے مگر عملاً ایک ہی وقت میں پوری اسلامی دنیا کا ایک ہی طرح کی عبادات میں مصروف رہنا باہمی اتحاد و یگانگت کے فروغ کا باعث بنتا ہے۔

زکوٰۃ

مفہوم:

زکوٰۃ کا لغوی معنی ہے پاک ہونا، نشوونما پانا۔اس عمل سے آدمی کا مال پاک ہو جاتا ہے اور بڑھتا بھی ہے۔اس لئے اسکو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کی تعریف یہ ہے۔ایک ایسی مالی عبادت جو ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہوتی ہے۔

اہمیت:

زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے ایسی اہم ترین عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر اس کو نماز کے ساتھ ذکر کیا ہے۔اقیموا الصلوٰۃ واٰتو الزکوٰۃ. نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔ انسانی معاشرت کی تشکیل میں نظام معیشت بہت اہمیت کا حامل ہے، اللہ نے اس دینا میں اسلام کو مکمل ضابطہ حیات بنا کر نازل کیا ہے۔اس میں جیسے احکامِ معاشرت یعنی آپس میں رہنے سہنے کے اصول وفوائد بیان کئے گئے ہیں اسی طرح دین الٰہی میں نظام معیشت کے بارے میں بھی تفصیل سے احکام نازل فرمائے گئے ہیں۔

اسلامی نظام معیشت میں زکوٰۃ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔زکوٰۃ کے عمل سے معاشرے میں معاشی عدل فروغ پاتا ہے معاشرے میں غربت اور فقر کم ہوتا ہے۔دولت کی تقسیم صحیح ہوتی ہے۔

مسائل زکوٰۃ

مختلف اشیاء پر زکوٰۃ کا نصاب درج ذیل ہے:

ا۔ نقدی یا نوٹ یا سرمائے کی دوسری صورتیں

52 1/2 (ساڑھے باون) تولے چاندی کی مالیت کے برابر

علماء کے نزدیک 200 درہم

۲۔	سونا اور سونے کے زیورات	7 1/2 (ساڑھے سات) تولے
۳	چاندی	52 1/2 (ساڑھے باون) تولے
۴۔	اونٹ	5 عدد
۵۔	گائے	30 عدد
۶۔	بکریاں	40 عدد

۷۔ بارانی زمینوں کی پیداوار پر 10% عشر

۸۔ آبپاشی کی پیداوار پر 20% زکوٰۃ

مصارف زکوٰۃ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُھُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ط فَرِیْضَةً مِنَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (سورۃ التوبہ آیت 60)

ترجمہ: ''یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہیں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہے۔ نیز گردن چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ یہ فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور حکمت والا ہے''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ آٹھ مدّوں میں خرچ کی جاسکتی ہے:

۱)۔**فقراء:** جسکے پاس نصاب کی بقدر مالیت نہ ہو یا جو زندہ رہنے کے لیے دوسروں کا محتاج ہو معذور ہو یا کوئی کام نہ کرسکتا ہو۔

۲)۔**مساکین:** وہ شخص جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا اور پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔ جسکے پاس نصاب کی بقدر مالیت نہ ہو اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا ہو۔ گویا وہ شریف النفس شخص ہو۔

۳)۔**عاملین زکوٰۃ:** محکمہ زکوٰۃ میں کام کرنے والے لوگ۔

۴)۔**مؤلفۃ القلوب:** نومسلم جن کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔

۵)۔**غلاموں کی آزادی:** اس زمانہ میں غلامی کا رواج تھا۔ غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

۶)۔**قرض داروں کی مدد:** جو لوگ قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں زکوٰۃ سے ان کے قرض اتارنے میں مدد کی جائے۔

۷)۔**راہ خدا میں:** وہ حضرات جو اپنی صلاحیتوں کو راہ خدا میں صرف کرنے کی وجہ سے دنیاوی اُمور سے رکے ہوئے ہوں۔ فقہاء کے نزدیک راہ خدا سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

۸)۔**مسافر:** وہ غریب الوطن جو دورانِ سفر کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو زکوٰۃ کی مد سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔

جن افراد کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی:

۱)۔ زکوٰۃ تندرست اور قوی شخص کو نہیں دی جاسکتی۔ (ابوداؤد)

۲)۔ زکوٰۃ والدین کو نہیں دی جاسکتی۔ (المغنی)

۳)۔ زکوٰۃ اولاد کو نہیں دی جاسکتی۔ (المغنی)

۴)۔ زکوٰۃ بیوی کو نہیں دی جاسکتی۔(المغنی)

۵)۔ غیر مسلموں کی زکوٰۃ کی مد سے امداد نہیں کی جائے گی۔(معالم السنن)

۶)۔ بنی ہاشم پر زکوٰۃ لینا شرعاً حرام ہے۔(صحیح مسلم)

یہودیوں کے ہاں آل ہارون کو صدقات کا عشر دیا جاتا تھا۔لیکن حضورؐ نے اسے اپنے اور اپنے خاندان کے لیے حرام قرار دیا۔تاکہ مخالفین کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ نبی عربی نے زکوٰۃ کے ذریعے اپنے خاندان کی معاشی ضرورتوں کا مستقل بندوبست کرلیا۔

زکوٰۃ اور ٹیکس کا فرق

۱)۔زکوٰۃ نماز کی طرح اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔اور مالی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔	۱)۔ٹیکس کی ادائیگی دینی عبادت نہیں۔
۲)۔زکوٰۃ صرف مسلمانوں سے لی جاتی ہے اور انہی میں سے حاجت مندوں اور غریبوں کو دی جاتی ہے۔	۲۔ٹیکس مسلم اور غیر مسلم سب پر بلا امتیاز عائد ہوتا ہے اور امیر وغریب سب کی فلاح پر خرچ ہوتا ہے۔
۳)۔زکوٰۃ کی حد اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔	۳۔ٹیکس قانون، اسمبلی، پارلیمان یا سرکاری ادارہ عائد کرتا ہے۔
۴)۔زکوٰۃ کی مقدار مقرر ہے۔	۴)۔ٹیکس کی شرح کم وبیش ہوتی رہتی ہے۔
۵)۔زکوٰۃ کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی پیش نظر ہوتی ہے۔	۵)۔ٹیکس کی ادائیگی میں آخرت کا کوئی ثواب نہیں۔

فلسفہ حج اور فوائد حج

فلسفہ حج سے کیا مراد ہے؟

مفہوم:

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے حج کا لغوی معنی ہے زیارت کا ارادہ کرنا شریعت کی زبان میں حج کہتے ہیں مخصوص ونوں (9ذوالحجہ سے 12ذوالجہ) مخصوص دنوں میں کعبۃ اللہ کی زیارت کا قصد کرنا اور مکہ مکرمہ کے قرب وجوار میں شعائر اللہ مثلاً منیٰ، صفا مروہ میں مخصوص اعمال بجالانا، حج کہلاتا ہے۔

فرضیت:

حج ہر عاقل، صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک دفعہ فرض ہوتا ہے۔ صاحب استطاعت کا مطلب ہے۔ وہ شخص جس کے پاس صحت، مال اور سفر کی سہولیات موجود ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً

''اور اللہ ہی نے ان لوگوں پر حج کو فرض کیا ہے جو اس سفر کی طاقت رکھتے ہیں''۔

نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

''اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس تم ضرور حج کرو''۔

اور آپ نے فرمایا: ''جس شخص کو کسی بیماری یا واقعی ضرورت یا حاکم نے روک نہ رکھا ہو اور وہ اس کے باوجود بھی حج نہ کیا خواہ وہ یہودی مرے یا نصرانی''۔ (ترمذی)

جامع ترین عبادت:

ارکان اسلام میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن میں صرف بدن اطاعت الٰہی میں مصروف ہوتا ہے مثلاً نماز روزہ ان میں مشقت صرف بدن کو اٹھانا پڑتی ہے اور کچھ عبادتیں مالی نوعیت کی ہیں مثلاً زکوۃ۔عشر وغیرہ ان میں مشقت بدن کو نہیں ہوتی بلکہ مال اطاعت الٰہی میں خرچ کیا جاتا ہے جبکہ حج ایسی عبادت ہے جس میں مال بھی راہ خدا میں صرف ہوتا ہے اور بدن کو بھی راہ خدا میں مشقت وتکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔اس میں جامعیت ہے اس عبادت میں باقی تمام عبادتوں کی روح موجود ہے۔

☆۔ حج کی روانگی سے واپسی تک نماز قرب الٰہی کا سبب ہے۔

☆۔ حج پر مال کا خرچ ہونا زکوۃ کے مشابہ ہے۔

☆۔ خواہشات نفس کو دبا کر اور اخلاقی برائیوں سے بچ کر مناسک حج (ارکان) ادا کرنا روزے کے مشابہ ہے۔

☆۔ گھر سے دوری اہل وعیال سے بچھڑنا اور سفر کی مشقت میں جہاد کا رنگ ہے۔

☆۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی صدائیں ذکر الٰہی میں محو ہونے کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔

☆۔ دو اَن سلی چادریں باندھ کر بیت اللہ کا طواف کرنا اپنے فقر،احتیاج،اور عاجزی ومسکنت کا اظہار ہے اور اللہ کی کبریائی،شان،اور عظمت کا اقرار کرنا ہے

غرض یہ ایسی عبادت ہے جس میں تمام عبادتوں کی روح پائی جاتی ہے۔

مناسک حج:

حج کے وہ ارکان واعمال جن کی انجام دہی حج میں کی جاتی ہے مناسک حج کہلاتے ہیں۔مناسک حج مندرجہ ذیل ہے۔

o۔احرام	o۔تلبیہ	o۔طواف	o۔مقام ابراہیم
o۔حجر اسود	o۔سعی	o۔وقوف عرفات	o۔رمی

o۔قربانی o۔حلق وقصر o۔طوافِ وِداع

احرام: احرام سے مراد دوان سلے کپڑے جن کو حاجی پہنتا ہے۔ایک تہہ بند کی طرح باندھا جاتا ہےاور دوسرا کندھے پر ڈالا جاتا ہے۔

تلبیہ: ان کلمات کو کہتے ہیں جن کو حاجی دوران حج دہراتے ہیں۔

کلمات یہ ہیں:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ

ترجمہ: ''حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں سب تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور بادشاہت بھی تیرے لئے ہے۔تیرا کوئی شریک نہیں''۔

طواف: خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے کا نام طواف ہے۔

مقام ابراہیم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہوکر بیت اللہ کی دیوار بلند کی تھی وہ پتھر بیت اللہ کے قریب نصب ہے اس کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے۔

حاجی طواف کے بعد دو رکعت نفل نماز یہاں پر ادا کرتے ہیں۔

حجر اسود: حجر اسود سے مراد وہ سیاہ پتھر ہے جو خانہ کعبہ کے ایک کونے میں نصب ہے ہر حاجی دوران طواف اس کو بوسہ دیتا ہے اگر رش زیادہ ہو اور کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو استلام کرتا ہے استلام کہتے ہیں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کیا جائے جو بوسہ کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔

سعی: صفا اور مروہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان چل کر سات چکر لگانا سعی کہلاتا ہے۔

عرفات: عرفات ایک میدان کا نام ہے جو مکہ سے باہر دس میل کے فاصلے پر واقعہ ہے۔اس میدان میں آکر وقوف کرنا (ٹھہرنا) حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔

رمی: رمی کنکر مارنے کو کہتے ہیں میدانِ عرفات سے واپسی پر مزدلفہ کے میدان سے کنکریاں لی جاتی ہیں اور منی کے میدان میں تین جمرات (ستون) ہیں ان کو وہ کنکریاں مارنا رمی جمرات کہلاتا ہے۔

قربانی اور حلق وقصر: منیٰ کے میدان میں رمی کرنے کے بعد حاجی جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور اپنے سر کے بال کا حلق یعنی منڈواتے ہیں یا قصر یعنی کترواتے ہیں۔

طواف وداع: خانہ کعبہ سے رخصتی کے وقت آخری طواف کو طواف وداع کہا جاتا ہے۔

حج کے فرائض

حج میں چار باتیں فرض ہیں اگر ان میں سے کوئی رہ جائے تو حج نہ ہوگا۔

(۱)۔احرام (۲)۔وقوف عرفات خواہ ایک لمحہ کے لئے ہو

(۳)۔طواف زیارت (۴)۔ان تینوں کو مقررہ وقت اور ترتیب سے ادا کرنا۔

حج کی اقسام:

o۔حج افراد o۔حج قران o۔حج تمتع

حج افراد:

افراد کا معنی ہے اکیلا تنہا، حج افراد کا مطلب ہے وہ حج جس میں صرف حج کی نسبت سے احرام باندھا ہو۔عمرہ کی نیت نہ کی گئی ہو۔

حج قران:

قران کا معنی ہے دو چیزوں کو آپس میں ملانا حج قران کا مطلب ہے احرام باندھتے وقت حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرلے دونوں کی طرف سے احرام باندھے۔

حج تمتع:

تمتع کا معنی ہے فائدہ اٹھانا۔حجِ تمتع کا مطلب ہے کہ عمرہ اورحج اکھٹے کرے مگر دو احراموں کے ساتھ وہ اس طرح کہ پہلے احرام باندھےاور عمرہ کرے پھراحرام کھول لےاور جو چیزیں احرام کی وجہ سے حرام تھیں ان سے فائدہ اٹھائے پھردوبارہ احرام باندھ کرحج کرلے۔اس کوحج تمتع کہتے ہیں۔

حج کےفوائد

o۔قرب خداوندی o۔اتحادملت o۔اقتصادی ترقی

o۔امت کی شان وشوکت o۔مرکزیت o۔اخوت ومساوات

قرب خداوندی:

حج کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ رضاء الٰہی کا عظیم سبب ہے اس نیکی اور عمل خیر کی بدولت اللہ تعالیٰ آدمی کے سابقہ تمام گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور حاجی کو گناہوں سے ایسے پاک کردیتے ہیں جیسا کہ پیدائش کے وقت تھا۔اللہ تعالیٰ حاجی کی دعائیں اس وقت تک قبول کرتے رہتے ہیں جب تک وہ واپس گھر نہ آجائے۔

اتحادامت:

حج کا عظیم الشان اجتماع مسلمانوں کے ملی اتحاد کا سبب بنتا ہے مختلف علاقوں،قوموں اورزبانوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں جس سے مسلم اقوام کے آپس میں روابط بڑھتے ہیں ان تعلقات کی بدولت مسلمانوں میں ملی اتحاد کا جذبہ اجاگرہوتا ہے۔

اقتصادی ترقی:

حج سے جس طرح مسلمانوں کومعاشرتی واخلاقی فوائد حاصل ہوتے ہیں اسی طرح

اقتصادی طور پر بھی بہت نفع حاصل ہوتا ہے۔لوگوں کا بہت زیادہ تعداد میں جمع ہونا۔اور اشیاء کی خرید وفروخت کرنا برآمدات و درآمدات کا سبب بنتا ہے جس سے کئی افراد کے لئے روزگار کے دروازے کھلتے ہیں۔

امت کی شان وشوکت:

جب دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان ہر قسم کے نسلی، قومی و وطنی امتیازات سے بلند ہو کر ایک ہی کلمہ دہراتے ہیں لبیک اللھم لبیک سب ایک ہی کیفیت میں سرشار ہو کر اپنے مالک وخالق کو پکارتے ہیں ایک ہی لباس میں اور ایک ہی طرح کے کلمات کے ساتھ یہ عظیم الشان اجتماع ملت اسلامیہ کی شان وشوکت کا آئینہ دار ہوتا ہے اس سے امت مسلمہ کی شان ظاہر ہوتی ہے۔یہ منظر باقی امت کے لئے ایمان افروز ثابت ہوتا ہے۔

مرکزیت:

حج کا سالانہ اجتماع امت مسلمہ کے ایک مرکز پر جمع ہونے کا سبب بنتا ہے، مسلمانوں کو اپنے مرکز میں جمع ہونے کا موقع ملتا ہے۔جس میں مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے کئی طرح کی زبانیں بولنے والے جمع ہوتے ہیں اور ہر قسم کی نسلیت ،قومیت ووطنیت کے بت کو توڑ کر اپنے آپ کو ایک ملت تصور کرتے ہیں اور عملاً واضح کرتے ہیں کہ ہم ایک رسول کے امتی ایک ہی منزل (حصول آخرت) کے راہی ہیں ہمارا مرکز کعبۃ اللہ ہے۔ہمارا منشور ودستور سنت رسول اللہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ زندگی کے علاوہ تمام طرز زندگی جہالت وگمراہی کی طرف لے کر جانے والے ہیں۔

اخوت ومساوات:

اگرچہ اسلام میں تمام احکام کے اندر حفظ مراتب کی رعایت رکھی جاتی ہے حفظ مراتب

کا مطلب ہے جس کی جو شان وقدر ہے اس کے مطابق حقوق وفرائض بیان کئے گئے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اسلام ان تمام درجہ بندیوں کو حرام قرار دیتا ہے جو نسلی یا قومی بنیاد پر کی جاتی ہیں اور ہر طرح کے نسلی تفاخر کو ناجائز قرار دیتا ہے۔اور معاشرے کی بنیاد اخوت پر رکھی جاتی ہے۔

جہاد اسلامی سے کیا مراد ہے؟ اس کی اقسام وفضائل بیان کریں۔

جہاد اسلامی سے کیا مراد ہے؟

جہاد کا لغوی معنی ہے کوشش کرنا۔ دینی اصطلاح میں جہاد کہتے ہیں ہر وہ کوشش اور جدوجہد جو دین کی سربلندی کے لیے کی جائے یا کفر کے انہدام کے لیے کی جائے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو۔اس اعتبار سے جہاد کا لفظ اپنے اندر وسیع تر مفہوم رکھتا ہے۔ جہاد کا لفظ جس طرح قتال کو شامل ہے اسی طرح جہاد بالنفس، جہاد بالمال اور جہاد بالقلم کو بھی شامل ہے۔ الغرض کوئی بھی ذریعہ اور واسطہ جس سے دین اسلام کی حفاظت ہو اور دشمنانِ اسلام غارت ہوں جہاد کہلاتا ہے۔

جہاد اور جنگ میں فرق:

جنگ کے اندر ایک قوم دوسری قوم پر غلبہ اور تسلط حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جنگ کا مقصد دشمن کو زیر اثر بنا کر اس کے مال وجاگیر پر قبضہ کرنا ہوتا ہے۔طاقت کے بل بوتے پر اس کے باغات ومحلات پر قبضہ کیا جائے۔مخالف قوم کے لوگوں کو اپنا غلام بنایا جائے۔ان کا مال و دولت لوٹ لیا جائے۔اسی لیے عام طور پر جنگ کے اندر کسی اخلاقی قدر کی رعایت نہیں کی جاتی کیونکہ مقصود صرف مال ودولت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ جہاد کا مقصد ہرگز ہرگز کسی کے مال کو چھیننا یا اس کے خطے پر قبضہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ جہاد کا مقصد صرف اور صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہے یعنی

اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہوتا ہے۔ مسلم افواج اللہ کے نافرمانوں اور کافروں کے سامنے احکامِ الٰہی پیش کرتے ہیں کہ جس رب کی دھرتی پر تم رہتے ہو اس کے فرمانبردار بن کر زندگی بسر کرو۔ اس خطہ کا نظم ونسق اسلامی قوانین کے مطابق چلنے دو اور اس کے تابع ہو کر زندگی گزارو۔ اگر وہ اللہ کی حاکمیت تسلیم کریں اور اسلام قبول کر لیں تو وہ ہمارے بھائی ہیں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ کے بدلے ان کے مال وجان کی حفاظت کریں گے اور اگر وہ اس نظامِ الٰہی کی مخالفت کریں تو پھر ان سے لڑیں گے۔ حتی کہ کافر قوم حکم الٰہی کے سامنے گھٹنے ٹیک دے اور اللہ کی حاکمیت تسلیم کر لے اور اس خطے کا نظم ونسق اسی احکم الحاکمین کے حکم کے مطابق کر دیا جائے جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ جہاد کا مقصد جنگ سے بہت مختلف ہے۔ اس لیے ان دونوں کو ایک چیز نہ سمجھنا چاہیے جنگ میں طاقت کا استعمال کیا جاتا ہے مال وزر اور جاگیر حاصل کرنے کے لیے جبکہ جہاد میں طاقت کا استعمال کیا جاتا ہے خدا کی دھرتی پر خدا کے قانون کو نافذ کرنے کے لیے اور اسلام کی حفاظت کے لیے۔ جب کسی خطہ پر اسلامی قوانین نافذ ہو جاتے ہیں تو ان قوانین کا حسن انتظام، بہترین معاشرہ اور عادلانہ نظام زندگی غیر اقوام کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کو احساس ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کس قدر سچی ہیں۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والے مجاہد کس قدر اعلیٰ کردار کے مالک ہیں۔ اسلام کا حسن انتظام اور مسلمانوں کے کریمانہ اخلاق ان کی ذہنی تبدیلی کا سبب بنتے ہیں اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ مخالفین اسلام کی طرف سے پراپوگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ جو کہ بالکل غلط بات ہے۔ یہ بات زمینی حقائق کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی کیونکہ شمشیر سے علاقے تو فتح ہو سکتے ہیں مگر دل نہیں۔ ذہنی تبدیلی تو اچھے اور کریمانہ اخلاق کی بدولت ہی آیا کرتی ہے اور مسلمانوں کے اچھے اخلاق سے ہی متاثر ہو کر لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ ذمینی حقائق بھی اس بات پر گواہ ہیں کہ جن علاقوں پر مسلمانوں نے حکومت کی تو حکومت کے ختم ہونے کے بعد بھی وہ لوگ مسلمان رہے اسلام کو نہیں چھوڑا کیونکہ ان کے قلوب واذہان اسلام کی تعلیمات سے متاثر تھے وہ تلوار کی وجہ سے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

جہاد کی اقسام

جہاد بالنفس:

اطاعت الٰہی سے روکنے والی پہلی قوت انسان کی اپنی خواہشات ہیں جو ہر وقت انسان کے دل میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔اپنے آپ کو برائی سے روکنا، اللہ کی فرمانبرداری پر قائم رکھنا اور دل کی خواہشات کو اللہ کے حکم کے سامنے دبا لینا بھی جہاد ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس جہاد کو جہادِ اکبر قرار دیا ہے۔اپنے نفس کا سامنا انسان کو ہر وقت رہتا ہے اور اپنے نفس پر قابو پائے بغیر انسان جہاد کے کسی میدان میں بھی فتح حاصل نہیں کر سکتا۔اس لیے جہاد کی یہ قسم بہت اہمیت کی حامل ہے۔

جہاد بالمال و جان:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جو مومن خدا کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے
وہ سب سے بہتر ہے''۔(مسلم)

اپنے مال اور جان کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ۔
یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو''۔(التوبہ:۴۱)

اپنے مال کو دین کی سربلندی کے لیے خرچ کرنا جہاد بالمال کہلاتا ہے۔

جہاد باللسان:

اپنی قوتِ بیان اور کلام کے ذریعے کفر کی سازشوں کو بے نقاب کرنا اور اسلام کے

خلاف کفر کے پراپوگنڈے کو دور کرنا جہاد باللسان کہلاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا:

''مشرکین کی ہجو کہو۔ اس وقت جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں''۔ (صحیح بخاری و مسلم)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا بڑا جہاد ہے''۔ (جامع ترمذی)

دشمنان اسلام کی غلط باتوں کا جواب دینا اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کرنا ضروری ہے تا کہ مسلمانوں کو شکوک شبہات سے بچایا جا سکے۔

جہاد بالسیف:

جہاد بالسیف کا مطلب ہے تلوار سے جہاد کرنا یعنی جب طاغوتی طاقتیں اسلام کے راستے میں آڑے آئیں تو ان سے لڑنا تا کہ مسلمانوں کا ملی تحفظ کیا جائے۔ بقائے دین کے لیے بزور شمشیر اسلامی خطہ کی حدود کی حفاظت کی جائے۔

جہاد بالسیف کی اقسام ہیں:

o۔ مدافعانہ جہاد o۔ مصلحانہ جہاد

ا)۔ مدافعانہ جہاد:

مدافعانہ جہاد کو دفاعی جہاد بھی کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم قوت مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو اس کے حملہ سے مسلمانوں کے مال و جان کے تحفظ کے لیے نبرد آزما ہونا مدافعانہ جہاد کہلاتا ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم قوم اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہو تا کہ مسلمانوں پر تسلط حاصل کر لیا جائے تو وہاں رہنے والے تمام مسلمانوں پر شریعت کی رو سے جہاد فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے دین و ایمان، مال و جان اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے جنگ کریں اور اپنے آپ کو طاغوتی طاقتوں

کے تسلط سے نجات دلائیں۔

۲)۔ مصلحانہ جہاد:

مصلحانہ جہاد کو اقدامی جہاد بھی کہا جاتا ہے۔ جو شخص بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہے یعنی اللہ وحدہ لاشریک کی حاکمیت اور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت قبول کرتا ہے اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ ساری دنیا میں اللہ کی حاکمیت اور نبی اکرم ﷺ کی شریعت کو نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کرتا رہے۔ غلبہ اسلام کے لیے ہر سطح پر کوشش کرے اور کفریہ طاقتوں کو نیست و نابود کرنے کی تدبیر کرتا رہے تاکہ دین کی سربلندی میں اور شریعت کے نافذ کرنے میں یہ طاقتیں آڑے نہ آسکیں۔

کفر کی طاقت کو کمزور کرنے اور نظامِ کفر کے خاتمے کے لیے مسلمانوں کا مسلح جدوجہد کرنا مصلحانہ جہاد یا اقدامی جہاد کہلاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَاتِلُوْ هُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ (الانفال:۳۹)

''اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ اور ہو جائے دین سب اللہ کا''۔

فضائل جہاد

اجرِ عظیم کا وعدہ:

جہاد کے عمل پر اللہ جل شانہٗ بہت بڑے اجر کا وعدہ کرتے ہیں قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ اَوْيَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْراً عَظِيْمًا.

ترجمہ: ''اور جو اللہ کے راستہ میں لڑے گا وہ مارا جائے یا غالب آئے اسے ہم ضرور بہت بڑا اجر عطا کریں گے''۔

جہاد میں اللہ فتح عطا فرمائیں یا شکست کا سامنا کرنا پڑے دونوں صورتوں میں مومن اللہ کے دربار میں کامیاب و کامران ہوگا۔ اللہ بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا کہ یہ میرا بندہ صرف

میری خاطر میرے دین کے لیے کفر سے لڑ پڑا۔

مجاہد اللہ کی محبت کا مستحق:

جہاد کا عمل اتنا عظیم ہے کہ اس عمل پر اللہ اپنی محبت کا اعلان فرماتا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا

ترجمہ: ''بے شک اللہ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں قطار باندھ کر''۔

جو لوگ منظّم طریقہ سے کفر کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں کفر سے لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو پسند فرماتا ہے۔

دین کی چوٹی:

نبی اکرم ﷺ نے جہاد کو دین کی چوٹی قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ذِرْوَۃُ سِنَامِہٖ اَلْجِھَادُ کہ میرے دین کی چوٹی، کوہان (بلند پایہ چیز) وہ جہاد ہے۔ کیونکہ جہاد کی بدولت حاصل کیئے گئے تسلط میں اِسلام کے نظامِ اجتماعی مثلاً احکامِ معشیت، احکامِ سیاست اور احکامِ معاشرت نافذ کیئے جا سکتے ہیں اور بدوں تسلط کے ان نظاموں کا نفاذ ناممکن ہے۔ چونکہ جہاد اِسلام کے آدھے حصّے کی احیاء کا سبب بنتا ہے اِس لئے آپ نے فرمایا: ''یہ دین کی چوٹی ہے''۔

افضل ترین عمل:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے ایک صبح یا ایک شام کا سفر دنیا اور جو کچھ اس میں نعمتیں ہیں ان سب سے بڑھ کر ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا''۔ (بخاری و مسلم)

وجوب جنت کا ذریعہ:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ کی راہ میں اتنا عرصہ بھی قتال کیا جتنا کہ اونٹنی کے دودھ دوھنے میں لگتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو گئی''۔ (ترمذی)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ یعنی جہاد کے عمل کا بدلہ اللہ کے ہاں جنت ملے گا۔ بشرطیکہ یہ قتال اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے ہو''۔

اولاد کے حقوق و فرائض قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کریں۔

حقوق و فرائض میں فرق کیا ہے؟

حقوق ان اعمال کو کہا جائے گا جن کا مطالبہ انسان دوسروں سے کرتا ہے۔ حقوق طلب کیے جاتے ہیں جبکہ فرض وہ عمل کہلاتا ہے جو ایک انسان کے ذمہ واجب ہوتا ہے اور خود اس کو وہ کام کرنا پڑتا ہے۔ مطالبہ نہیں کرتا بلکہ خود ادا کرتا ہے۔ جیسے نماز فرض ہے، یعنی خود ہی پڑھنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اولاد کے حقوق اور والدین کے فرائض ایک چیز ہیں۔ اس طرح اولاد کے فرائض اور والدین کے حقوق ہم معنی ہیں۔ اسی طرح میاں کے فرائض اور بیوی کے حقوق ایک چیز ہیں۔

اسلام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ اس میں فرائض کی تعیین کر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے سارے معاشرے کے حقوق خود بخود ادا ہو جاتے ہیں۔

اولاد کے حقوق (والدین کے فرائض)

زندگی کی حفاظت:

اہلِ عرب اسلام سے قبل بہت سی اخلاقی قباحتوں کا شکار تھے اپنی اولاد کو اپنی غربت کے خوف سے قتل کر دینے کا عمل بھی عرب میں رائج تھا۔ خصوصاً بچیوں کو تو وہ زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ قرآن و حدیث میں اس عمل کی شدت سے مخالفت کی گئی ہے۔ بلکہ والدین کے لیے لازمی قرار دیا ہے کہ وہ ان کی زندگی کی حفاظت کریں۔ انہیں غربت کے خوف سے ہرگز قتل نہ کریں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ

ترجمہ: ''اور افلاس کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ (بنی اسرائیل:۳۱)

بنیادی ضروریات کی فراہمی:

اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ ان کو بنیادی ضروریات لباس، غذا اور رہائش مہیا کی جائے۔ جس طرح اس کی دنیاوی ضروریات پر توجہ دی جاتی ہے اس کی بنیادی دینی ضروریات بھی پوری کی جائیں یعنی اس کی اچھی تربیت کی جائے۔ اچھے اخلاق سکھائے جائیں تا کہ بچہ کل کو بڑا ہو کر صحت مند انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا مسلمان بھی بنے۔

تعلیم و تربیت:

بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت ان کا حق ہے۔ ان کو ایسی تعلیم دلوانی چاہیے کہ اپنی معاشی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داریاں بھی پورا کرنے کے اہل ہوں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُوا اَنفُسَکُمْ وَ اَھلِیکُمْ نَارَاً

''اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آگ سے بچاؤ''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''کوئی باپ اپنی اولاد کو حسن ادب سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا''۔

عدل وانصاف:

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد میں تفریق نہ کریں بلکہ ان کے ساتھ عدل وانصاف کا رویہ اختیار کریں اگر کسی ایک کو تحفہ دیا ہے تو دوسرے کو بھی دیا جائے۔ وگرنہ عدم مساوات اور بے انصافی اولاد کے درمیان باہمی اختلافات اور نفرتوں کا سبب بنتی ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے اپنے ایک بیٹے کو غلام تحفہ میں دیا اور حضور اکرم ﷺ سے اس بات پر گواہ رہنے کی درخواست کی آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم نے اپنی باقی اولاد کو بھی یہ تحفہ دیا ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس ظلم میں گواہ نہیں بننا چاہتا۔

دیگر حقوق:

مندرجہ بالا حقوق کے علاوہ شریعت نے اور کئی حقوق اولاد کے لیے مقرر فرمائے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

- اولاد سے شفقت ومحبت سے پیش آیا جائے۔
- اولاد کا نام اچھا رکھا جائے۔
- ان کو وراثت سے محروم نہ کیا جائے۔
- ان کا بر موقع عقد نکاح کیا جائے۔
- دینی تعلیم وتربیت کا خاص انتظام کیا جائے۔

اولاد کے فرائض (والدین کے حقوق)

حسن سلوک:

والدین سے حسن سلوک کی اس قدر اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد فوراً والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُو اِلّا اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا (بنی اسرائیل)

ترجمہ:

''تمہارے رب کا حکم ہے کہ تم اس کی عبادت کرواور والدین سے حسن سلوک کرو''۔

حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ:

اَنِ اشۡکُرۡلِی وَلِوَالِدَیۡکَ (لقمان)

''تجھے ہر وقت میرا اور اپنے والدین کا شکر گزار رہنا چاہیے''۔

اولاد پر فرض ہے کہ ہمیشہ ادب سے پیش آئیں اوران کے شکر گزار رہیں۔

دعائے مغفرت:

والدین کا حق ان کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیے جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡھُمَا کَمَارَبَّیٰنِی صَغِیۡرًا (بنی اسرائیل)

''اے الٰہی میرے والدین پر رحم کر جیسا انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی''۔

خدمت واطاعت:

جائز امور میں والدین کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ان کی نافرمانی کرناان کودکھ پہنچانا گناہِ کبیرہ ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَلا تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَلا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً

ترجمہ: ''ان کواُف تک نہ کہواور نہ ان کوجھڑکواوران کے ساتھ ادب کے ساتھ بات کرو''۔

نبی اکرمﷺ کاارشاد ہے والدین کانافرمان جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

والدین کی خدمت اتنااہم عمل ہے کہ نبی اکرمﷺ نے اس کے بارے میں ارشادفرمایا:

''ذلیل وخوارہووہ شخص جس نے اپنے ماں،باپ کویاان میں سے ایک کوبڑھاپے میں پایااورپھران کی خدمت کرکے جنت حاصل نہ کرسکا''۔

مالی امداد:

معاشرے میں انسان کوجن ہستیوں سے سب سے زیادہ مددملتی ہے وہ والدین ہیں جوصرف انسان کے وجودکاسبب ہی نہیں بنتے بلکہ اس کی تعلیم وتربیت کابھی انتظام کرتے ہیں حتی کہ اپنی جوانی کی بہاریں اورتمام راحتیں اپنی اولادپرقربان کردیتے ہیں۔گرم وسردموسمی حالات کے باوجودمحنت مشقت کرکے اپنی اولادکی ضروریات کوپوراکرتے ہیں اوراپنی اولادکومشکلاتِ زمانہ کی دھوپ سے بچاتے ہیں۔لہٰذاعقل کابھی تقاضاہے اوردینی فریضہ بھی ہے کہ اپنے والدین کی بڑھاپے میں نگہداشت کی جائے۔ان کی تمام ضروریات کاخیال رکھاجائے ان کی مالی معاونت کی جائے۔شریعت کی روسے بڑھاپے میں والدین کے اخراجات اولادپرفرض ہو جاتے ہیں۔

اسلام نے عورت کو معاشرے میں کیا مقام دیا ہے؟

اسلام سے قبل تمام معاشروں میں عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس صنف کے کوئی حقوق متعین نہ تھے نہ ہی وراثت میں کوئی حصہ دیا جاتا حتیٰ کہ اس کی زندگی کے بیشتر فیصلے بھی دوسرے اپنی مرضی سے کرتے تھے لیکن اسلام نے اس طرح کے ظلم واستبداد کا دروازہ بند کر دیا اور عورت کے حقوق وفرائض متعین کیے اور اسے معاشرے میں عزت عطا کی۔ عورت ہمیشہ اسلامی معاشروں میں ماں، بہن، بیٹی یا بیوی کے روپ میں منصبِ شرافت پر فائز رہتی ہے۔ یہ سارے منصب عزت وتکریم کے حامل ہیں۔

اسلام نے عورت پر محنت مشقت کر کے اپنی روزی روٹی کمانا بھی اس کے ذمے نہیں لگایا بلکہ گھر کی نگہداشت اور اولاد کی تربیت کی ذمہ داری اس کو سونپی ہے اور اسکے تمام اخراجات کی ذمہ داری گھر کے سربراہ بھائی، باپ یا شوہر کی صورت میں ان پر ڈالی ہے۔ اسلام نے اس گھر کے چراغ کو کبھی شمع محفل بننے کی اجازت نہیں دی بلکہ عزت وتکریم بخشی ہے۔

اسلامی معاشروں میں عورت خاندانی نظام کی بدولت ہمیشہ سے عزت وتکریم کی مستحق رہی ہے کیونکہ عورت کی پہچان ان منصبوں میں ہے ماں، بہن، بیٹی، بیوی۔

ماں: فرمانِ نبویؐ ہے: ”ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔“

بہن اور بیٹی: فرمانِ نبویؐ ہے ”جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور ان کی اچھی طرح پرورش کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

بیوی: فرمانِ نبویؐ ہے: ”تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو اور میں تم سب سے اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔“

زوجین کے باہمی حقوق

عورت کے حقوق وفرائض:

گھر کا سکون اور خوشگوار ماحول میاں بیوی کے اچھے تعلقات کی بنیاد پر قائم ہوسکتا ہے۔میاں بیوی یہ محض دوفرد ہی نہیں ہوتے بلکہ دوخاندانوں کی شادمانیوں کا سبب بنتے ہیں ان کی آپس میں ناچاکی بہت سے دوسرے رشتوں کو کمزور کردیتی ہے۔قرآن وسنت میں میاں بیوی کے حقوق وفرائض متعین کیے گئے ہیں ان کی بجا آوری سے ناچاکیاں ختم ہوتی ہیں اور محبتوں کی فضا قائم ہوتی ہے۔

عورت کے حقوق (مرد کے فرائض)

حسن سلوک:

شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔آپ ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے:تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر تعلق رکھتا ہے اسی طرح حکمِ الٰہی بھی ہے کہ اپنی عورتوں کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ: ”عورتوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے زندگی بسر کرو“۔

مہر کی ادائیگی:

نکاح کے وقت جو مہر کی رقم مقرر کی جائے اس کو ادا کرنا شوہر پر لازم ہے اور عورت کا حق ہے۔عورت خوش دلی سے معاف کرنا چاہے تو معاف بھی کرسکتی ہے لیکن شوہر کے لیے فرض

یہی ہے کہ اپنی اہلیہ کو مہر ادا کرے۔

عدل وانصاف:

اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان میں عدل وانصاف قائم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بازار سے جو بھی چیز خرید کر لائے انصاف سے تقسیم کرے اپنے اوقات تک کو برابر تقسیم کرے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس آدمی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اور وہ ان میں عدل نہ کرے تو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ ناکارہ ہو چکا ہوگا"۔

نان نفقہ:

بیوی کی بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، لباس ور ہائش کے اخراجات پورے کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو خود کھاؤ وہ بیوی کو بھی کھلاؤ اور جیسا لباس خود پہنو اپنی عورت کو بھی ویسا پہناؤ۔

آپ ﷺ ازواجِ مطہرات کی تمام ضروریات کا خیال رکھتے تھے حتیٰ کہ ہر ایک کا حجرہ مبارک دوسری بیوی سے الگ تھا۔ آپ ﷺ تمام کو خوراک کا سامان مہیا کرتے تھے گو کہ امہات المومنین اس کو فقراء ومساکین میں صدقہ کر دیتی تھیں۔

عورت کے فرائض (مرد کے حقوق)

مال وعزت کی حفاظت:

مرد کی عدم موجودگی میں عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال کو ضائع نہ کرے

اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کی تعریف کی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''حٰفِظٰتٌ لِّلغَیُب '' شوہر کی عدم موجودگی میں اپنی آبرو کی حفاظت کرنے والیاں۔

ایسی عورت اپنے شوہر کے نیک امور کے اجر وثواب میں برابر کی حصہ دار ہوتی ہے۔

اقرباء سے حسنِ سلوک:

بیوی کے فرائض میں سے ہے کہ جس طرح وہ شوہر کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اسی طرح اس کے رشتہ دار بالخصوص والدین سے بھی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور مرد کی دل جوئی کے لیے والدین کی خدمت میں بھی بھرپور حصہ لے۔شوہر کی رضامندی کے مطابق باقی رشتہ داروں سے تعلقات قائم کیے جائیں۔

خوشنودی:

عورت پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کو ناراض نہ کرے نبی اکرم صلی نے اچھی بیوی کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

۱)۔ جب تم اس سے بات کہو تو وہ اطاعت کرے۔

۲)۔ جب تم اسے دیکھو تو تم خوش ہو جاؤ۔

۳)۔ جب تم غیر حاضر ہو تو وہ تمہارے مال وعزت کی حفاظت کرے۔

عورت پر لازم ہے کہ وہ مرد کے مزاج کے مطابق کام کرے لباس، بناؤ سنگھار گفتگو اور رویہ اس طرح کا اختیار کرے جو شوہر کی خوشی کا باعث ہو۔یہ عورت پر فرض بھی ہے اور مرد کا حق بھی۔

اطاعت شعاری:

خاوند کا اہم ترین حق یہ ہے کہ عورت اس کے حکم کی تکمیل کرے گھر کے سربراہ کے

طور پر اسے تسلیم کرے اور جائز امور میں اس کا کہنا مانے اور اگر مرد کسی ایسی بات کا حکم کرے جو شریعت کے خلاف ہو تو اس کی اطاعت نہ کرے۔

اس لئے کہ مخلوق کا حکم خالق کے حکم کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

جو عورتیں مردوں کی اطاعت کرتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت قرآن پاک میں یوں بیان فرمائی ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

''پس نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں''۔

تحمل و بردباری:

تحمل و بردباری سے کام لینا دونوں پر لازم ہے باہمی حقوق کی ادائیگی میں اگر کوئی کمی بیشی ہو جائے تو اس کو تحمل وصبر سے برداشت کرنا چاہئے اگر کسی ایک جانب سے کوئی غلطی ہو بھی جائے تو اس رشتہ کو نبھائے کے لئے ایک دوسرے کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرنا چاہئے بلکہ اپنے ساتھی کی دوسری اچھائیوں پر نظر رکھنے کی اسلام ترغیب دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَعَسٰی اَنْ تَکْرَ هُوْ شَیْئاً وَیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیراً کَثِیراً

''ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں تمہارے لئے بڑی بھلائی رکھ دے''۔

مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

o۔اساتذہ　　o۔غیر مسلم

o۔رشتہ دار　　o۔ہمسائے

اساتذہ

دین اسلام نے علم کی فضیلت اور علماء کی قدر بیان فرمائی ہے اسی طرح وہ علم جن ہستیوں سے حاصل کیا جاتا ہے یعنی اساتذہ کرام ان کا بھی خاص مقام ومرتبہ متعین کیا ہے۔کسی بھی قوم میں اخلاقی بلندی اورنظریاتی تبدیلی کا سہرااس قوم کے اساتذہ کے سر پر ہی ہوا کرتا ہے۔ اساتذہ نئی نسل کی صحیح فکری وعملی نشو ونما میں اہم کردارادا کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کواللہ نے بے شماراوصاف ومنصبوں سے نوازا تھا۔مگر آپ ﷺ نے ان تمام منصبوں کے باوجوداپنی نسبت منصب معلم (استاد) کی طرف کی آپ کاارشادمبارک ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً

''مجھے تو اللہ نے معلم (استاد) بنا کر بھیجا ہے''۔

استاد کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

ادب واحترام:

استادوہ ہستی ہے جوانسان کوعلم کے واسطے سے آسمان تک پہنچا دیتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایاانسان کے تین باپ ہیں:

۱)۔ وہ جو تیرے اس دنیا میں آنے کا سبب بنایعنی والدحقیقی

۲)۔ دوسراوہ جس نے تمہیں اپنی بیٹی نکاح میں دی۔یعنی سسر

۳)۔ تیسراوہ جس نے تم کوعلم وعرفان سے متعارف کروایا

جب استاد کا مقام اتنااونچاہےتو اس کاادب واحترام بھی لازم ہے۔

لہٰذا جب بھی استاد سے کوئی معاملہ کیا جائے تو نہایت ادب وتہذیب اورشائستگی سے گفتگو کی جائے۔

حسن ظن:

اگر تعلیم و تربیت کے مرحلہ میں استاد ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے تو استاد سے بدگمان ہرگز نہ ہونا چاہیے بلکہ اس کی مثال تو اس سنگ تراش کی سی ہوتی ہے جو بے قیمت پتھر پر محنت کر کے اس کو تراش خراش کر کے باقیمت مورتی بنا دیتا ہے ایک عام سے پتھر کو قیمتی جو ہر بنا دیتا ہے۔ اس تعلیمی عمل کے دوران اگر استاد سختی سے کام لے تو استاد کا مقصد طالب علم کی پوشیدہ صلاحیتیں اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے اساتذہ سے بدگمان نہ ہونا چاہیے بلکہ ان سے حسن ظن رکھنا چاہیے۔

دعائے خیر:

علم مال و زر سے بدرجہا افضل ہے اس لئے علم و عرفان کا بدل و معاوضہ کبھی بھی زر نہیں ہوسکتا۔ استاد انسان کو علم و عرفان سے آشنا کرتا ہے اس لئے اپنے اساتذہ کو ہمیشہ اچھے الفاظ سے یاد کرنا چاہیے اور دعائے خیر کرے جب وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں تو ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا چاہیے۔ یہ استاد کا حق ہے۔

غیر مسلموں کے حقوق

قوموں کا دستور العمل جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا رہا ہے۔ یعنی قوی و طاقت ور کے حقوق متعین ہوتے مگر ضعیف و کمزور لوگ ظلم کی چکی میں پستے مگر اسلام نے آ کر اقلیتوں کے بھی حقوق کا تعین کیا ہے۔

غیر مسلموں کے حقوق مندرجہ ذیل ہے:

- o۔ معاہدوں کی پاسداری۔
- o۔ مذہبی آزادی۔
- o۔ جان و مال کا تحفظ۔
- o۔ معاشی حقوق

معاہدوں کی پاسداری:

مسلم حکمران اگر غیر مسلموں یا انکی حکومتوں کے ساتھ کوئی معاہدہ کرلیں تو اس کی پاسداری ضروری ہے اس کا عملی سبق حضور ﷺ کی زندگی سے ملتا ہے آپ نے میثاق مدینہ کی صورت میں یہودیوں سے معاہدہ کیا اور صلح حدیبیہ کی شکل میں کفار مکہ سے معاہدہ کیا اور پھر ان معاہدوں کی مکمل پاسداری کی اور امت کو بھی یہی سبق دیا۔ کہ عہد کو نہ توڑیں گے خواہ وہ مسلم سے ہو یا غیر مسلم سے۔

بلکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَادِیْنَ لِمَنْ لَاعَھْدَلَہٗ

''اس شخص کے دین کا کوئی اعتبار نہیں جو عہد کو پورا نہیں کرتا''۔

جان و مال کا تحفظ:

غیر مسلم افراد کے مال و جان کی حفاظت کرنا بھی مسلم حکومت کے ذمہ ہے۔ جس طرح مسلمان کا مال لوٹنے والا مجرم قرار پاتا ہے اسی طرح ذمی یعنی وہ کافر جو مسلم علاقوں میں پناہ گزین ہیں ان کا مال لوٹنا اور قتل کرنا بھی اتنا ہی بڑا جرم سمجھا جاتا ہے۔ ان کی ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری مسلم حکومت پر ہوتی ہے۔

مذہبی آزادی:

غیر مسلم عوام کے عبادت خانے ومسمار نہ کئے جائیں گے غیر مسلموں کو ان کے اندر جا کر عبادت کرنے کی بھی اجازت ہوگی ان کو اسلام کی ترغیب تو دی جائے گی مگر جبراً ان کو اسلام قبول کرنے کے لئے ہرگز نہ کہا جائے گا۔ اسلام نے حدود و قیود کے ساتھ ان کو مذہبی آزادی دی ہے۔

معاشی حقوق:

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو مکمل معاشی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔حتی کہ حرام اشیاء کی تجارت جسے اسلام جائز قرار نہیں دیتا صرف غیر مسلموں کو اجازت دے دی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان کے مذہب میں ان کو اس تجارت سے نہیں روکا گیا مثلاً مسلمان آدمی شراب وخنزیر کی تجارت نہیں کرسکتا اس لئے کہ یہ حرام ہیں مگر غیر مسلموں کے حق میں ہم شراب کو سر کے اور خنزیر کو بکری کی طرح سمجھتے ہیں غیر مسلموں کو ان کی تجارت کی اجازت ہوگی۔

اس کے علاوہ غیر مسلموں کی کفالت بھی مسلم حکومت کے ذمہ ہے۔ایک مرتبہ حضرت عمر نے ایک یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو آپ نے اس کے لئے بیت المال سے امداد مقرر فرمائی اور فرمایا خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہوگا کہ ہم ان کی جوانی سے تو فائدہ اٹھائیں یعنی جزیہ وصول کریں اور آخری عمر میں ان کو بے سہارا چھوڑ دیں۔

ہمسایوں کے حقوق

ہمسایوں کی اقسام:

(۱)۔وہ پڑوسی جو رشتہ دار بھی ہوں (۲)۔غیر رشتے دار پڑوسی (خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم)

(۳)۔جن سے عارضی تعلق قائم ہوجائے۔مثلاً ہم جماعت یا شریک سفر

اہمیت:

آپؐ کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا گیا کہ وہ تہجد ونوافل پڑھتی ہے مگر پڑوسی کو تکلیف دیتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ جہنمی ہے پھر دوسری عورت کا تذکرہ کیا گیا کہ صرف فرائض پر پابندی کرتی ہے نوافل پر دوام نہیں مگر ہمسائے اس سے خوش ہیں فرمایا جنتی ہے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں اتنی شدت سے تاکید فرماتے تھے

کہ ہم سوچنے لگے کہ شاید میراث میں بھی پڑوسیوں کا حصہ رکھ دیا جائے گا۔

حسن سلوک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے افضل شخص وہ ہے جو اپنے ہمسائے کے حق میں بہتر ہو''۔

ایک اور حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے تو اسے سچ بولنا چاہیے امانت میں خیانت نہ کرنی چاہیے اور اپنے پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا چاہیے۔ (بیہقی)

اس کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی ہمسایوں سے حسن سلوک کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

امداد و دستگیری:

اگر پڑوسی کو کسی قسم کی ضرورت و حاجت پیش آجائے تو فراخ دلی سے اس کی مدد کرنی چاہیئے قرض مانگے تو اس کو قرض دینا چاہیے، بیمار پڑ جائے تو اس کی تیمارداری کرنی چاہیے، وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرنا قبرستان لے کر جانا، کفنانا دفنانا، ہمسائے کا حق ہے۔

ہدایا کا تبادلہ:

اگر کوئی پھل لاؤ تو ہمسایوں کو بھی اس میں سے کچھ بھیج دو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَهَادُوْ تَحَابُّوْا ایک دوسرے کو تحفہ دو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

اگر شوربا بناؤ تو اس کو پانی ڈال کر زیادہ کر لو تا کہ ہمسائے کے گھر میں دے سکو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہمسائے کے گھر سے جو کچھ بھی ہدیہ آیا ہو اس کو حقیر مت جانو خواہ وہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو''۔

تکلیف سے بچانا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں۔

صحابہ نے استفسار فرمایا' یا رسول اللہ کون مومن نہیں'؟

آپؐ نے فرمایا:

وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں''۔

o۔ پڑوسی کی اجازت کے بغیر اتنی اونچی دیوار نہ بنانی چاہیے جس سے اس کی ہوا اور روشنی رک جائے۔ پڑوسی کی دیوار سے جھانکنا نہ چاہئے۔

o۔ زنا بہت بڑا گناہ ہے مگر اپنے ہمسائے کی عورت سے بدفعلی اور بھی زیادہ سنگین جرم قرار دیا گیا ہے۔

o۔ چوری حرام ہے مگر ہمسایوں کی چیز چوری کرنا اور بھی بڑا گناہ ہے۔ پڑوسی کو ان سب تکالیف سے بچانا ضروری ہے۔

رشتہ داروں کے حقوق

معاشرتی زندگی میں آدمی کا تعلق اہل خانہ یعنی والدین اور بیوی بچوں کے بعد سب سے زیادہ رشتہ داروں کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اسلام میں بڑی تاکید کے ساتھ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اوران سے تعلق توڑنے کو حرام قرار دیا ہے رشتہ داروں کے چند اہم حقوق مندرجہ ذیل ہیں۔

o۔حسن سلوک　　o۔مالی امداد　　o۔صلہ رحمی

o۔حق میراث　　o۔تعاون و ہمدردی

حسن سلوک:

رشتہ داروں کا پہلا حق یہ ہے کہ ان سے حسن سلوک کیا جائے محبت و الفت سے پیش آیا جائے نفرت وحقارت کا سلوک نہ کیا جائے اگر چہ رشتہ دار اس کے حسن سلوک و محبت کی قدر دانی نہ کریں۔

قرآن مجید میں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

آیت:

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحسَاناً وَّ ذِی القُربیٰ (البقرہ 83)

ترجمہ:

''والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو''۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالْعَدْلِ وَ الاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی القُربیٰ (سورۃ النحل 90)

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کا حکم دیتا ہے''۔

مالی امداد:

زکوٰۃ وصدقات کے معاملہ میں اپنے ان عزیز و اقارب کو مقدم کیا جائے گا جن کو صدقہ لینا جائز ہے ایسا کرنے سے مالی عبادت یعنی صدقہ بھی ادا ہوگا اور عزیز و اقارب کی مدد کا ثواب بھی ملے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو آدمی اپنے رشتہ داروں کو صدقہ دے اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔ ایک صدقے کا دوسرا صلہ رحمی کا''۔ (ریاض الصالحین)

بوقت ضرورت اپنے رشتہ داروں کی مالی امداد کرنا ان کا حق ہے۔

صلہ رحمی:

صلہ رحمی کا مطلب ہے رشتہ داروں سے ناطہ جوڑنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی تاکید سے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور قطع رحمی (رشتہ داروں سے ناطہ توڑنا) کرنے والے کے بارے میں آپ نے فرمایا:

لایَد خُلُ الجَنّہَ قَاطعٌ

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی اور اسکی عمر دراز ہو اسے چاہیے کہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔

حق میراث:

شریعت اسلامی نے بہت حسین تناسب کے ساتھ میت کے متروکہ مال کو ورثاء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔شریعت کے بیان کردہ حق وراثت سے کسی رشتہ دار کو محروم کرنا ناجائز ہے۔اسی طرح کوئی ایسا حیلہ بہانا اختیار کرنا جس سے کسی رشتہ دار کا حصّہ ختم ہوجائے یہ ناجائز وحرام ہے۔

تعاون باہمی۔ہمدردی:

رشتہ داروں سے ہر قسم کا تعاون کرنا ان کا حق ہے اگر مالی کمزوری ہو تو ان کا مالی طور پر خیال رکھنا ضروری ہے اسی طرح اگر کسی اخلاقی کمزوری یا برائی میں مبتلاء ہو تو اس کو غلط راستہ سے روکنا اور صحیح راستے پر چلانے کی کوشش کرنا باقی رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آیت: وَاَنْذِرْعَشِیرَتکَ الاَقرَبِیْنَ

ترجمہ: ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرایئے''۔

اسی طرح اگر معاشرتی معاملات میں ایک رشتہ دار کو اپنے قبیلے کی ضرورت پڑے تو سب کو اس کی مدد کرنی چاہیے۔ یہ شریعت کا حکم بھی ہے اور اخلاقی تقاضا بھی ہے۔

کسب حلال کی اہمیت بیان کریں

کسب حلال کا مفہوم:

کسب کا مطلب ہے (کمانا) محنت و مشقت سے روزی حاصل کرنا۔ حلال کا معنی ہے جائز طریقہ سے کمانا۔ کسب حلال کا مطلب یہ ہوا کہ: اسلامی شریعت کی حدود کو توڑے بغیر روزی کمانا۔ رزق حاصل کرنا۔

کسب حلال کی اہمیت:

قرآن وسنت میں کسب حلال (حلال روزی کمانے) کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں حتی کہ باقی فرائض کو ادا کرنے کے بعد معاش کمانے میں مصروف ہونے کو بھی عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

التَّاجِرُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ.

''امانت دار تاجر قیامت کے روز انبیاء وصدیقین وشہدا اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا''۔

اور آپ نے فرمایا:

حلال رزق کمانا فرض ہے دوسرے فرائض کو ادا کرنے کے بعد اور آپ نے ارشاد فرمایا:

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ

''خود کما کر کھانے والا اللہ کا دوست ہے''۔

دینِ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔اس میں جس طرح طریقہ عبادت،اندازِ سیاست بتلایا گیا اسی طرح احکام معیشت بھی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں کامل مسلمان وہ ہوگا جو سب طریقوں میں دین کی اتباع کرے۔اسلام رہبانیت کا درس نہیں دیتا بلکہ معاشرے میں رہنے،مل کر زندگی بسر کرنے اور رزق کو تلاش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔اسلام دنیا کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ دنیا میں رہنے کا طریقہ درست کراتا ہے۔اسی طرح دنیا کمانے سے منع نہیں کرتا بلکہ دنیا کمانے کا طریقہ صحیح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰاَیُّھَاالَذِینَ اٰمَنُو کُلُوْامِن طَیبٰت مَارَزَقْنٰکُمْ

ترجمہ:

''اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو رزق حلال ہم نے تم کو دیا''۔

اور سورۃ المومنون میں فرمایا:

یَاَیَّھَاالرُّسُلُ کُلُوْامِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً

ترجمہ: ''اے رسولوں کی جماعت! پاک (اچھی) چیزیں کھاو اور نیک کام کرو''۔

بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام خود کما کر کھایا کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجارت کرتے تھے حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے اور حضرت ذکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔

کسب حرام کی مذمت:

جب انسان میں مال کا حرص ولالچ بڑھتا ہے تو پھر ہر جائز و ناجائز طریقے سے مال جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔مال کی حرص وہوس انسان کو رشوت ستانی۔سود خوری،اور فریب کاری پر آمادہ کرتی ہے۔

انسان اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے جھوٹ،بددیانتی اور ناانصافی کا بھی سہارا لیتا

ہے۔جس معاشرے میں یہ برائیاں عام ہوجاتی ہیں تو تباہی اس معاشرے کا مقدر بن جاتی ہے۔

اس لئے اسلام نے جس طرح مال کمانے کی اجازت دی ہے۔اس سے زیادہ مال کے حرص وہوس میں مبتلا ہونے سے روکا ہے۔جھوٹ، چوری، سودخوری، بددیانتی سے حاصل کیے گئے مال کو ناجائز قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰاَیُّھَاالَّذِینَ اٰمَنوا لَاتَاکُلُوااَموَالَکُم بَینَکُم بِالبَاطِلِ (النساء29)

ترجمہ:

''اے ایمان والونہ کھاؤ تم ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حرام رزق پر پلنے والے جسم کو جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا''۔

حرام مال کھا کر دعا قبول نہیں ہوتی:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک شخص غبار آلود پراگندہ بال (ایسی حالت کہ دیکھنے والے کو ترس آجائے) وہ دونوں ہاتھ اسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے پکار رہا ہے۔(یاربی) اے میرے رب (یاربی) اے میرے رب حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے پینا حرام کا ہے لباس حرام کا ہے تو ایسے شخص کی دعا اللہ تعالیٰ کیسے قبول کرلیں۔

حاسد قناعت کی دولت سے محروم

حاسد کا مفہوم:

کسی کو اچھی حالت یا نعمت میں دیکھ کر اس نعمت کے ختم ہونے کی تمنا کرنا حسد کہلاتا ہے۔یعنی کسی کے علم، دولت، فضیلت، یا شہرت وعزت کو دیکھ کر دل ہی دل میں جلنا، کڑھنا اور اس

نعمت کے چھن جانے کی شدت سے تمنا کرنا۔

حاسد آدمی صرف دل ہی دل میں کڑھتا ہے جلتا ہے دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر پریشان ہوجاتا ہے بے چینی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔حاسد آدمی خواہ مخواہ اپنے دل کو رنج والم میں مبتلاء رکھتا ہے۔اور ہر آن اس کے دل میں دوسرے کے لئے بدخواہی کے جذبات ہوتے ہیں۔

اس لئے اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں تعلیم دی ہے۔حاسدین کے حسد سے اللہ کی پناہ میں آجاؤ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِن شَرِّ حَاسِدٍاِذَاحَسَد

''اور پناہ مانگتا ہوں حاسد کے حسد سے جب وہ حسد کرے''۔

قناعت کا فقدان:

حسد کرنے والا آدمی قناعت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔وہ جب بھی دوسرے لوگوں کو اپنے سے کسی نعمت میں زیادہ دیکھتا ہے تو اللہ کی تقسیم پر راضی ہونے کی بجائے اپنی حالتِ زار پر افسوس کرتا ہے اور دوسروں کی زوالِ نعمت کی شدت سے تمنا کرتا ہے۔اپنی اس منفی سوچ کی بدولت وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں اپنی حالت کو اچھا کرنے پر لگانے کی بجائے دوسروں کی نعمت کے زوال پر لگا دیتا ہے اور خود حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔

حاسد آدمی چونکہ دوسروں کی نعمت پر نظر لگائے رکھتا ہے۔اس کی توجہ ان نعمتوں کی طرف نہیں ہوتی جو مالک حقیقی نے اسے عطا کی ہوئی ہوتی ہیں۔لہٰذا وہ اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتا۔

جب انسان اپنے آپ کو اللہ کی تقسیم پر راضی نہیں کرتا تو یہ بات اس کے لئے پریشانیوں کا دروازہ کھول دیتی ہے اگر انسان اپنی خواہش کو اللہ کی مرضی کے مطابق کرلے تو دنیا بھی اس کے لئے راحت کا سبب بن جائے گی حاسد تقدیر پر راضی نہیں ہوتا اس لئے ہر آن

دکھ اٹھاتا ہے اور دل میں کڑتا ہے۔

حسد کی شکلیں:

(۱)۔ صرف دوسرے سے نعمت چھن جانے کی تمنا خواہ حاسد کو ملے یا نہ ملے

(۲)۔ دوسرے سے نعمت کے چھن جانے کی تمناوہ اس طرح کہ اس سے چھن کر حاسد کو مل جائے۔

اصل میں مذمت ان ہی دو قسموں کی ہے:

تیسری صورت یہ کہ کسی دوسرے سے نعمت کے چھن جانے کی خواہش نہ ہو بلکہ اللہ سے دعا کرے یا خواہش رکھے کہ یہ نعمت مجھے بھی مل جائے۔اس کو غبتہ اور رشک بھی کہتے ہیں۔ایسی تمنیٰ کرنا جائز ہے۔

حسد کے نقصانات:

(۱)۔ حسد نیکیوں کو جلا دیتا ہے

(۲)۔ حسد سے دشمنیاں جنم لیتی ہیں

(۳)۔ حسد کی وجہ سے آدمی مختلف قسم کی برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

صحابہ کے ایثار کا کوئی واقعہ بیان کیجئے؟

صحابہ کرام کے ایثار کا واقعہ:

رومیوں کے مقابلے میں جانے والی فوج کے سازوسامان کے لئے مسلمانوں سے مالی مدد طلب کی گئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ گھر کا سارا سامان حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے قحط کے زمانے میں باہر سے آنے والا غلہ دوگنے چوگنے منافع کی پیشکش کرتے ہوئے خرید ا اور بلا معاوضہ تقسیم کر دیا۔

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آیا جو کہ بھوکا تھا۔اس وقت آپ کے پاس پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔حسب دستور ایک انصاری صحابی آپ کے مہمان کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئے۔مگر گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ کھانا صرف بچوں کے لئے ہے انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ بچوں کو بہلا کر سلا دو۔اور جب مہمان کے سامنے کھانا رکھ دو اور مہمان کھانا کھانا شروع کر دے تو کسی بہانے سے چراغ بجھا دینا۔تا کہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم اس کے ساتھ کھا رہے ہیں آخر بیوی نے ایسا ہی کیا۔مہمان نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور انصاری کا پورا گھرانہ بھوکا سویا۔ جب یہ صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا اللہ جل شانہٗ تمہارے رات کے سلوک سے بہت خوش ہوئے۔

حکمران طبقہ کے لئے قانون کی پاس داری کیوں ضروری ہے۔وضاحت کریں؟

اہمیت قانون:

بہترین قانون اعلیٰ درجہ کا عدل وانصاف فراہم کرتا ہے۔کسی علاقے کا قانون ہی اس علاقے کے باشندوں اور امن، باوقار زندگی مہیا کر سکتا ہے۔قانون سازی میں نقص یا قانون کے نفاذ میں کوتاہی علاقے کے امن وامان کو برباد کر دیتی ہے جس سے لوگوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور ظلم وستم کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔اس لئے ہر خاص و عام، امیر وغریب کے لئے قانون کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔ لاقانونیت سے مہذب ترین قوموں کا بھی امن وسکون غارت ہو جاتا ہے۔لاقانونیت کے رجحان سے مہذب قومیں بھی جنگل کا سماں پیش کرتی ہیں یعنی حق تلف ہوں گے۔عدل وانصاف کا فقدان ہو گا، ہر قومی ضعیف سے ہراساں ہوگا۔اس لئے یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قانون کی افادیت اور نفع سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

قانون کی خلاف ورزی کے اسباب:

ہر خاص و عام قانون کی افادیت کو تسلیم کرتا ہے تو یہ سوال ذھنوں میں پیدا ہوتا ہے کہ پھر قانون کی خلاف ورزی کیوں کی جاتی ہے اپنی من چاہی زندگی گزارنے پر کیوں اصرار کیا جاتا ہے؟

قانون کو نظر انداز کیوں کیا جاتا ہے:

اس کی تین بڑی وجوہات ہیں:

(۱)۔ خودغرضی اور مفاد پرستی

(۲)۔ اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا۔ مواخذے کا خوف نہ ہونا۔

(۳)۔ اس قانون کو ہی فرسودہ اور بے کار خیال کرنا اس کی پیروی واطاعت کو غیر اہم جاننا۔

اسلام نے ان سب وجوہات کا تدارک کیا ہے۔ مسلمانوں کو ایک خاص قانون کا پابند ٹھہرایا ہے۔

خودغرضی کے بت کو خدا پرستی کے حکم سے توڑا اور مفاد پرستی کی بجائے ایثار وسخاوت کا درس دیا۔

صرف یہی تعلیمات نہیں بلکہ اس احساس وشعور کو زندہ کیا کہ کل قیامت کے دن اللہ کے دربار میں اعمال کا حساب دینا پڑے گا اگر کسی جرم کی سزا سے آج بچ بھی گئے تو قیامت کے دن اس کے حساب سے تمہیں کوئی نہ بچا سکے گا۔ یہ احساس انسان کو قانون سے ماوریٰ ہونے کے تصورات سے پاک رکھتا ہے۔

تیسری وجہ تھی کسی قانون کو ہی غیر اہم اور فضول خیال کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو بھی دُور فرمایا۔ فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ الخ

ترجمہ: ’’آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت تمام کر دی‘‘۔

اس کے علاوہ تمام طریقہ زندگی نظام حیات، اوّلین و آخرین کے فلسفے باطل ہیں صرف اور صرف کامل و مکمل نظام زندگی قیامت تک کے لوگوں کے لئے اسلام ہی ہے۔

شبہ کا ازالہ:

بسا اوقات ذہنوں میں یہ خیال آتا ہے کہ اسلام کا بیان کیا ہوا قانون زندگی تو بہت پرانا ہو چکا ہے۔ یہ احکام تو اس وقت کے لوگوں کے لئے آتے تھے جنہوں نے ترقی نہیں کی تھی جو سفر کے لئے ریل و کار کی بجائے گھوڑے و خچر استعمال کیا کرتے تھے۔ آج کا انسان بہت ترقی کر چکا ہے لہٰذا اس کے لئے قانون زندگی بھی نیا ہونا چاہیے۔ دین کا بیان شدہ پرانا قانون اس کے لئے کافی نہیں ہوسکتا۔

اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ انسان نے مادیت میں بہت ترقی کی ہے انسان کے علم کی وسعت تو یہاں تک کہ کہکشائیں اس کے سامنے سمٹ گئیں اور تحقیق کے میدان میں یہاں تک پہنچ گیا کہ ذرہ کو توڑ کر ایٹم اور پھر اس کو بھی ذیلی شاخوں میں تقسیم کر دیا۔

اس ساری ترقی کے باوجود انسان کی اخلاقی پستی کا وہی حال ہے جو صدیوں پہلے تھا اُس وقت کا انسان بھی جھوٹ بولتا تھا چوری کر لیتا، زنا میں مبتلا ہو جاتا، ظلم وستم برپا کرتا، کیا آج کا انسان ان رزائل میں مبتلاء ہے یا نہیں اگر اتنی ترقی کر چکا ہے کہ اس نے جرائم کرنا چھوڑ دیئے ہیں اخلاقی ترقی ہوگئی ہے۔ اس لئے پرانا قانون نہ چلے گا۔ لیکن اگر مرض پرانے ہیں انسان انہی جرائم کو دہراتا ہے۔ اسی اخلاقی پستی میں مبتلاء ہے تو اسکا علاج اور قانون بھی وہی کارآمد ہوگا جو ان امراض کے لئے اتارا گیا ہے۔ اگر آج کا مہذب انسان چوری اور زنا کاری وغیرہ سے باز نہیں آتا تو اس پر شریعت کی مقرر کردہ سزا کے نفاذ میں تردد کیوں کیا جائے۔

صاحبِ اقتدار کا قانون کی پابندی کرنا:

صاحب اقتدار یعنی حکمران طبقہ بھی حاکم اعلی (خدا) کا پابند ہے۔اس لئے کوئی قانون اس کے قانون سے بالاتر نہیں ہوسکتا۔

حکمرن طبقہ اگر یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں احترام کا سچا جذبہ پیدا ہوتو خود حکمرانوں کو قانون کی پاسداری کرنا چاہیے۔

شیخ سعدی کا مشہور مقولہ ہے اگر بادشاہ لوگ کسی درخت کا پھل بغیر اجازت کے توڑ لیں گے۔تو اس کے متبعین اس درخت کی جڑیں تک اکھیڑ لیں گے۔

اگر صاحب اقتدار طبقہ قانون کی پابندی نہ کرے گا تو ان کی رعایا کو بھی قانون کی خلاف ورزی کرنے کی ہمت بڑھے گی۔

اسلامی تاریخ میں بے مثال واقعات ملتے ہیں جن میں مسلم حکمرانوں نے قانون کی پابندی کی ہے۔ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی زرہ گم ہوگئی اور ایک یہودی کو خود خلیفہ وقت ہونے کے باوجود قاضی کی عدالت میں لے گئے اور سارا معاملہ بیان کیا۔قاضی نے حضرت علی سے گواہ طلب کیے جب آپ نے بطور گواہ اپنے بیٹے اور غلام کو پیش کیا تو قاضی نے ان دونوں سے قریبی تعلق ہونے کی بنا پر ان کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔تو آپ کو اپنے دعوے سے دستبردار ہونا پڑا۔

س: محاسن اخلاق سے کیا مراد ہے؟ ایسے پانچ محاسن اخلاق تفصیل سے بیان کریں جن سے معاشرہ سنورتا ہے۔

ج: محاسن اخلاق سے مراد ہیں اچھے اخلاق،اخلاقی خوبیاں۔اسلام نے جس طرح حقوق اللہ کی ادائیگی پر زور دیا ہے اسی طرح حقوق العباد کو پورا کرنا بھی دین کا اہم جز قرار دیا ہے۔تا کہ

معاشرتی اور سماجی تعلقات اخوت، محبت کی بنیاد پر ہوں۔ درج ذیل محاسن کو اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے جن پر عمل کرنے سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

۱)۔ امانت داری

۲)۔ ایفائے عہد (وعدہ پورا کرنا)

۳)۔ سچائی

۴)۔ عدل وانصاف

۵)۔ احترام قانون

امانت داری:

انسان تنہا ہو یا مجمع میں اللہ سے ڈرتا رہے اور جس کسی کا جتنا حق بنتا ہے ادا کرے اگر کسی کے پاس رقم یا قیمتی سامان رکھوایا جائے تو اسے جوں کا توں واپس کرنا ضروری ہے۔امانت داری کا دائرہ مالی، اخلاقی اور قانونی امانت تک پھیلا ہوا ہے۔

جس معاشرہ میں دیانت داری ختم ہو جاتی ہے وہاں کاروباری معاملات سے لیکر گھریلو تعلقات تک ہر جگہ بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

اہمیت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَا مُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھۡلِھَا (سورۃ النساء، 58)

''بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم اما تیں پہنچا دو امانت والوں کو''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی:

آپ ؐ سراپا امانت و دیانت تھے ہجرت کے وقت اہلِ مکہ کی مخالفت عروج پر تھی لیکن اس

کے باوجود ان لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس تھیں ان کو علم تھا کہ آپ سے زیادہ امانت و دیانت کی پاسداری کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔

امانت کا وسیع مفہوم:

امانت صرف یہی نہیں کہ کسی نے کوئی چیز رکھوائی ہو تو اس کو بعینہٖ ہی واپس کردی جائے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، محفل میں کی جانے والی باتیں بھی امانت ہیں یعنی ایک جگہ کی بات سن کر اس راز کو فاش کرنا بھی امانت کے خلاف ہے۔

ایفائے عہد

ایفائے عہد کا مطلب ہے وعدہ پورا کرنا۔قول و قرار کا پورا کرنا۔

عہد کی اقسام:

اللہ کے ساتھ عہد۔دوسرا لوگوں کا آپس کے معاہدات۔

اللہ کے ساتھ وعدوں میں سب سے اہم ترین عہد وہ ہے جو بندے نے ازل کے دن اطاعت و بندگی کرنے کے لیے اپنے رب سے کیا تھا اللہ تعالیٰ نے وہاں تمام انسانی ارواح سے عہد لیا تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (سورۃ الاعراف آیت 172)

’’کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں‘‘۔

تو تمام ارواح نے جواب دیا:

’’کیوں نہیں، آپ ہی ہمارے رب ہیں‘‘۔

انسانوں کے ساتھ عہد و پیماں کی مثال:

ایک شخص کسی دوسرے شخص کے ساتھ یا ایک جماعت کسی دوسری جماعت کے ساتھ کوئی معاہدہ کرے یا وعدہ کرے تو اس وعدہ پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔اسلام نے عہد شکنی اور وعدہ خلافی کو سنگین جرم قرار دیا گیا ہے۔حتیٰ کہ آپ نے فرمایا:

لَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ

ترجمہ: ''جسے وعدے کا پاس نہیں اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں''۔

ایفائے عہد کی اہمیت:

قرآن مجید میں وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰاَیُّھَاالذِینَ اٰمَنوا اَوفُوا بِالعُقُود (سورۃ المائدہ)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے وعدوں کو پورا کرو''۔

اور ارشاد فرمایا:

وَاَوفُوبالعَھدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُولاً.

اور وعدوں کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں پوچھ ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کٹھن حالات میں بھی عہد کی پابندی کی ہے۔مثلاً جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابوجندل زنجیروں میں جکڑے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے جسم کے داغ دکھائے کہ اہل مکہ نے انہیں مسلمان ہونے پر کتنی اذیتیں دی ہیں اور درخواست کی کہ انہیں مدینہ ساتھ لے جایا جائے تو آپؐ نے اس شفقت کے باوجود جو آپ کو مسلمانوں سے تھی انہیں اپنے ہمراہ مدینے لے جانے سے اس لئے انکار کر دیا کہ قریش سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ مکہ سے بھاگ کر آنے والے مسلمانوں کو مدینہ سے لوٹا دیا جائے گا حضرت ابوجندل کی دردناک حالت تمام صحابہ کرام کے لئے بے قراری کا باعث تھی لیکن صلح نامہ حدیبیہ کی

پاسداری کے پیش نظر سب نے صبر و تحمل سے کام لیا۔

سچائی

مفہوم:

سچائی کے لئے عربی میں صدق کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے بیان اور واقعے میں مکمل مطابقت ہونا اس کا متضاد کذب ہے یعنی بیان اور حقیقت میں مطابقت نہ ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچائی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِک

''سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ اسے ہلاک کر ڈالتا ہے''۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا (سورۃ النساء ۸۷)

''اور اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوسکتی ہے''۔

سچائی ہر نبی کا وصف خاص ہوا کرتا تھا۔ اور اسی کی تعلیم دیا کرتے تھے راست گو آدمی کے لئے فلاح کی بشارت ہے اور غلط بیانی کرنے والے اور باطل کی پیروی کرنے والا ہلاک ہو کر رہتا ہے۔

سچائی اور اسوۂ رسول اللہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی سچ کا مرقع تھی یہاں تک کہ کفار مکہ آپ سے شدید مخالفت رکھنے کے باوجود بھی آپ کی سچائی و امانت کے قائل تھے۔ ابوسفیان دور کفر میں جب شاہِ روم یعنی ہرقل کے پاس گیا تو آپ ﷺ کے متعلق پوچھے جانے پر ابوسفیان نے آپ کی سچائی

کی گواہی دی۔اسی طرح ابو جہل جو اسلام کا بدترین دشمن تھا وہ بھی کہا کرتا تھا اے محمد ﷺ میں آپ کو جھوٹا نہیں کہتا لیکن آپ کی بات میرے دل پر اثر نہیں کرتی۔

عدل وانصاف

مفہوم:

عدل کا لغوی معنی ہے برابر تقسیم کرنا سیدھا کرنا کسی چیز کو اس کے موقع محل میں رکھنا۔ اعتدال کا لفظ عدل ہی سے لیا گیا ہے۔

اصطلاح میں عدل کہتے جس شخص کے جو حقوق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں ان کو ادا کرنا۔

اہمیت:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بَالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔

سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کرو

احادیث مبارکہ میں بھی عدل کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔

ا)۔ جو شخص مسلمانوں کا حاکم ہو پھر اس نے اس کے ساتھ خیانت کی ہو اور وہ اسی حال میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردے گا۔

آپ ؐ نے فرمایا مجھے عدل کا حکم دیا گیا ہے کہ خوشی اور ناراضگی دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہوں۔

عدل ایک ایسی معاشرتی خوبی ہے جس سے معاشرے کے تمام امور بخوبی سرانجام پاتے ہیں۔عدل کے فقدان اور بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔

آپ کی آمد سے قبل عرب وعجم کی ایسی حالت تھی کہ عدل وانصاف کے تصور سے دنیا خالی تھی۔طاقتور صاحب اقتدار طبقہ کمزور لوگوں پرظلم کرنا اپنا حق سمجھتا۔لوگوں کے درجات اور حیثیت کا تعین رنگ، نسل، قوم اور خاندان سے کیا جاتا تھا۔اس لئے لوگوں کے مختلف طبقات کے درمیاں نفرت کی دیوار قائم تھی۔اسلام نے ان تمام درجہ بندیوں کے تصورات کوغلط قرار دیا۔ واضح طور پر بیان فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ.

''بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے''۔

آپ نے ایک ایسا تصورعدل پیش فرمایا جس کواپنا کر پوری دنیا امن کا گھوارہ بن سکتی ہے جس کی عملی شکل مدینہ میں موجود تھی۔

آپ کی زندگی میں عدل کی مثال:

ایک مرتبہ ایک صحابی قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی خاتون کی سفارش لے کر آئے جس نے چوری کی تھی صحابی نے سفارش کی کہ اس عورت کوسزا نہ دی جائے۔آپ نے فرمایا'' تم سے پہلے قومیں اس سبب سے برباد ہوئیں کہ ان کے چھوٹوں کوسزا دی جاتی تھی اور بڑوں کومعاف کردیا جاتا تھا۔خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اسکا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

احترام قانون

قانون ایسی باتوں کا مجموعہ ہے جومعاشرے میں نظم وضبط، حقوق وفرائض کا تعین اورافراد کوترقی کی راہ پرگامزن کرنے کے لئے ہوتا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی جو تم میں اہل حکم ہیں''۔

اولی الامر یعنی سربراہ ملت اسلامیہ میں ان کی اتباع صرف ان کاموں میں کی جائے جو قرآن وسنت کے مطابق ہوں۔

عہد رسالت کا معاشرہ جو مثالی اور پہلا اسلامی معاشرہ تھا اس میں قانون کی اطاعت ہی کی بدولت راحت وسکون نصیب ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات اور اپنے خاندان والوں کو بھی قانون سے مستثنیٰ قرار نہ دیتے اسی طرح خلفائے راشدین تمام معاملات میں قانون کا احترام کرتے مال غنیمت کی تقسیم، سزاؤں کے نفاذ اور دیگر معاشرتی امور میں کسی امیر وغریب کا امتیاز نہ رکھا جاتا سب کے ساتھ قانون کے مطابق رویہ اپنایا جاتا۔ قانون کی بالادستی اور احترام کے لئے ضروری ہے کہ پہلے امراء بالخصوص حکمران طبقہ اس کے مطابق زندگی گزاریں تاکہ معاشرے میں ایک مثال قائم ہو اگر ارباب اقتدار خود ہی اپنے قانون کا احترام نہ کریں گے بلکہ صرف دوسروں پہ اس کو لاگو کریں گے تو معاشرہ افراتفری کا شکار ہو جائے گا تخریب کاری عام ہو جائے گی اس لئے ضروری ہے کہ قانون کے تابع ہو کر زندگی بسر کریں۔

احترام قانون کے فوائد

امن وامان کا قیام:

قانون اسلامی (احکام الٰہی) کے نفاد کے بغیر دنیا میں قیام امن ناممکن ہے کسی بھی علاقے میں لاقانونیت تمام جرائم کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے ظلم وفساد کا خاتمہ اور پرامن معاشرے کا قیام احترام قانون کی بدولت ہی ممکن ہے۔

فتنوں کا سدباب:

قانون کی آہنی گرفت سے جب کوئی ظالم ولٹیرا نہ بچ سکے گا تو معاشرے میں ظلم وفساد

برپا کرنے والی طاقتیں ماند پڑ جائیں گی جس سے تمام فتنوں اور سرکشیوں کا سد باب ہوتا ہے۔

مساوات:

قانون کی نظر میں سب کو برابر سمجھا جاتا ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں طبقاتی تفریق کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور اخوت ومساوات والا معاشرہ قائم ہوتا ہے۔

خوشحالی:

جو معاشرے اپنے قانون کا احترام نہیں کرتے وہ ترقی وخوشحالی کی طرف جانے کی بجائے رفتہ رفتہ فتنوں کا شکار ہو جاتے ہیں کسی بھی علاقے کی ترقی کا راز احترام قانون اور قانون کی پاسداری میں ہوتا ہے۔

سیاست کا تحفظ:

جو معاشرہ جس قدر قانون کا پابند ہوگا۔اسی قدر جرائم اور سازشوں سے محفوظ رہے گا۔علاقائی فساد اور سازشیں ریاست کو کمزور کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے غیر اقوام کا ان پر تسلط جمانا آسان ہو جاتا ہے۔

رذائلِ اخلاق سے کیا مراد ہے؟ ایسے پانچ رذائل کا تفصیلاً ذکر کریں جن سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

: رذائل جمع سے رذیلہ کی جس کا معنی ہے برا، نامناسب، کمینہ پن، اس سے مراد وہ عادات ہیں جن کو شریعت نے مذموم اور قبیح قرار دیا ہے جن کے نہ صرف معاشرتی طور پر نقصانات ہیں بلکہ ان کا ہونا اللہ کی ناراضگی کا سبب بھی بنتا ہے اسلام نے رذائل اخلاق کو بھی وضاحت سے بیان کیا ہے تاکہ ان کے نقصانات جانتے ہوئے انسان ان سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کرے۔

۱)۔ پانچ رزائل کی وضاحت جن سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

۱)۔جھوٹ ۲)۔غیبت ۳)۔منافقت

۴)۔تکبر ۵)۔حسد

جھوٹ:

جھوٹ نہ صرف یہ کہ خود ایک برائی ہے بلکہ دیگر بہت سی اخلاقی برائیوں کا بھی سبب بنتا ہے قرآن وحدیث میں جھوٹ بولنے والوں کے لئے سخت وعیدات آئی ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں پر لعنت کی ہے۔

کامل مسلمان:

حضرت صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ مومن بزدل بھی ہوتا ہے؟ فرمایاہاں ہوسکتا ہے۔ پھر عرض کیا گیا کیا مومن بخیل بھی ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں ہوسکتا ہے۔ پھر عرض کیا گیا مومن جھوٹا بھی ہوتا ہے؟ فرمایانہیں۔

سچ جنت کی طرف لے جاتا ہے جھوٹ دوزخ کی طرف۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سچائی کو لازم پکڑ و کہ وہ بھلائی اور نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک آدمی سچ بولتا ہے اور سچائی کی تلاش میں رہتا ہے حتی کہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور اپنے کو جھوٹ سے بچاؤ کہ یہ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے اور ایک آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ ہی کی کوشش میں رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں منافقین کی تین علامتیں ہیں:

۱)۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۲)۔ جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔

۳)۔ جب معاہدہ کرے تو عہد شکنی کرے۔

جھوٹ بولنے والوں کے لئے وعید:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُتِلَ الۡخَرّٰاصُوۡن

غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے (یعنی ہلاک ہو جائیں جھوٹ بولنے والے)

لعنَتُ الله عَلَی الکَاذِبِینِ

لعنت ہو اللہ کی جھوٹوں پر

ومَن اَظلَمُ مِمَّنِ افتَریٰ عَلیَ الله الکَذِبَ

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔

غیبت

غیبت کی حقیقت:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم ہے غیبت کسے کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا جب تو اپنے بھائی کا ایسا تذکرہ کرے جو اسے ناپسند آئے تو یہ غیبت ہے عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں واقعی وہ بات موجود ہے جو میں کہتا ہوں تو؟ ارشاد فرمایا اگر اس میں وہ بات موجود ہے جو تو کہتا ہے جبھی تو غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات ہی نہیں پھر تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

قرآن پاک میں غیبت کرنے والوں کے لئے وعید:

ترجمہ: ”کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے مردار بھائی

کا گوشت کھائے سو یقیناً تم اسکو ناپسند کرو گے‘‘۔

غیبت کے لئے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کی مثال انتہائی معنی خیز ہے۔ کیونکہ جس شخص کی غیبت کی جاتی ہے وہ بھی اپنی مدافعت نہیں کرسکتا۔اس طرح غیبت سے باہمی نفرت کو ہوا ملتی ہے اور دشمنی کے جذبات بھڑ کتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریمؐ نے معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ لوگ اس سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزت وآبرو بگاڑتے ہیں (یعنی غیبت کرتے ہیں)

غیبت کی اقسام:

غیبت کی کئی قسمیں ہیں ایک کفر ہے، دوسری نفاق اور معصیت، تیسری مباح جو کہ موجب اجر ہے۔ کفر کی صورت یہ ہے کہ کسی مسلمان کی غیبت کر رہا ہے کسی نے ٹوکا کہ غیبت نہ کر تو یہ کہتا ہے کہ یہ غیبت نہیں ہے اور میں سچ ہی تو کہہ رہا ہوں۔ اس شخص نے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دیا ہے اور ایسا کرنے والا آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ نفاق کی یہ صورت ہے کہ کسی انسان کی غیبت اس کا نام لیے بغیر کرے اور مخاطب سمجھ رہا ہو کہ اس کی مراد فلاں شخص ہے، ایسے شخص پر توبہ کرنا لازم ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ کسی فاسق شخص کی غیبت کرے جو ظاہری طور پر گناہ کرتا، کسی صاحب بدعت کی غیبت کرتا ہے، یہ مباح ہے۔ اس شخص کو اجر ملے گا کہ لوگ اس کے تعارف کرانے سے اس فاسق یا بدعتی سے بچ سکیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فاسق کا فسق بیان کرو تا کہ لوگ اس سے بچ سکیں۔ (فقیہہ ابو اللیث السمر قندی بحوالہ تنبیہ الغافلین)

منافقت

منافقت کا لفظ نفق سے نکلا ہے جس کا معنی ہے دو منہ والی سرنگ۔
منافق کی دو قسمیں ہیں:
(۱)۔منافق اعتقادی (۲)۔منافق عملی

منافق اعتقادی:

اعتقادی منافق اس کو کہا جاتا ہے جو دل سے اسلام کی حقانیت اور صداقت کا منکر ہو مگر دنیاوی فوائد کے حصول کے لئے یا کسی مجبوری کی وجہ سے اپنے آپکو مسلمان ظاہر کرتا ہو۔اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرے ایسے لوگوں کو کفار سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنّ الْمُنٰفِقِینَ فِی الدَّرکِ الْا َسفَلِ مِنَ النَارِ

ترجمہ: ''بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے''۔(النساء)

یٰاَیّھاَالنَّبیُ جَاھِدِالکفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ

ترجمہ: ''اے نبی! جہاد کیجئے کفار اور منافقین سے''۔

منافقِ عملی:

منافق عملی سے مراد یہ ہے کہ انسان دین اسلام کی دل سے بھی تصدیق کرتا ہو اور زبان سے بھی اس کی حقانیت کا اقرار کرتا ہے مگر عملاً کوتاہیوں کا شکار ہو اس کی حرکات و اعمال منافقوں جیسے ہوں مثلاً جھوٹ بولنا بد یانتی کرنا اس کی عادت ہو۔

منافق عملی کی تین نشانیاں:

حضورؐ نے ایک حدیث میں تین نشانیاں بیان کیں اور ایک حدیث میں چار۔

جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے دوسری حدیث میں تین تو یہی ہیں اور چوتھی یہ ہے کہ جب اس کا کسی کے ساتھ جھگڑا ہو جائے تو گالی گلوچ اختیار کرے۔

حسد

مفہوم:

حسد کے معنی کسی دوسرے کو اچھی حالت یا اللہ کی نعمت میں دیکھ کر اس کے ختم ہونے کی تمنا کرنا۔ حسد ایک ایسی اخلاقی بیماری ہے جس کی وجہ سے حاسد ہر وقت دل میں جلتا رہتا ہے۔

حسد کی اقسام:

۱۔ حسد کی معروف قسم یہ ہے کہ ایک آدمی کسی کی نعمت یا خوشحالی کو دیکھ کر اس کے چھن جانے کی تمنا کرے خواہ اسے وہ نعمت ملے یا نہ ملے۔

۲۔ کسی سے نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا کہ اس سے نعمت چھین کر حاسد کو دے دی جائے۔

۳۔ حسد کی تیسری قسم غبطہ یا رشک کہلاتی ہے جس کا مطلب ہے نعمت کے مل جانے کی تمنّا کرنا خواہ دوسرے سے وہ نعمت چھینی جائے یا نہ چھینی جائے۔ اس قسم میں صرف نعمت کے حصول کی تمناء اور کوشش کی جاتی ہے۔ کسی کے نقصان کی امید کئے بغیر۔ قرآن وسنت میں وعیدات پہلی دو قسموں کے لئے ہیں تیسری حسد کی قسم جائز ہے۔

حسد کی مذمت:

وَمِن شَرِ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ

اور میں پناہ مانگتا ہوں ہر حاسد کے حسد سے جب وہ حسد کرے۔

يَحْسَدُوْنَ النَّاسَ عَلى مَااٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

وہ لوگوں سے اس بات پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا۔

حدیث مبارک میں ہے:

اِيّاكُم وَالحَسَدَ. الحَسَدُيَاكُلُ الحَسَنَاتِ كَمَاتَاكُلُ النَّارُالْحَطَبَ

حسد سے بچو کیونکہ یہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو۔

آپ نے فرمایا غصے سے کینہ پیدا ہوتا ہے اور کینہ سے حسد جنم لیتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ مسلمانو! خیال رکھو تم میں وہ منحوس چیز پیدا نہ ہونے پائے جس کی وجہ سے پہلی امتیں برباد ہو گئیں۔ وہ منحوس چیز حسد اور عداوت ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔

وَلَاتُحَاسَدُوا.

ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

حسد کے نقصانات

۱۔ حسد سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں

۲۔ حاسد کی تمام صلاحیتیں بے محل (تخریبی امور) میں صرف ہوتی ہیں

۳۔ حسد سے معاشرتی اور اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ مثلاً گالی گلوچ کرنا، منافقانہ رویّہ اختیار کرنا وغیرہ

۴۔ حاسد دوسروں کی نعمت کو دیکھ کر ہمیشہ غم والم میں مبتلاء رہتا ہے

۵۔ حسد بربادی کا سبب ہے۔سابقہ امتوں کی بربادی کا بہت بڑا سبب حسد تھا۔

۶۔ جس کے دل میں مسلمانوں کے بارے میں حسد اور کینہ ہو اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔

حسد کا انجام:

کہتے ہیں کہ حاسد کو مجالس میں ذلت اور مذمت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور نزع کے وقت شدت وسختی اور محشر میں عذاب اور رسوائی اور دوزخ میں حرارت اور جلن اس کا مقدر ہوتی ہے۔

حسد کا علاج:

۱۔ جب بھی کسی شخص کے بارے میں حسد پیدا ہو تو اس شخص کے بارے میں بکثرت دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ اس کی نعمتوں میں اضافہ فرما۔انشا اللہ حسد ختم ہو جائے گا۔

۲۔ جس کے بارے میں حسد پیدا ہو اس کی خوبیوں کا لوگوں کے سامنے اعتراف کیا جائے۔

۳۔ کسی کی نعمت کو دیکھ کر اس کو اللہ کی تقسیم شمار کرے اور اللہ کی اس تقسیم پر راضی ہو جائے۔

تکبر

مفہوم:

تکبر کے معنی خود کو بڑا اور برتر ظاہر کرنے کے ہیں اردو میں اس کے لئے بڑائی خود پسندی،غرور اور گھمنڈ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

تکبر کی مذمت:

یہ سنگین گناہ مخلوق میں سے سب سے پہلے شیطان نے کیا۔اور اللہ کی نافرمانی کرتے

ہوئے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس سے افضل ہوں۔اس جرم کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے دربار الٰہی سے مردود کر دیا گیا۔

تکبر اللہ کو انتہائی ناپسند ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلکِبرِیَاءُ رِدَائِی

تکبر و کبریائی میری چادر ہے،اور عظمت میری تہبند ہے جس نے بھی ان میں سے کسی کو چھننا چاہا میں اس کو دھکیل دوں گا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے آدمی ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ شفقت سے کلام نہیں فرمائیں گے اور انہیں دردناک عذاب ہوگا ایک بوڑھا زانی، دوسرے جھوٹا بادشاد، تیسرا نادار متکبر۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَیْسَ فِی جَھَنَّمَ مَثوىً لِلْمُتَکَبّرِین.

کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ ہی نہیں ہے

تکبر کے نقصانات:

۱)۔ مغرور و متکبر انسان دوسروں کو حقیر سمجھ کر ظلم و زیادتی کرتا ہے اور گناہوں پر بے باک ہو جاتا ہے۔

۲)۔ تکبر سے معاشرے میں نفرتیں پھیلتی ہیں اور تواضع وانکساری کا ثمرہ محبت واخوت ہے۔

۳)۔ تکبر کی وجہ سے بہت سی دوسری نیکیوں سے بھی انسان محروم ہو جاتا ہے۔مثلاً۔صلہ رحمی، ایثار و ہمدردی وغیرہ۔

س: اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے کن امور کی پابندی ضروری ہے؟

فرد کی اصلاح اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے اسلام انسانی معاشرے کو خوش دیکھنا چاہتا ہے اس لئے اخلاق حسنہ کو بڑی اہمیت دی ہے مسلمانوں کے لئے اخلاقی قدروں کی پاسداری کو مذہبی فریضہ قرار دیا ہے مندرجہ ذیل معاشرتی احکام کے بجا لانے سے معاشرے کی اسلامی تشکیل ہوتی ہے۔

نمبر۱۔ **ایفائے عہد:** یعنی وعدہ پورا کرنا

نمبر۲۔ **سچائی:** تمام معاملات میں وہ معاشی ہوں یا معاشرتی ہمیشہ سچ کی پیروی کی جائے۔

نمبر۳۔ عدل وانصاف: کی پاسداری کرنا معاملہ اپنا ہو یا کسی پرائے کا ہمیشہ عدل کی بات کرنا۔

ان امور کے علاوہ چند بری عادات سے اسلام نے منع فرمایا ہے۔ تاکہ معاشرہ میں اسلامی اقدار کی حفاظت ہو اور پرامن اور سلامتی والا معاشرہ قائم ہو۔

نمبر۴۔ **جھوٹ:** سے اسلام نے منع کیا ہے بلکہ اس کو بڑے گناہوں میں سے قرار دیا ہے۔

نمبر۵۔ منافقت: اختیار کرنے پر سخت ترین وعیدیں اسلام نے بیان کی ہیں حتیٰ کہ فرمایا گیا منافق کا ٹھکانا جہنم ہے۔

نمبر۶۔ اسی طرح غیبت و چغل خوری سے بھی منع کیا کیونکہ اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور محبتوں کی بجائے آپس میں نفرتیں جنم لیتی ہیں۔

نمبر۷۔ اور تکبر سے بھی منع کیا تکبر کی بجائے عاجزی وتواضع اختیار کرنے کا حکم دیا

نمبر۸۔ ان تمام برائیوں کی جڑ ہے دنیا کی محبت۔ اسلام نے اس کو متاع قلیل (تھوڑے سے عرصہ کے لئے سامان) قرار دیا ہے اور اصل زندگی آخرت کی زندگی کو قرار دیا ہے دنیا کی محبت اور اس کے حصول کی خواہش انسان کو برائی پر آمادہ کرتی ہے نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حُبُّ الدُّنیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیئۃٍ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے''۔

اسلام نے معاشرے کی اسلامی تشکیل کے لئے اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دی ہے اور تمام رذائل سے منع کیا ہے۔

سوالات

۱۔ ارکانِ اِسلام سے کیا مراد ہے؟ فرد کی تعمیر سیرت اور معاشرہ کی تشکیل میں نماز کیا کردار ادا کرتی ہے؟

۲۔ روزے کے مقاصد اور عملی زندگی میں اس کے اثرات بیان کریں۔

۳۔ اِسلام کے معاشی نظام میں زکٰوۃ کی بنیادی حیثیت پر تفصیلاً روشنی ڈالیں۔

۴۔ حج کا فلسفہ کیا ہے؟ نیز اس کے انفرادی اور اجتماعی فوائد بیان کریں۔

۵۔ جہادِ اِسلامی سے کیا مراد ہے اِس کی قسمیں اور فضائل بیان کریں۔

۶۔ اولاد کے حقوق وفرائض قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کریں۔

۷۔ اِسلام نے عورت کو معاشرہ میں کیا مقام دیا ہے؟ اِس کے حقوق اور اس کی ذمہ داریاں بیان کریں۔

۸۔ مندرجہ ذیل کے حقوق وفرائض پر مختصر نوٹ لکھیں۔

o۔رشتہ دار o۔ہمسائے o۔اساتذہ o۔غیر مسلم

۹۔ معاشرہ کی اِسلامی تشکیل کے لئے کن امور کی پابندی ضروری ہے؟

۱۰۔ رذائلِ اخلاق سے کیا مراد ہے؟ ایسے پانچ رذائل کا تفصیلاً ذکر کریں جن سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۔ محاسنِ اخلاق سے کیا مراد ہے؟ ایسے پانچ محاسنِ اخلاق تفصیلاً بیان کریں جن سے معاشرہ سنور سکتا ہے۔

۱۲۔ کسبِ حلال کی اہمیت بیان کریں۔

۱۳۔ ’’حاسد قناعت کی دولت سے محروم رہتا ہے‘‘۔وضاحت کیجئے۔

۱۴۔ صحابہ کے ایثار کا کوئی واقعہ بیان کیجئے۔

۱۵۔ ’’حکمران طبقے کے لئے قانون کی پاسداری کیوں ضروری ہے‘‘۔وضاحت کریں۔

کثیر الانتخابی سوالات مع جوابات

ہر سوال کے دیئے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر ( ) کا نشان لگائیں۔

(۱)۔منافقت کا لفظ نکلا ہے۔

(ا)۔نفاق سے (ب)۔نفوق سے

(ج)۔نفق سے (د)۔نفیق سے

(ج)۔نفق سے

(۲)۔منافقین سے جہاد کا حکم ہے۔

(ا)۔سورۂ زمر میں (ب)۔سورۃ التغابن میں

(ج)۔سورۂ تحریم میں (د)۔سورۂ نبأ میں

(ج)۔سورۂ تحریم میں

(۳)۔عہدِ رسالت میں منافقین نے مسجد بنائی۔

(ا)۔قبا (ب)۔ضرار

(ج)۔نمرہ (د)۔قبلتین

(ب)۔ضرار

(۴)۔تکبر کا معنی ہے۔

(ا)۔بڑائی (ب)۔عزت

(ج)۔شان (د)۔احترام

(ا)۔بڑائی

(۵)۔شیطان مردود ہُوا۔

(ا)۔گناہ کی وجہ سے (ب)۔تکبر کی وجہ سے

(ج)۔فسق کی وجہ سے (د)۔ظُلم کی وجہ سے

(ب)۔تکبر کی وجہ سے

(۶)۔تکبر کا لفظ بنا ہے۔

(ا)۔تکبر سے (ب)۔کبر سے

(ج)۔اکبر سے (د)۔کبیر سے

(ب)۔کبر سے

(۷)۔حضرت ابوبکر صدیق نے سارا مال دیا۔

(ا)۔بدر میں (ب)۔احد میں

(ج)۔حُنین میں (د)۔تبوک میں

(د)۔تبوک میں

(۸)۔رذیلہ کے معنی ہے۔

(ا)۔بُرا (ب)۔ریاکار

(ج)۔گناہ گار (د)۔بے موقع

(ا)۔بُرا

(۹)۔نفاق کی سب سے بڑی علامت ہے۔

(ا)۔غیبت (ب)۔جھوٹ

(ج)۔حسد (د)۔تکبر

(ب)۔جھوٹ

(۱۰)۔"اولی الامر"، سے مراد ہے۔

(ا)۔عوام (ب)۔حکام

(ج)۔عدلیہ (د)۔سیاستدان

(ب)۔حکام

(۱۱)۔کسب کے معنی ہے۔

(ا)۔کمانا (ب)۔بنانا

(ج)۔سنوارنا (د)۔بہتر کرنا

(ا)۔کمانا

(۱۲)۔محنت کرنے والا اللہ کا۔

(ا)۔بندہ (ب)۔دوست

(ج)۔خادم (د)۔غلام

(ب)۔دوست

(۱۳)۔"قولاسدیدا"، کا معنی ہے۔

(ا)۔اچھی بات (ب)۔سیدھی بات

(ج)۔عقلی بات (د)۔معاشرتی بات

(ب)۔سیدھی بات

(۱۴)۔سچائی دیتی ہے۔

(ا)۔سکون (ب)۔نجات

(ج)۔ترقی (د)۔کامیابی

(ب)۔نجات

(۱۵)۔ایفا کا معنی ہے۔

(ا)۔پُورا کرنا (ب)۔ختم کرنا

(ج)۔شامل کرنا (د)۔بندوبست کرنا

(ا)۔پُورا کرنا

(۱۶)۔وعدے پورے نہ کرنا علامت ہے۔

(ا)۔کفر کی (ب)۔نفاق کی

(ج)۔ظُلم کی (د)۔گناہ کی

(ب)۔نفاق کی

(۱۷)۔ایک سے زائد بیویاں ہوں تو لازم ہے۔

(ا)۔عدل کرنا (ب)۔توبہ کرنا

(ج)۔نوافل ادا کرنا (د)۔شکر کرنا

(ا)۔عدل کرنا

(۱۸)۔نبی کریم کی پہلی زوجہ تھیں۔

(ا)۔حضرت خدیجہ　　(ب)۔حضرت عائشہ

(ج)۔حضرت زینب　　(د)۔حضرت سودہ

(ا)۔حضرت خدیجہ

(۱۹)۔قطع کا مطلب ہے۔

(ا)۔توڑنا　　(ب)۔جوڑنا

(ج)۔ملنا　　(د)۔مرنا

(ا)۔توڑنا

(۲۰)۔حقوقِ زوجین سے مراد ہے۔

(ا)۔والدین کے حقوق　　(ب)۔میاں بیوی کے حقوق

(ج)۔اُستاد شاگرد کے حقوق　　(د)۔ہمسایوں کے حقوق

(ب)۔میاں بیوی کے حقوق

(۲۱)۔عورت کے بنیادی حقوق میں شامل ہے۔

(ا)۔حق مہر　　(ب)۔حوصلہ افزائی

(ج)۔خوشنودی　　(د)۔نازبرداری

(ا)۔حق مہر

(۲۲)۔ماں باپ کا نافرمان محروم رہے گا۔

(ا)۔دولت سے　　(ب)۔طاقت سے

(ج)۔جنت کی خوشبو سے　　(د)۔راحت سے

(ا)۔جنت کی خوشبو سے

(۲۳)۔نبی کریم کی والدہ کا نام تھا۔

(ا)۔حضرت آمنہ　　(ب)۔حضرت حلیمہ

(ج)۔حضرت ثوبیہ　　(د)۔حضرت سائرہ

(ا)۔حضرت آمنہ

(۲۴)۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام تھا۔

(ا)۔حضرت آسیہ (ب)۔حضرت مریم

(ج)۔حضرت سائرہ (د)۔حضرت ہاجرہ

(ب)۔حضرت مریم

(۲۵)۔کاملیت ایمان کی شرط ہے

(ا)۔محبتِ رسولؐ (ب)۔نماز

(ج)۔عبادات (د)۔خیرات

(ا)۔محبتِ رسولؐ

(۲۶)۔محبّتِ رسولؐ کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔

(ا)۔صدقہ (ب)۔نیکی کرنا

(ج)۔اطاعت (د)۔مدد کرنا

(ج)۔اطاعت

(۲۷)۔اللہ کا محبوب بننے کے لئے ضروری ہے۔

(ا)۔ادائیگی نماز (ب)۔اتباعِ رسولؐ

(ج)۔حج کرنا (د)۔زکوٰۃ دینا

(ب)۔اتباعِ رسولؐ

(۲۸)۔اللہ کی محبت کا تقاضا ہے۔

(ا)۔دین کی سربُلندی (ب)۔اتباعِ رسولؐ

(ج)۔حکومت کرنا (د)۔لوگوں کے کام آنا

(ب)۔اتباعِ رسولؐ

(۲۹)۔حقوق العباد سے مراد ہے۔

(ا)۔والدین کے حقوق (ب)۔بیوی کے حقوق

(ج)۔سب کے حقوق (د)۔بندوں کے حقوق

(ج)۔بندوں کے حقوق

(۳۰)۔ حقوق العباد میں سب سے مقدّم ہیں۔

(ا)۔والدین (ب)۔اولاد

(ج)۔رشتہ دار (د)۔پڑوسی

(ا)۔والدین

(۳۱)۔شہید کا سب کچھ معاف ہو جاتا ہے سوائے۔

(ا)۔قرض کے (ب)۔حج کے

(ج)۔نماز کے (د)۔روزہ کے

(ا)۔قرض کے

(۳۲)۔جہادِ اکبر ہے۔

(ا)۔جہاد باللسان (ب)۔جہاد بالقلم

(ج)۔جہاد بالنفس (د)۔جہاد بالعلم

(ج)۔جہاد بالنفس

(۳۳)۔جہاد باللسان کا معنی ہے۔

(ا)۔ہاتھ سے (ب)۔قلم سے

(ج)۔زبان سے (د)۔مال سے

(ج)۔زبان سے

(۳۴)۔بنیان مرصوص کا مطلب ہے۔

(ا)۔مجاہدین (ب)۔مضبوط دیوار

(ج)۔قلعہ (د)۔خیرات

(ب)۔مضبوط دیوار

(۳۵)۔شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

(ا)۔عرفات میں (ب)۔صفا میں

(ج)۔منیٰ میں (د)۔ذوالحلیفہ میں

(ج)۔منیٰ میں

(۳۶)۔ جہاد کا لغوی معنی ہے۔

(ا)۔کوشش کرنا (ب)۔ بہادری

(ج)۔ بے خوفی (د)۔سربلندی

(ا)۔کوشش کرنا

(۳۷)۔لفظ جہاد نکلا ہے۔

(ا)۔ جہد سے (ب)۔جہود سے

(ج)۔ جاہد سے (د)۔ جید سے

(ا)۔ جہد سے

(۳۸)۔حضورؐ نے جہاد کو کہا دین کا۔

(ا)۔ستون (ب)۔ مینار

(ج)۔کوہان (د)۔عظمت

(ج)۔کوہان

(۳۹)۔ جہاد بالسیف سے مراد ہے۔

(ا)۔زبان سے (ب)۔ ہاتھ سے

(ج)۔تلوار سے (د)۔قلم سے

(ج)۔تلوار سے

(۴۰)۔ارکانِ حج کا نام ہے۔

(ا)۔مناسک (ب)۔رواج

(ج)۔عبادات (د)۔طریقے

(ا)۔مناسک

(۴۱)۔حج کا لباس کہلاتا ہے۔

(ا)۔صوف (ب)۔حُلّہ

(ج)۔احرام (د)۔جُبّہ

(ج)۔احرام

(۴۲)۔صفامروہ میں کیا ہوتا ہے۔

(ا)۔عبادت (ب)۔قیام

(ج)۔سعی (د)۔خطبہ

(ج)۔سعی

(۴۳)۔زکوٰۃ کالغوی معنی ہے۔

(ا)۔مال دینا (ب)۔پاک کرنا

(ج)۔حساب کرنا (د)۔مدد کرنا

(ب)۔پاک کرنا

(۴۴)۔فرضیت زکوٰۃ کا حکم ہُوا۔

(ا)۔دو ہجری میں (ب)۔تین ہجری میں

(ج)۔چار ہجری میں (د)۔پانچ ہجری میں

(ا)۔دو ہجری میں

(۴۵)۔کس خلیفہ نے منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا۔

(ا)۔حضرت ابوبکر صدیقؓ (ب)۔حضرت عمر فاروقؓ

(ج)۔حضرت عثمانؓ (د)۔حضرت علیؓ

(ا)۔حضرت ابوبکر صدیقؓ

(۴۶)۔مصارف زکوٰۃ کا حکم قرآن کی کس سورت میں ہے۔

(ا)۔سورۂ توبہ (ب)۔سورۂ احزاب

(ج)۔سورۂ یوسف (د)۔سورۂ زخرف

(ا)۔سورۂ توبہ

(۴۷)۔مصارفِ زکوٰۃ کی تعداد ہے۔

(ا)۔چھ (ب)۔سات

(ج)۔آٹھ (د)۔نو

(ج)۔آٹھ

(۴۸)۔کتنے سونے پر زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

(ا)۔ساڑھے چار تولے (ب)۔ساڑھے سات تولے

(ج)۔ساڑھے آٹھ تولے (د)۔ساڑھے نو تولے

(ب)۔ساڑھے سات تولے

(۴۹)۔صوم کا معنی ہے۔

(ا)۔رُک جانا (ب)۔بھروسہ کرنا

(ج)۔دعا کرنا (د)۔بھوکے رہنا

(ا)۔رُک جانا

(۵۰)۔روزہ کا مقصد ہے۔

(ا)۔نیکی (ب)۔تقویٰ

(ج)۔ایمان (د)۔جنت

(ب)۔تقویٰ

(۵۱)۔فرضیت روزہ کا حکم ہُوا۔

(ا)۔دو ہجری (ب)۔تین ہجری

(ج)۔چار ہجری (د)۔پانچ ہجری

(ا)۔دو ہجری

(۵۲)۔روزہ فرض ہُوا۔

(ا)۔مکہ میں (ب)۔مدینہ میں

(ج)۔معراج میں (د)۔حجۃ الوداع کے موقع پر

(ب)۔مدینہ میں

(۵۳)۔وتر پڑھنا ہے۔

(ا)۔فرض (ب)۔واجب

(ج)۔سنت (د)۔نفل

(ب)۔واجب

(۵۴)۔صوم، کس زبان کا لفظ ہے۔

(ا)۔اُردو　　(ب)۔عربی

(ج)۔فارسی　　(د)۔اطالوی

(ب)۔عربی

(۵۵)۔ارکانِ اِسلام کی تعداد ہے۔

(ا)۔چار　　(ب)۔پانچ

(ج)۔چھ　　(د)۔سات

(ب)۔پانچ

(۵۶)۔نماز، کس زبان کا لفظ ہے۔

(ا)۔عربی　　(ب)۔فارسی

(ج)۔عبرانی　　(د)۔اُردو

(ب)۔فارسی

(۵۷)۔صلوۃ کا لفظی معنی ہے۔

(ا)۔عبادت　　(ب)۔سر جھکانا

(ج)۔رونا　　(د)۔دعا

(د)۔دعا

(۵۸)۔نماز کی فرضیت ہوئی۔

(ا)۔مکہ میں　　(ب)۔مدینہ میں

(ج)۔معراج کے موقع پر　　(د)۔ہجرت کے موقع پر

(ج)۔معراج کے موقع پر

معروضی سوالات

(1)س۔ ارکانِ اِسلام سے کیا مراد ہے اور کتنے ہیں؟

ج۔ ارکانِ اِسلام سے مراد دین کے وہ بنیادی اصول و اعمال ہیں جن پر اِسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔ یہ پانچ ہیں:

(۱)۔کلمہ (۲)۔نماز (۳)۔روزہ

(۴)۔زکوۃ (۵)۔حج

(2)س۔ کلمہ شہادت کا ترجمہ لکھیں اور کتنے اجزاء ہیں؟

ج۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، اِس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

کلمہ شہادت کے دو جز ہیں: (۱)۔توحید (۲)۔رسالتِ محمدی ﷺ

(3)س۔ کیا اللہ کو معبود اور رسول کو آخری نبی ماننے کے بعد کلمہ پڑھنا ضروری ہے؟

ج۔ جی ہاں! دِل کی گواہی کے ساتھ ساتھ زبان سے اقرار بھی کرے۔

(4)س۔ ترجمہ کریں:

لا یُو مِنُ اَحَدُ کُمْ حتیٰ یَکونَ ھَوَاہُ تبْعاً لِمَا جِئتُ بِہٖ

ج۔ ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص اِس وقت تک مومنِ کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے دِل کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں''۔

نماز

(5)س۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی کیا ہیں۔

ج۔ دعا کرنا، رحمت طلب کرنا، تسبیح کرنا۔

(6)س۔ صلوٰۃ یا نماز کے اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

ج۔ خاص آداب شرائط کے تحت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر رکوع وسجود کرنا۔

(7)س۔ نماز پر ایک آیت مع ترجمہ لکھیں:

ج۔ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ o

''نماز قائم رکھو اور مت ہو شرک کرنے والوں میں''۔

(8)س۔ ایک حدیث کا ترجمہ لکھیں (نماز پر)

ج۔ اَلصَّلوٰۃُ عَمَادُ الدِّیۡنَ

نماز دین کا ستون ہے۔

(9)س۔ نماز کی تاکید پر دو لائنیں لکھیں:

ج۔ نماز دینی تربیت کا اہم ترین حصّہ ہے۔ ہر اُمت پر فرض رہی ہے۔ نماز قائم کرنے والے فلاح پائیں گے اور اسے ترک کرنے والے ذلّت وخواری کا شکار ہوں گے۔ نماز انسان کو بُرائیوں سے دُور کرتی ہے اور اللہ کے نزدیک۔ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وقت پر نماز کا ادا کرنا ہے۔

(10)س۔ترجمہ لکھیں: قَالُوۡا لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ o

ج۔ ''وہ بولے ہم نہ تھے نماز پڑھنے والے''۔

(11)س۔قیامت کے دِن سب سے پہلے کس عمل کا حساب لیا جائے گا؟

ج۔ نماز کا۔

(12)س۔نماز کے پانچ فائدے لکھیں:

ج۔ (۱)۔احساسِ بندگی (۲)۔قربِ خُداوندی کا ذریعہ (۳)۔گناہ سے روکتی ہے (۴)۔اللہ کی خوشنودی کا حصول (۵)۔خوف وغم سے نجات

(13)س۔بے روح نمازیں کون سی ہیں؟

ج۔ جس میں رکوع، سجدہ اچھے طریقے سے نہ کیا گیا ہو اور جو دکھاوے کے لئے پڑھی گئی ہو۔

(14) س۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ کا ترجمہ لکھیں۔

ج۔ بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے

روزہ

(15) س۔ روزے کے اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

ج۔ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اپنے آپ کو کھانے پینے سے، برائیوں سے اور مباشرت سے روکے رکھنے کا نام روزہ ہے۔

(16) س۔ روزہ کیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟

ج۔ روزہ دینِ اِسلام کا بنیادی رُکن ہے۔ اس کا مقصد ہے تقویٰ کا حصول (ضبطِ نفس)

(17) س۔ تقویٰ کا مفہوم لکھیں

ج۔ تقویٰ کا مفہوم پرہیز گاری ہے۔ تقویٰ دِل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو بُرائیوں سے روکتی اور نیکیوں کی طرف راغب کرتی ہے۔

(18) س۔ روزے کے متعلق کوئی آیت اور اُس کا ترجمہ لکھیں۔

ج۔ **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ**

ترجمہ: اے ایمان والو! فرض کیے گئے تم پر روزے جیسے فرض کئے گئے تم سے پہلوں پر تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

(19) س۔ روزے کے متعلق کوئی حدیث لکھیں۔

ج۔ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ روزہ ڈھال ہے (گناہوں سے)۔

(20) س۔ ایمان کے ساتھ رکھے گئے روزوں کا کیا فائدہ ہے؟

ج۔ پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(21)س۔ایمان سے رکھے گئے روزے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد لکھیں۔

ج۔ آدمی کے ہر عمل کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہو جاتا ہے۔

(22)س۔اللہ تعالیٰ روزے کے ثواب کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟

ج۔ روزہ تو خاص میرے لئے ہے اور اس کا ثواب میں خود دیتا ہوں۔(جتنا بڑا بادشاہ ہوتا ہے اپنی بڑائی کے مطابق ہی انعام دیا کرتا ہے)

(23)س۔روزہ کے اجتماعی فائدے لکھیں۔

ج۔ ناداروں کے لئے ہمدردی کا جذبہ۔

صحتِ جسمانی کے لئے مفید ہوتا ہے۔

(24)س۔نبی نے رمضان کو کون سا مہینہ قرار دیا؟

ج۔ رمضان کو مواسات اور غمگساری کا مہینہ قرار دیا۔

(25)س۔بے اثر روزے کیا ہوتے ہیں۔

ج۔ ایسے روزے جو تقویٰ (ضبطِ نفس) سے خالی ہوں اور اُن میں ایمان اور احتساب جیسی اہم شرائط نہیں پائی جاتی ایسے روزے بے اثر ہوتے ہیں۔

(26)س۔قرآن کِس مہینے میں نازل ہُوا؟

ج۔ رمضان المبارک میں۔

زکوٰۃ

(27)س۔زکوٰۃ کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

ج۔ **زکوٰۃ کے لغوی معنی:** پاک کرنا۔نشونما پانا۔

زکوٰۃ کے اصطلاحی معنی: ہر صاحب نصاب پر سال گزرنے کے بعد اڑھائی فیصد کے حساب سے مستحق لوگوں پر خرچ کرنا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔

(28)س۔نصاب سے کیا مراد ہے۔

ج۔ زکوٰۃ ان لوگوں پر فرض ہے جن کے پاس ایک خاص مقدار میں سونا، چاندی، روپیہ یا سامانِ تجارت ہو اُس مقدار کو نصاب کہتے ہیں۔

(29)س۔زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کے ساتھ جہاد کس نے کیا؟

ج۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے

(30)س۔زکوٰۃ کی ادائیگی ہمیں کیا یاد دِلاتی ہے؟

ج۔ انسان نہ صرف اپنے مال کو پاک کرتا ہے بلکہ اس سے اپنے دِل کو دولت کی ہوس سے پاک کرتا ہے۔

(31)س۔زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں آیت کا ترجمہ لکھیں۔

ج۔ جو لوگ جمع کر کے رکھتے ہیں سونا اور چاندی اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سُنا دو عذابِ دردناک کی۔

(32)س۔زکوٰۃ کی شرح کتنی ہے؟ سونے اور چاندی کا نصاب بتائیں۔

ج۔ زکوٰۃ کی شرح اڑھائی فیصد ہے۔سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے۔

(33)س۔اجتماعی فوائد کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ کو مدینے کی اسلامی ریاست کے قیام کے فوراً بعد کیا ہدایت کی گئی۔

ج۔ لے لیجئے ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ پاک کرے تو ان کو اور بابرکت کرے تو ان کو اس وجہ سے (سورۃ التوبہ،۱۰۳)۔

(34)س۔مصارفین زکوٰۃ کتنے ہیں۔کون کونسے ہیں؟

ج۔ 8 ہیں: (۱)۔فقراء (۲)۔مساکین (۳)۔عاملین کی اُجرت
(۴)۔غلام کو آزاد کرنا (۵)۔مسافر (۶)۔قرض داروں کو چھڑانے کے لئے

(۷)۔راہِ خُدا میں کاوش کرنے والے (۸)۔مؤلفۃ القلوب

(35)س۔زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے اور ادائیگی کب واجب ہے؟

ج۔ زکوٰۃ ان لوگوں پر فرض ہے جن کے پاس ایک خاص مقدار میں سونا، چاندی، روپیہ یا سامانِ تجارت ہو اور جب پورا ایک سال گزر جائے تو ادائیگی واجب ہے۔

(36)س۔کن لوگوں سے زکوٰۃ لی جاسکتی ہے؟

ج۔ زکوٰۃ صرف مسلمانوں سے لی جاتی ہے۔

(37)س۔کن لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی؟

ج۔ اپنے اصول وفروع اور جن کا نان نفقہ انسان کے ذمے ہوتا ہے یعنی ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، شوہر، بیوی کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

(38)س۔کیا زکوٰۃ صرف اپنی بستی میں تقسیم ہو؟

ج۔ عام حالات میں اپنی بستی میں تقسیم ہونی چاہیے البتہ اگر اپنی بستی میں کوئی مستحق زکوٰۃ نہ ہو یا کسی ہنگامی صورتِ حال مثلاً سیلاب وغیرہ کے مواقع پر دوسری بستی کو دی جاسکتی ہے۔

حج

(39)س۔حج کے لغوی معنی تحریر کریں۔

ج۔ زیارت کا ارادہ کرنا، قصد کرنا۔

(40)س۔حج کے اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

ج۔ بیت اللہ کی زیارت کا مخصوص ایام میں ارادہ کرنا، حج کا اصطلاحی معنی ہے مخصوص ایام میں مخصوص مقام پر مناسک حج ادا کرنا۔

(41)س۔حج کب فرض ہوا۔

ج۔ ۹ ہجری کو حج فرض ہوا۔

(42)س۔شیطان کو کس جگہ کنکریاں ماری جاتی ہیں؟

ج۔ منیٰ میں۔

(43)س۔سعی سے کیا مراد ہے؟ صفا، مروہ سے کیا مراد ہے؟

ج۔ صفا، مروہ بیت اللہ کے قریب دو پہاڑ ہیں۔اس کے چکر لگانے کو سعی کہتے ہیں۔

(44)س۔دو مناسک حج تحریر کریں۔

ج۔ ا۔احرام باندھنا ۲۔تلبیہ پڑھنا

(45)س۔حج کی اقسام کتنی ہیں؟ اور کونسی ہیں؟

ج۔ تین قسمیں ہیں:

(۱)۔حج تمتع (۲)۔قِران (۳)۔افراد

(46)س۔حج کے دو اجتماعی فوائد تحریر کریں۔

ج۔ (۱)۔اُمّتِ مسلمہ کے باہمی روابط کا فروغ

(۲)۔معاشی واقتصادی ترقی کا حصول

(47)س۔حج کے دو انفرادی فوائد لکھیں۔

ج۔ (۱)۔گناہوں کی بخشش (۲)۔ایمان وتقویٰ میں اضافہ

جہاد

(48)س۔جہاد کا لغوی واصطلاحی معنیٰ لکھیں۔

ج۔ جہاد کا لغوی معنیٰ ہے کوشش کرنا۔اصطلاحی معنیٰ ہر وہ کوشش جو دین کی سربُلندی کے لئے کی جائے یا جس کوشش کے نتیجے میں کفر پسپا ہو اور دینِ اِسلام مستحکم ہو۔

(49)س۔جہاد کی کتنی اقسام ہیں۔نیز نام لکھیں۔

ج۔ ابتداء میں دو قسمیں ہیں:

o۔ جہاد بالسیف   o۔ جہاد بغیر السیف

جہاد بالسیف کی پھر دو قسمیں ہیں:

(i)۔ مدافعانہ جہاد جس کو دفاعی جہاد بھی کہتے ہیں۔

(ii)۔ مصلحانہ جہاد جس کو اقدامی جہاد بھی کہتے ہیں۔

جہاد بغیر السیف سے مراد جہاد بالنفس، جہاد بالقلم، جہاد بالمال اور جہاد بالعلم ہے۔

(50) س۔ جہادِ اکبر کسے کہتے ہیں؟

ج۔ خواہشاتِ نفس کے خلاف جہاد کو نبی ﷺ نے جہادِ اکبر کا نام دیا۔

(51) س۔ جہاد پر قرآنی آیت کا ترجمہ لکھیں۔

ج۔ اور لڑتے رہوان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جاوے دین سب اللہ کا۔

(52) س۔ جنگ اور جہاد میں کیا فرق ہے؟

ج۔ جہاد کا مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کے حکم کو نافذ کرنا ہوتا ہے جبکہ جنگ کا مقصد دُشمن کو شکست دے کر اس کے مال، دولت اور جاگیروں پر قبضہ کرنا ہوتا ہے۔

(53) س۔ جہاد کے فضائل پر آیت کا ترجمہ لکھیں:

ج۔ اللہ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

اللہ اور رسول ﷺ کی محبت واطاعت

(54) س۔ اللہ کے بعد محبت کے مستحق کون ہیں؟

ج۔ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپؐ ہی کی ذاتِ بابرکت کے طفیل ہم کو دینِ اسلام جیسی دولت ملی۔

(55) س۔ ترجمہ لکھیں:

لا یُؤ مِنُ اَحَدُ کُمْ حتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالناسِ اَجْمَعِیْن ج

ج۔ ترجمہ: ''تُم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسے اپنے والدین، اولاد اور دُنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ میں محبوب نہ ہوجاؤں''۔

(56) س۔ اطاعتِ رسول پر آیت کا ترجمہ لکھیں:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ

ج۔ آپ کہہ دیجیئے اگر تُم محبت رکھتے ہو اللہ سے تو میری راہ پر چلو تا کہ محبت کرے تُم سے اللہ۔

حقوق العباد

(57) س۔ حقوق کتنی قسم کے ہیں۔

ج۔ حقوق دو طرح کے ہوتے ہیں۔

ا۔ حقوق اللہ ۲۔ حقوق العباد، بندوں کے بندوں پر حقوق

(58) س۔ حُسنِ معاشرت کسے کہتے ہیں؟

ج۔ معاشرتی زندگی میں اگر فرداً سب لوگوں کو ان کے جائز حقوق ملتے رہیں تو وہ سکون و اطمینان کے ساتھ اپنی صلاحیتیں معاشرے کی ترقی کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ اِس طرح خوشگوار ماحول بن سکتا ہے۔

(59) س۔ والدین کے حقوق لکھیں۔

ج۔ اولاد کا فرض ہے کہ ان کے بڑھاپے کا سہارا بن کر احسان شناسی کا ثبوت دے۔ ان کو جھڑکنا نہیں چاہیے۔ ادب سے بات کرنی چاہیے۔

(60) س۔ والدین کے حقوق کے بارے میں آپ ؐ نے صحابہ کرام سے کیا ارشاد فرمایا؟

ج۔ فرمایا: ذلیل وخوار ہُوا۔ ذلیل وخوار ہُوا۔ ذلیل وخوار ہُوا

صحابہ کرام نے دریافت کیا کون یارسول اللہ ﷺ؟ ارشاد فرمایا:

"وہ جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا پھر ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر لی"۔

(61)س۔والدین سے حسن سلوک پر کوئی آیت مع ترجمہ لکھیں۔

ج۔ وَ بِالْوَ الِدِیْنِ اِحْسَاناً .

ترجمہ: اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو۔

(62)س۔والدین کے نافرمان کی کیا سزا ہے۔

ج۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق والدین کا نافرمان جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

(63)س۔اولاد کے حقوق لکھیں۔

ج۔ والدین کا فرض ہے کہ ان کی اچھی تربیت کریں۔ اچھا نام رکھیں۔ ان کی ہر جائز خواہش کو پورا کریں۔حسبِ مقدور تعلیم وتربیت کا انتظام کریں۔

(64)س۔میاں بیوی کے باہمی حقوق کی اہمیت کیا ہے؟

ج۔ معاشرے کی بنیادی اکائی گھر ہے اور گھر کے سکون اور خوشحالی کا انحصار میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات پر ہے۔اگر ان کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو یہ صورتِ حال بہت سے رشتوں کو کمزور کر دیتی ہے۔

(65)س۔اِسلام میں عورت کو کیا شرف حاصل ہے؟

ج۔ اِسلام واحد مذہب ہے،جس نے خواتین کا شرف بحال کیا،مردوں کو ان پر حکومت دینے کی بجائے ان کی حفاظت کی ذمہ داری سپرد کی اور تلقین کی کہ بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(66)س۔بیوی کا اپنے شوہر پر کیا حق ہے؟

ج۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو خود کھائے اسے بھی کھلائے جیسا خود پہنے ویسا اسے

پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے نہ اسے بُرا بھلا کہے"۔

(67) س۔ رشتہ داروں کے حقوق لکھیں۔

ج۔ مسلمانوں کو حکم ہے اپنے ضرورت مند رشتہ داروں کی ضروریات کا خیال رکھیں جو کچھ خُدا کی راہ میں خرچ کریں اس میں ترجیح اپنے رشتہ داروں کو دیں اور پھر ان کے ساتھ جو سلوک کریں اس پر انہیں طعنے دے کر اپنا اجر برباد نہ کریں۔

(68) س۔ اُستاد کے اعزاز و احترام کے بارے میں حضورؐ نے کیا فرمایا:

ج۔ فرمایا: "تیرے تین باپ ہیں، ایک وہ جو تجھے عدم سے وجود میں لایا۔ دوسرا وہ جس نے تُجھے اپنی بیٹی دی۔ تیسرا وہ جس نے تُجھے عِلم کی دولت سے مالا مال کیا"۔

(69) س۔ اُستاد کے حقوق لکھیں۔

ج۔ ان کا ادب احترام کریں۔ ان کی اطاعت کی جائے۔ انہیں معاشی جدوجہد سے بے فکر رکھا جائے اور ان کے حق میں دُعائے خیر کی جائے۔

(70) س۔ طلبہ کے لئے معلم (استاذ) کی حیثیت کیا ہے؟

ج۔ معلم کی حیثیت بارش کی سی ہوتی ہے اور طلبہ کی زمین جیسی۔ جو زمین بارش کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ بارش کے فیض سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔

(71) س۔ ہمسایہ سے کیا مراد ہے؟

ج۔ ہمسایہ سے مراد ہم سایہ یعنی ایک ہی سایہ تلے رہنے والے افراد ہیں۔ اس کے مفہوم میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو کسی شخص کے قرب جوار میں رہتے ہوں۔

(72) س۔ ہمسایہ کی اقسام لکھیں۔

ج۔ ہمسایہ کی تین اقسام لکھیں۔

۱۔ وہ ہمسایہ جو رشتہ دار بھی ہو۔ ۲۔ غیر رشتہ دار ہمسائے (خواہ غیر مسلم ہوں)

۳۔ ایسے لوگ جن سے عارضی تعلقات قائم ہو جائیں۔ مثلاً ہم پیشہ، ہم جماعت یا شریک سفر وغیرہ۔

(73) س۔ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں دو احادیث لکھیں۔

ج۔ (ا)۔تُم میں سے افضل وہ شخص ہے جو اپنے ہمسائے کے حق میں بہتر ہے۔

(۲)۔وہ شخص مومن نہیں جو اپنے ہمسائے کی بھوک سے بے نیاز ہو کر شکم سیر ہو۔

(74) س۔ہمسایہ کے دو حقوق تحریر کریں۔

ج۔ ا۔تحائف تبادلہ ۲۔جان و مال کی حفاظت

(75) س۔غیر مسلموں کے دو حقوق تحریر کریں۔

ج۔ ا۔جان و مال کا تحفظ ۲۔معاہدوں کی پابندی

(76) س۔اِسلامی معاشرتی ذمہ داریاں کونسی ہیں؟

ج۔ o۔محاسنِ اخلاق کو اپنانا o۔رزائلِ اخلاق سے پرہیز کرنا۔

(77) س۔محاسن اخلاق سے کیا مراد ہے۔

ج:۔ محاسن اخلاق سے مراد وہ خوبیان اور صفات ہیں جو انسان کی شخصیت کو سنوارنے اور انسانی معاشرے کو خوشحال بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

(78) س۔چند محاسنِ اخلاق ذکر کریں۔

ج۔ o۔دیانت داری o۔ایفائے عہد o۔سچائی

o۔عدل وانصاف o۔احترامِ قانون o۔کسبِ حلال

o۔ایثار

(79) س۔ایفائے عہد سے کیا مراد ہے؟ ہمیں اس کی تلقین کیوں کی گئی؟

ج۔ ایفائے عہد سے مراد وعدہ پورا کرنا ہے۔ہمارے اکثر معاملات کی بنیاد وعدوں پر ہوتی ہے۔ وہ پورے ہوتے رہیں تو معاملات ٹھیک رہتے ہیں اگر خلاف ورزی کریں تو سارے معاملات بگڑ جاتے ہیں۔

(80) س۔ایفائے عہد پر آیت کا ترجمہ لکھیں۔

ج۔ ''اور عہد کو پُورا کرو بے شک عہد کی پوچھ ہوگی''۔

(81)س۔ایفائے عہد کے بارے میں کوئی حدیث معہ ترجمہ لکھیں۔

ج۔ **لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ**

ترجمہ: جسے وعدے کا پاس نہیں اس میں دین نہیں۔

(82)س۔سچائی کے بارے میں ایک حدیث اور ایک آیت کا ترجمہ تحریر کریں۔

ج۔ (۱)۔سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ اسے ہلاک کرڈالتا ہے۔

(۲)۔''اور اللہ سے زیادہ سچی کس کی بات ہوسکتی ہے''۔(سورۃ النساء ۸۷)

(83)س۔عدل وانصاف کی کوئی مثال تحریر کریں۔

ج۔ آپؐ نے قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی خاتون کی چوری سے متعلق سزا کی معافی کی سفارش سُن کر ارشاد فرمایا:

''تُم سے پہلے قومیں اِسی سبب سے برباد ہوئیں کہ ان کے چھوٹوں کو سزا دی جاتی اور بڑوں کو معاف کر دیا جاتا تھا۔خُدا کی قسم اگر فاطمہ بنتِ محمدؐ بھی چوری کرتیں تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا''۔

(84)س۔قانون شکنی کی دو اہم وجوہ لکھیں:

ج۔ (۱)۔خودغرضی اور مفاد پرستی (۲)۔اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا

(85)س۔کسبِ حلال کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ کا ارشاد لکھیں:

ج۔ ''اے رسولو! کھاؤ ستھری چیزیں اور نیک اعمال کرو''۔

''اے لوگو! کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ''۔

(86)س۔صحابہ کا جذبۂ ایثار لکھیں۔

ج۔ حضرت ابوبکر صدیق گھر کا سارا سامان نبی کی خدمت میں لے آئے۔

حضرت عثمان نے قحط کے زمانے میں باہر سے آنے والا غلّہ دوگنے، چوگنے منافع کی

پیش کش کرتے ہوئے خریدا اور بلا معاوضہ تقسیم کر دیا۔

(87)س۔رذائل اخلاق سے کیا مراد ہے؟

ج۔ رذایل اخلاق سے مراد وہ برے اور گھٹیا اوصاف ہیں جو انسان کی شخصیت کو بگاڑنے اور معاشرے کو تباہ و برباد کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(88)س۔رذائلِ اخلاق کون سے ہیں؟

ج۔ o۔جھوٹ o۔غیبت o۔منافقت o۔تکبر o۔حسد

(89)س۔غیبت کی تعریف بیان کریں۔

ج۔ اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی وہ برائی بیان کرنا اگر اس کے سامنے بیان کی جائے تو اسے اچھا نہ لگے اسے غیبت کہا جاتا ہے۔

(90)س۔غیبت کی مذمت میں کوئی حدیث مع ترجمہ تحریر کریں۔

ج۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا (ترجمہ): غیبت زنا سے بھی بڑھ کر ہے۔

(91)س۔غیبت اور اتّہام میں کیا فرق ہے؟

ج۔ کسی کی عدم موجودگی میں اس کے عیب بیان کرنا غیبت ہے اگر کوئی ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں نہ ہو تو اتّہام (تہمت) کہلاتا ہے۔

(92)س۔غیبت کن دو صورتوں میں جائز ہے۔

ج۔ ا۔ظالم کے خلاف مظلوم کی شکایت غیبت قرار نہیں دی جا سکتی۔

۲۔کسی فتنہ کردار کے فتنہ سے لوگوں کو آگاہ کرنا۔

(93)س۔منافق کی اقسام تحریر کریں۔

ج۔ منافق کی دو بڑی اقسام ہیں۔

ا۔اعتقادی منافق ۲۔عملی منافق

(94)س۔منافقین کی نشانیاں لکھیں۔

ج۔ منافقین کی تین نشانیاں ہیں:

(ا)۔بولے تو جھوٹ بولے (۲)۔وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے

(۳)۔کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(95)س۔تکبر کی تعریف بیان کریں۔

ج۔ تکبر کے معنی خود کو بڑا اور برتر ظاہر کرنے کے ہیں اُردو میں عام طور پر اس کے لیے خود پسندی غرور اور گھمنڈ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

(96)س۔تکبر کی مذمت میں کسی حدیث کا ترجمہ لکھیں۔

ج۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے دل میں رائی برابر بھی غرور تکبر ہوگا وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(97)س۔حسد کسے کہتے ہیں؟

ج۔ حسد وہ بُری خصلت ہے جو کسی کو خوشحال اور پُرسکون دیکھ کر انسان کو بے چین کر دیتی ہے اور وہ اپنے بھائی کی خوشحالی کو دیکھ کر خوش ہونے کی بجائے دِل ہی دِل میں جلتا اور کُڑھتا ہے۔

(98)س۔حسد کے بارے میں کوئی حدیث مع ترجمہ تحریر کریں۔

ج۔ اِیَّا کُمْ وَالْحَسَدَ ترجمہ: حسد سے بچو

بابِ سوم

اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

اُسوہ کا معنی ہے نمونہ، رستہ۔ ایسا راستہ جس کی پیروی کی جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: ''درحقیقت تُم لوگوں کے لئے اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی پیروی ہی دُنیا و آخرت کی کامیابی کا زینہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے مختلف الجھت اوصاف کا جامع بنایا۔ معجزانہ طور پر آپؐ میں تمام صفات کو جمع فرما دیا۔ ایک ہی وقت میں آپ مبلغِ اعظم بھی تھے تو مجاہدِ اکبر بھی، شجاعتِ بے مثال تو عِلم میں کامل بھی، زہد و تقویٰ، سلیقہ مندی، صبر و ایثار بھی تھا اور اللہ پر قربان ہونے کا جذبہ بھی۔ زندگی کے کِسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والے آدمی خواہ امیر ہو یا غریب، شاہ ہو یا گدا، حاکم ہو یا محکوم، اُستاد ہو یا شیخ و مربی، تاجر ہو یا زمیندار، غرض کوئی بھی ہو آپؐ کی زندگی سے اسے رہنمائی مِلے گی، آپ کی تعلیمات کی روشنی میں وہ منشأ الٰہی جان کر عمل کر سکتا ہے۔

اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول میں تمہارے لئے بہترین نمونہ

ہے۔ان کی طرف دیکھوان کی طرف دیکھ دیکھ کراپنے شب وروز کے اعمال کو،عقائد وافکار کو درست کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی قرآن پاک کی مکمل تفسیر ہے جس نے مکمل آپکی اتباع و پیروی کی اس نے قرآن کی تعلیمات پر بھی عمل کرلیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی اورطریقۂ زندگی کے علاوہ کوئی اورطریقہ زندگی اختیار کرنا جہالت وگمراہی ہےاور ہر دَور میں جہالت وگمراہی کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔آپؐ نے ایک مرتبہ سیدھا خط کھینچا، اِس خط کے دائیں اور بائیں کچھ چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے، پھرآپ نے سیدھے خط پردائیں ہاتھ کی اُنگلی رکھی اورفرمایا:

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا

ترجمہ: ''بےشک یہ میراسیدھارستہ ہے''۔

فَتَّبِعُوْا o

''تُم اس کی پیروی کرو''۔

اورفرمایا کہ جودائیں اوربائیں خط ہیں ان کے ہرایک دروازے پرشیطان بیٹھا ہے اورلوگوں کواس طریقۂ زندگی کی طرف بُلاتا ہے۔ یہ سارے رستے جہالت اورگمراہی کے ہیں۔ اِسی طرح آپؐ نے ارشادفرمایا:

میری اُمّت ہرگز گمراہ نہیں ہوگی جب تک اس نے دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رکھّا۔(i)۔کتاب اللہ (ii)۔سُنتِ رسول اللہ

آپ کی پیروی کرنااورآپ کی تعلیمات پردل وجان سےعمل پیراہوناحکم الٰہی بھی ہےاورتقاضۂ محبت بھی۔

رحمۃ للعالمین

قرآن کریم میں آپ کو رؤف ورحیم کے اوصاف سے متصف کیا گیا ہے۔ رؤف کا معنیٰ کرم اور مہربانی میں کامل اور رحیم کا معنی سدا رحمتیں کرنے کے ہیں۔ رحمت کے عنصر سے قلوبِ انسانی دُکھ سے نجات پا کر سُکھ بلکہ شادابی قلب حاصل کرتا ہے۔ آپکی تعلیمات میں یہ سب باتیں شامل ہیں۔

رحمتِ عالم کے لغوی معنی:

رحمت کے معنیٰ ہیں پیار، ہمدردی، غمگساری۔ عالم کے معنی ہیں جہان اور عالم کی جمع ہے عالمین یعنی کئی جہان۔ رحمۃ العالمین کا مطلب ہے تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

اُمّت پر آپ کی رحمت:

ویسے تو آپؐ کی رحمت تمام جہانوں کے لئے ہے لیکن آپؐ کی رحمت سے زیادہ استفادہ کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو آپؐ پر ایمان لائیں گے۔

آپؐ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا:

''تُم لوگ پروانوں کی طرح آگ کے گڑھے کی طرف لپکتے ہو اور میں تُم کو کمر سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کرتا ہوں''۔

آپؐ کی رحمت وشفقت کی گواہی قرآن مجید نے یوں دی ہے:

لَقَدۡ جَآءَ کُمۡ رَسُوۡلٌ مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَاعَنِتُّمۡ
حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَؤُوۡفٌ رَّحِیۡمٌo

ترجمہ: ''بے شک آ چکے ہیں تمہارے پاس رسول تمہی میں سے۔ گراں گزرتا ہے ان پر تمہارا تکلیف میں پڑنا۔ جو تمہارے فائدے کے حریص ہیں اور مؤمنین کے ساتھ بڑی شفقت اور رحمت والے ہیں''۔

حتی الامکان آپ کوشش کرتے کہ کسی کو بھی دینی و دُنیاوی معاملات میں دُشواری و مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آپؐ باجماعت نماز کو مختصر کر دیا کرتے تھے لوگوں کی ضرورت کے پیشِ نظر اور اُمّت پر خوفِ مشقّت کے پیشِ نظر نماز تراویح کو صرف تین دِن ادا کیا کہ کہیں اُمّت پر فرض قرار دے دی گئی تو مشقت میں پڑ جائے گی۔

اِسی طرح مسواک کے کثیر فوائد آپؐ کے پیشِ نظر تھے لیکن آپؐ نے فرمایا:

''اگر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو اُمّت پر فرض قرار دے دیتا''۔(البخاری)

ہر معاملہ میں آپؐ اُمّت کو تنگی سے بچاتے اور اپنی دُعاؤں میں ہمیشہ اُمّت کو یاد رکھتے۔

کافروں کے لئے رحمت:

آپؐ کے وجودِ پاک کی برکت سے کفّارِ مکہ عذاب سے محفوظ رہے، وگرنہ گزشتہ زمانے میں جب قومیں نافرمانی و بغاوت پر اُتر آتیں تو عذابِ الٰہی میں مبتلا کر دی جاتیں لیکن اہلِ مکّہ مختلف عذابوں سے بچے رہے تو صرف آپؐ کے وجود کی برکت سے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّ بَھُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡھِم

ترجمہ: ''اللہ، ہرگز عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک آپؐ ان میں موجود ہوں گے''۔

واقعہ طائف کی تکالیف اور آپؐ کے ساتھ کیا جانے والا سلوک کِسی سے مخفی نہیں۔ایسی تکلیف حبیبِ خُدا کو دی گئی کہ آسمان سے فرشتے مدد کے لئے آگئے لیکن آپؐ نے اپنے لب مبارک سے ان کے لئے ایک بھی بددعا کا کلمہ نہ نِکالا، بلکہ ان کی ہدایت کی دُعا کی۔سلام علی سید العالمین

جنگِ احد میں آپؐ کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے اور آپؐ کا چہرہ انور خون میں تر ہو گیا۔ایسی حالت میں بھی آپؐ نے کفّار کے لئے بددعا نہیں کی۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام نے گزارش کی کہ آپؐ مشرکین کے لئے بددعا کریں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"میں لعنت کرنے والا نہیں بلکہ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔

غلاموں کے لئے رحمت:

جنگ میں پکڑے جانے والے لوگوں کو غلام بنانے کا سلوک شروع سے چلا آ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس طریقے کو باقی رکھا لیکن باقی اقوام کے غلام بنانے اور مسلمانوں کے غلام رکھنے میں بہت فرق ہے۔ان سے خدمت تو لی جاتی تھی لیکن کوئی حقوق متعین نہ تھے، اِسلام نے ان کے حقوق متعین کیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حسنِ سلوک کی تعلیم دی اور غلاموں کو آزاد کرنے پر جنت کی خوشخبری سُنائی۔

ارشادِ نبوی ہے:

"جس نے کِسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ (اس غلام کے)
ہر عضو کے بدلے اس کے عضو کو جہنم سے بری کرے گا"۔(مشکوٰۃ)

غلاموں کے حقوق:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو خود کھاؤ اپنے غلام کو بھی وہی کِھلاؤ اور جو خود پہنو اپنے غلام کو بھی اسی طرح کا دو۔

☆۔ ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔

☆۔ ان کی کسی غلطی پر ڈانٹنا بھی پڑے تو بقدرِ خطا ڈانٹ سکتے ہو۔اپنا ماتحت سمجھ کر بے جا ظُلم اور ناروا سلوک کرنا حرام ہے۔

☆۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کو آخری نصیحت یہ تھی ''اے میری اُمّت! نماز نہ چھوڑنا اور اپنے ماتحتوں کا خیال رکھنا''۔

رحمتِ عالم کی انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ کئی بڑے بڑے محدثین وفقہا اور عالی مقام عُلماء بھی غلاموں میں سے ہوئے ہیں یعنی اُمّت نے ان افراد کے لئے صرف خورد ونوش ہی نہیں بلکہ تعلیم کا بھی موقع فراہم کیا۔حضرت عکرمہ، حضرت مجاہد، حضرت نافع مولی ابنِ عمر جیسے حضرات اصلاً غلام تھے۔

واقعہ:

حضرت زید بن حارث کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ جب آپؐ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا۔ وہ آپؐ کی خدمت میں رہنے لگے۔ بچے تھے، والدین کو جب خبر پہنچی کہ ہمارا زید مکہ میں ہے تو لینے کے لئے آ گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشامد کی اور اپنا مطالبہ رکھا اور ہر قیمت پر اپنے بچے کو لے جانے کے لئے تیار تھے۔آپؐ نے فرمایا کہ زید اگر جانا چاہتا ہے تو میں نہ روکوں گا۔زید باوجودیکہ بچے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت ومحبت کے اس قدر گرویدہ تھے کہ والد اور چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

عورتوں کے لئے رحمت:

قوموں کا دستورِ عمل عام طور پر جس کی لاٹھی اُس کی بھینس والا رہا ہے کہ قوی ومضبوط کو تو حق مِل جاتا تھا مگر کمزور وضعیف لوگ یونہی ظُلم کی چکی میں پستے رہتے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُمّت کو ایسے احکامات کی تعلیم دی جس سے ہر قوی وضعیف کے حقوق خود بخود ادا ہو

جاتے ہیں۔

عورت بھی دُنیا کا مظلوم طبقہ تھا لیکن آپ ؐ کی تعلیمات کی برکت سے عورت کو شرف و عزت کا مقام حاصل ہُوا۔اس کی پہچان ماں، بیٹی یا اہلیہ کی صورت میں محترم قرار پائی۔

ماں کے بارے میں آپ ؐ نے فرمایا:

''اِس کے قدموں تلے تمہاری جنت ہے''۔

اور فرمایا:

''لعنت ہو اس آدمی پر جس نے اپنے والدین کو پایا اور خدمت کر کے رب سے جنت نہ لے سکا''۔

بیٹی و بہن کے بارے میں فرمایا:

''جنہوں نے دو بچیوں کی پرورش کی قیامت کے دن وہ میرے ساتھ ایسے ہوگا اور اپنے دو ہاتھ کی اُنگلیوں (شہادت اور اس کے ساتھ والی) کو مِلا کر اشارہ کیا۔ اسکے علاوہ بچیوں کو آپ نے باعثِ رحمت قرار دیا''۔

بیوی کے بارے میں فرمایا:

''تُم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے۔ جو اپنے گھر والوں پر مال خرچ کرے گا اللہ اس کو صدقہ کا ثواب دیں گے''۔

بچوں کے لئے رحمت:

آپ ؐ بچوں سے انتہائی شفقت فرماتے۔ جب آپ راستوں سے گزرتے تو سلام میں پہل کرتے۔ بعض اوقات بچے آپ ؐ سے لپٹ جاتے، آپ ؐ ان سے پیار فرماتے۔ آپ ؐ کی نواسی

حضرت امامہ سجدے کے وقت آپ کی پشت پر سوار ہو جاتیں اور آپ سجدہ طویل کر دیتے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں دس سال تک رہا۔ آپؐ نے کبھی بھی مجھے ایسا نہیں فرمایا: یہ کیوں کیا؟ یہ کیوں نہیں کیا؟

ایک روز آپ حسن بن علیؓ کو پیار کر رہے تھے۔ اقرع بن حابس تمیمی آپؐ کے پاس موجود تھے کہنے لگے میرے دس لڑکے ہیں میں نے تو کبھی بھی ان سے پیار نہیں کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیث: مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ

ترجمہ: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا

ترجمہ: ”جو ہمارے چھوٹوں پہ شفقت نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے“۔

یتیموں پر رحمت:

یتیموں اور غریبوں کے لئے آپؐ کی ذاتِ اقدس سراپا رحمت ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّةِ هٰکَذَا

ترجمہ: ”میں اور یتیم کی نگہداشت کرنے والا بہشت میں یوں ساتھ ساتھ ہوں گے“۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو ملایا۔

حضرت اسماء بنتِ عمیس جو کہ حضرت جعفرِ طیّار کی گھر والی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جس وقت جعفرِ طیّار غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور فرمایا

اے اسماء! جعفر کے بچوں کو بُلاؤ۔

میں نے ان بچوں کو آپؐ کی خدمت میں حاضر کیا تو آپؐ نے بڑے مشفقانہ انداز سے اپنے سینے سے لگایا اور رو پڑے۔ حضرت اسماء نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپکو حضرت جعفرؓ کی طرف سے خبر آئی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ آج اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے۔

مساوات

مساوات کِسے کہتے ہیں؟

مساوات کا لفظی معنی ہے برابری۔

اصطلاحِ شریعت میں لفظ مساوات بمعنی عدل کے استعمال ہوتا ہے یعنی جس کا جو حق بنتا ہے، جس کے لئے اللہ نے جو قانون نازل کر دیا، اِس کے نفاذ میں برابری کریں گے۔ ہر امیر و غریب، شاہ و گدا حکمِ الٰہی کا پابند ہے۔ قانون کے نافذ کرنے میں برابری ہوگی۔ جس طرح صاحبِ ثروت کو اس کا حق مِلتا ہے، فقیر کو بھی اِسی شان سے اس کا حق دیا جائے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معاشرے میں مساوات قائم کی:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں بے مثال واقعات ملتے ہیں جس سے عدل و مساوات کا درس مِلتا ہے۔

قانونی مساوات:

ہر امیر و غریب، شاہ و گدا پر بِلا کسی امتیاز کے احکامِ الٰہی کا نفاذ کیا جائے۔ تمام افراد قانون کے نفاذ میں برابر ہیں۔ کوئی بھی اپنی ذاتی شرافت، خاندانی عزت کی وجہ سے قانون کے

خلاف کرنے کا مجاز نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں بنومخزوم کی ایک معزز عورت جس کا نام فاطمہ تھا نے چوری کی جس کا یہ جرم ثابت بھی ہوگیا مگر کچھ افراد کی رائے یہ تھی کہ فاطمہ مخزومی کو سزا نہ دی جائے یہ شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور آپؐ کے سامنے سفارش کی گئی مگر آپؐ نے سختی سے اس تجویز کو رد کر دیا اور فرمایا: ''خُدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ سزا کے طور پر کاٹتا''۔

یہ آپکی عملاً تعلیمات مساوات وعدل کے نفاذ کے بارے میں ہیں۔

معاشرتی عدل (مساوات):

آپؐ کی آمد سے قبل عرب کا معاشرہ مختلف قسم کی درجہ بندیوں کا شکار تھا۔ حسب ونسب، قبیلہ وبرادری یا مال وجاہ کی بنیاد پر عزت وذلّت کا تعین کیا جاتا تھا۔ اِسی طرح دُنیا کی دیگر اقوام اِسی کم ظرفی کا شکار تھیں لیکن آپؐ نے فرمایا:

> ''لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے (آدم)، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سرخ پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے، مگر تقویٰ (خوفِ خُدا) کے سبب''۔ (مسند احمد)

- غلاموں کے بارے میں آپؐ نے فرمایا ''جو تم خود کھاؤ ان کو کِھلاؤ اور جو تُم خود پہنو ان کو بھی پہناؤ۔
- اِسی طرح آپؐ نے فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت بلالؓ کو کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا اعزاز بخشا۔
- آپؐ نے جنگِ خندق کے موقع پر صحابہ کرام کے ساتھ مِل کر کام کیا اِسی طرح مسجدِ نبوی کی تعمیر میں سید الانبیاء خاتم المرسلین، سید البشر نے خود بنفسِ نفیس عملاً

حصّہ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کو منع فرمایا ہُوا تھا کہ وہ آپؐ کی آمد پر کھڑے نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹھنے کے لئے کوئی مخصوص جگہ نہ ہوتی بلکہ آپ صحابہ کرام کی جماعت میں بے تکلفی سے بیٹھ جاتے اور اجتماعی کاموں میں خود بھی شریک ہوتے۔ اِس طرح آپؐ نے عملاً معاشرے میں عدل و مساوات کی فضا قائم فرمائی۔

اِسلامی تصوّرِ مساوات اور مغربی مساوات کا فرق:

مساوات کا یہ معنی کرنا کہ تمام لوگوں کے حقوق اور فرائض برابر ہیں۔ خواہ مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا کافر، والد ہو یا بیٹا، ہر ایک کے تمام حقوق برابر ہیں۔ مساوات کا ایسا مفہوم بیان کرنا اِسلامی شریعت کے خلاف ہے۔ اِسلام ایسی مساوات کا قائل نہیں ہے۔ یہ تصوّر مساوات مغربی مفکرین کا ہے۔

اِسلام میں ایسی مساوات نہیں ہے بلکہ حفظ مراتب ہیں یعنی جس کو جو حق مِلنا چاہیے اللہ جل شانہٗ نے بیان کر دیا ہے۔ ہر انسان کے حقوق اس کی ذمہ داریوں کی بقدر کم اور زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صنف نازک عورت پر ذمہ داریوں کا بوجھ کم ڈالا ہے، حتیٰ کہ اِس کا اپنا نان نفقہ یعنی روٹی، کپڑا، مکان جیسی بنیادی ضروریات بھی مرد پر، بھائی، باپ یا خاوند کی شکل میں ڈالی ہیں۔ اِس لئے جب ذمہ داریاں یکساں نوعیت کی نہیں ہیں۔ مرد کی الگ ذمہ داریاں ہیں، عورت کی الگ۔ تو حقوق بھی یکساں نوعیت کے نہیں ہونگے۔ کئی حقوق میں مرد کو فوقیت دی جاتی ہے اور کئی میں عورت کو۔

حقوق میں مساوات ہونا یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہوتی کیونکہ اگر حقوق مساوی کرو گے تو ذمہ داریاں بھی سب پر برابر آ جائیں گی اور تمام انسانوں میں برابر کی صلاحیت و طاقت نہیں ہوتی کہ تمام ایک جیسی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ اِس لئے اِسلام میں حفظ مراتب کی تعلیم ہے۔ حقوق کم ہوں یا

زیادہ احکامِ الٰہی میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اِن کے نفاذ میں مساوات اور برابری سے کام لیا جائے گا۔ یہ ہے اِسلامی مساوات نہ یہ کہ حقوق ہی سب کے برابر قرار دے دیئے جائیں۔

اخوت

مفہوم:

اخوت کا لفظ اُخ سے بنا ہے جس کے معنی بھائی چارہ، برادری کے ہیں۔ نبی پاک علیہ السلام نے اخوت کی بنیاد لسانیت، قومیت پر نہیں رکھی بلکہ عقیدہ کی بنیاد پر ایک دوسرے کو بھائی بھائی قرار دیا۔ عالمگیر اِسلامی برادری کی بنیاد ایمان (عقائد) پر ہے۔ دُنیا کے کِسی بھی خطہ، کِسی قوم و نسل سے تعلق رکھنے والا آدمی جب کلمہ پڑھ کر دائرۂ اِسلام میں آتا ہے تو مسلمانوں کا بھائی قرار پاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنّمَا الْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (الحجرات)

اخوت کی بنیاد:

آسان لفظوں میں یوں سمجھیئے کہ اخوت کی بنیاد کلمہ طیبہ یعنی لا اِلہٰ الا اللہ پر ہے۔ جس کا اقرار کرتے ہی ایک آدمی اِسلامی برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کِسی بھی قوم، ملّت، گروہ یا کِسی بھی زبان و علاقے سے تعلق رکھتا ہو۔

اخوت کی اہمیت:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل خطۂ عرب مختلف قسم کی خانہ جنگیوں میں مبتلا تھا۔

آپ کی آمد اور تعلیمات کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے قلوب کو بغض و عناد کی بجائے محبت و اُلفت سے بھر دیا اور کلمہ طیبہ کی بدولت آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اِسی بات کو اللہ تعالیٰ نے بطور احسان کے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے:

ترجمہ ''یاد کرو اللہ کے احسان کو جب تُم آپس میں دُشمن تھے پھر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دِلوں میں اور ہو گئے تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی''۔(سورۃ آل عمران:۱۰۳)

دِلوں کا آپس میں مِلنا محبت و اخوت کی بنیاد پر معاشرہ قائم ہونا بہت بڑی بات ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ ''اگر تم خرچ کر دیتے جو کچھ بھی زمین میں ہے۔ تو نہ اُلفت ڈال سکتے اِن کے دِلوں میں لیکن اللہ ہی نے اُلفت ڈالی ہے''۔

آیت:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِیْ الاَرْضِ جَمِیْعاً مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْ بِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ ط

اخوت کا عملی نمونہ:

ہجرت کے بعد حضرت انس بن مالک کے گھر آپ نے مہاجرین و انصار کو جمع کیا۔ اِس مجمع میں قریباً سو اصحاب جمع تھے جن میں نصف انصار تھے۔ مہاجرین میں سے ایک فرد کی کفالت انصارِ مدینہ کے ذمہ ڈالتے ہوئے فرمایا:

تَا خُوا فِی اللّٰہِ اَخوَیْنِ اَخوَیْنِ

ترجمہ:

''یعنی اللہ کی خاطر دو دو آدمی بھائی بھائی بن جاؤ اور آپس میں

وہی رویّہ رکھنا جو باہمی بھائی رکھتے ہیں''۔

ہر ایک انصاری اپنے مہاجر بھائی کو ساتھ لے گیا اور گھر کا تمام سامان پیش کیا اور کہا اس میں سے نصف آپ کا اور نصف میرا۔ وہ خود بھوکے رہے مگر اپنے بھائیوں کو کھانا مہیا کیا۔ خود سادہ لباس پہنا مگر اپنے مہاجر بھائی کو عمدہ لباس مہیا کیا۔ مثلاً عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ربیع کے بھائی قرار پائے تھے جو انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اُنھوں نے اپنے مہاجر بھائی سے یہاں تک کہہ دیا کہ میری دو بیویاں ہیں اِن میں سے جسے پسند کریں طلاق دے دیتا ہوں اور آپ اس سے شادی کر لیں لیکن عبدالرحمٰن نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کچھ لینے سے انکار کر دیا اور کہا مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیں۔

صبر و استقلال

لغوی معنی:

صبر کے لغوی معنیٰ اپنے آپ کو روکنا، تحمّل و برداشت سے کام لینا، نفسانی خواہشات پر کنڑول کرنا اور استقلال کا معنی استحکام، آزمائش کے موقع پر ثابت قدم رہنا۔ مضبوط رہنا۔

اصطلاحی معنی:

شریعت کی اصطلاح میں صبر و استقلال کا معنی یہ ہے کہ دینِ اِسلام پر چلتے ہوئے مشکلات، صدمات، نقصانات اور آزمائشوں کو برداشت کرنا اور دینِ حق پر جمے رہنا۔

صبر و استقلال کی فضیلت:

☆۔ اللہ کی معیّت کا وعدہ: اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ٥

بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

☆۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَبشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ O

صبر کرنے والوں کو خوش خبری سُنا دیں۔

☆۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلصَّبۡرُ ضِیَاءٌ

صبر روشنی ہے۔

☆۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

اَلنَّصۡرُ مَعَ الصَّبۡرِ

صبر فتح ونصرت کا سبب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی سے صبر کی مثال:

(ا)۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلانِ نبوت کیا تو کفار نے طرح طرح کے ظُلم آپؐ پر ڈھانے شروع کر دیئے۔ آپ کو جھوٹا کہا (نعوذ باللہ) کِسی نے کاہن کہا تو کِسی نے جادوگر لیکن آپ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا بلکہ بے دریغ تبلیغ کرتے رہے۔ ایک دِن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے حرم شریف میں کفّار کی ایک جماعت موجود تھی۔ ابوجہل کے اُبھارنے پر عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھڑی سجدہ کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پشتِ مبارک پر ڈال دی اور مشرکین زور زور سے ہنسنے لگے۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اِس واقعہ کی اطلاع مِل گئی وہ فوراً دوڑتی ہوئی آئیں اور غلاظت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پشت سے دُور کی اور کفار کو بد دعا دی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، بیٹی صبر سے کام لو۔

اللہ ان کو ہدایت دے کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ بہتر کیا چیز ہے۔

(۲)۔ ابولہب کی بیوی اُمِ جمیل آپؐ کے راستوں میں کانٹے بچھاتی تھی۔ جس سے آپؐ کے پاؤں زخمی ہو جاتے مگر آپ نے نہایت صبر و استقلال سے اس تکلیف کو برداشت کیا مگر کبھی بددعا کے لئے ہاتھ نہ اُٹھائے۔

(۳)۔ دُشمنانِ خُدا نے جب دیکھا کہ ان کی ہر طرح کی مخالفت کے باوجود دینِ مبین چاروں طرف پھیل رہا ہے اور لوگ اِسلام قبول کر رہے ہیں۔ آپؐ کے صحابہ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے تو کفّارِ مکّہ نے نبوت کے ساتویں سال ماہِ محرم کے اندر آپؐ کے خاندان یعنی بنو ہاشم کے ساتھ ہر طرح کی قطع تعلقی کا فیصلہ کیا کہ کوئی بھی خاندان قبیلہ بنو ہاشم کے ساتھ نہ تو کوئی لین دین کرے گا اور نہ ہی میل جول رکھے گا، نہ ان کی امداد کرے گا۔ ابو لہب کے سوا پورا خاندانِ بنی ہاشم تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہا۔ اِس دوران پورے خاندان کو اتنی تکالیف اُٹھانی پڑیں جن کے تصوّر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپؐ نے ان حالات میں نہایت صبر و استقلال سے کام لیا۔

عفوو درگزر

عفو:

عفو کا لغوی معنی معاف کرنا درگزر کرنا، بدلہ نہ لینا۔ قوّت و اختیار کے باوجود معاف کر دینا۔

اصطلاحی معنی:

کِسی سے بدلہ لینے پر قدرت رکھتے ہوئے بھی اللہ کے لئے معاف کر دینا، عفوو درگزر کہلاتا ہے۔

عفو کی اہمیت:

☆۔ **حکمِ الٰہی:**

اللہ تعالیٰ نے عفوودرگزر سے کام لینے کا حُکم دیا ہے:

فَاعْفُوْا و اصْفَحُوا. پس معاف کرواور درگزر کرو

☆۔ **تقویٰ کی نشانی:**

ارشادِ باری ہے:

وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتقْوٰی۔ معاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

☆۔ **ارشادِ نبوی ﷺ ہے:** موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ تیرے بندوں میں کون تیرے نزدیک زیادہ عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو انتقام پر قدرت رکھنے کے باوجود لوگوں کو معاف کردے''۔

☆۔ **ارشادِ نبوی ﷺ ہے:** ''تُم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تُم پر رحم کرے گا''۔

اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ سے مثالیں

۱)۔ کفّارِ مکّہ جنہوں نے آپ کو بے شمار تکالیف پہنچائیں حتیٰ کہ آپ کو اور صحابہ کو ہجرت پر مجبور کردیا۔ مکہ میں رہنے نہ دیا۔ صرف یہاں تک نہیں بلکہ مدینہ منوّرہ پر بھی لشکر لیجا کر چڑھائی کرتے رہے۔ اِسلام کے خلاف ہر ممکنہ جدوجہد میں حصّہ لیتے بلکہ پیش پیش رہتے۔ جب فتح مکّہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے تمام تکلیفوں کا بدلہ لے سکتے تھے مگر آپؐ نے ان تمام کو معاف فردیا۔

۲)۔ ہندہ نے حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ چبایا تھا فتح مکّہ کے موقع پر جب وہ مسلمان ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں معاف کردیا۔

۳)۔ سراقہ بن جعشم ہجرت کے موقع پر آپؐ کے تعاقب میں نکلا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچ گیا۔ جب قریب پہنچا تو اِس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اِس نے معافی طلب کی تو آپؐ نے نہ صرف امان دی بلکہ وصیت کی کہ جب ایران فتح ہو تو کسریٰ کے کنگن اِس کو پہنائے جائیں۔ حضرت عمرؓ کے دور میں جب ایران فتح ہُوا تو یہ کنگن وصیت کے مطابق ان کو پہنائے گئے۔

یہودِ مدینہ:

یہودِ مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف بہت سی سازشیں کیں اور بارہا آپؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہودی قبیلہ بنونضیر نے آپؐ پر پتھر گرا کر شہید کرنے کی کوشش کی لیکن وحی الٰہی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بروقت خبر کر دی اور آپؐ بچ گئے۔ اِسی طرح خیبر کی ایک یہودیہ نے آپؐ کے کھانے میں زہر مِلا کر آپ کو کھِلا دیا۔ جس کا اثر زندگی بھر رہا۔ لیکن آپؐ انہیں ہر بار معاف فرما دیتے۔ اِن کی گستاخیوں سے درگزر کرتے رہے حتیٰ کہ جب ان کی ریشہ دوانیاں حد سے تجاوز کر گئیں تب آپؐ نے مجبوراً انہیں بددعا دی۔

سفرِ طائف:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قریش کی شدید مخالفت کو دیکھ کر وادیٔ طائف کا قصد کیا تا کہ وہاں کے رہنے والوں کو دینِ اِسلام کی دعوت دیں۔ طائف کے سرداروں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے کی بجائے آپؐ سے نہایت غیر مہذب اور ناشائستہ برتاؤ کیا۔ آپؐ پر اتنے پتھر برسائے کہ آپؐ کا جسمِ مبارک لہولہان ہو گیا۔ حتیٰ کہ آپؐ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ آپؐ نے ایک کافر کے باغ میں پناہ لی آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر اس کو بھی ترس آ گیا۔ اس نے اپنے باغ سے انگور توڑ کر اپنے غلام کے ذریعے سے آپؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ اہلِ طائف نے آپؐ سے اِس قدر بدسلوکی کی کہ اِس موقع پر جبرائیل امین تشریف لائے اور اُنہوں

نے عرض کیا۔ اگر آپ حکم دیں تو طائف کے دونوں جانب کے پہاڑوں کو مِلا دوں تا کہ سرکش لوگ نیست و نابود ہو جائیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ صرف یہ کہ انہیں معاف فرمایا بلکہ ان کے حق میں دُعا فرمائی، ''اے اللہ ان کو ہدایت عطا فرما''۔

عفو و درگزر کے انسانی معاشرے پر اثرات

(۱)۔امن وسلامتی (۲)۔محبت واخوت (۳)۔عزت میں اضافہ

(۴)۔اخلاقی بُلندی (۵)۔قربِ الٰہی

۱)۔امن وسلامتی:

انسان جب ایک جگہ مِل کر رہتے ہیں تو ہر ایک پر دوسرے کے حقوق ہوتے ہیں۔ اگر آدمی عفو و درگزر سے کام لے تو باہمی معاشرتی تعلقات خوشگوار رہتے ہیں اور معاشرے میں امن و اخوت قائم ہوتی ہے۔ عفو و درگزر سے کام لینے سے امن وسلامتی کو فروغ مِلتا ہے۔

۲)۔باہمی محبت واخوت:

عفو سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے:

''ایک دوسرے کو معاف کرو باہمی کینہ دُور ہو جائے گا''۔

۳)۔عزت میں اضافہ:

اللہ تعالیٰ عفو و درگزر کرنے والے کی عزت میں اضافہ کرتا ہے۔ جو آدمی اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے دوسروں سے نرمی کرتا ہے اللہ اس کو بُلند فرماتے ہیں۔

۴)۔اخلاقی بُلندی:

معاف کرنے سے انسان کی اخلاقیات میں بُلندی ہوتی ہے۔ میٹھا بول بولنا، لوگوں کو

معاف کرنا، ان سے حُسنِ سلوک کرنا۔ انسان کو ہر دلعزیز بنا دیتا ہے۔

۵)۔قربِ الٰہی:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا آسمان والا اس پر رحم نہیں کرتا۔ جو لوگوں کے عیوب چھپاتا ہے، ان کو رسوا نہیں کرتا، قیامت میں اللہ اس کے عیوب چھپالیں گے۔ اِس لئیے لوگوں سے معافی اور درگزر کا سلوک کرنا قربِ الٰہی کا سبب ہے۔

ذکر

مفہوم:

قرآن مجید میں یہ لفظ کئی معانی کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ دُعا کرنا۔ تلاوتِ قرآن۔ نصیحت۔ یاد کرنا۔

لفظی معنی ہیں کِسی کو یاد کرنا۔

شریعت کی اصطلاح میں ذکر کہتے ہیں اللہ جل شانہٗ کو یاد کرنا۔

فضائلِ ذکر:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاذْ کُرُونِیۡ اَذْ کُرْکُمْ

تُم مجھے یاد کرو میں تُمہیں یاد کروں گا۔

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ

اللہ تعالیٰ کی یاد سب سے بڑھ کر ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور

فرمایا اے لوگو! بہشت کے باغوں کے سیر کیا کرو۔

لوگوں نے عرض کیا باغاتِ بہشت کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: مجالسِ ذکر۔

ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کو یاد کرتا ہے اس کی مثال زندہ جیسی ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا اس کی مثال مردہ جیسی ہے۔

اَلابِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ

سُن لو! دِلوں کا اطمینان وسکون اللہ کے ذکر میں ہے۔

مفسرِ قرآن حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور اُن میں سے ایک صرف ذاکرین کے لئے ہے''۔

افضل ترین ذکر:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَفْضَلُ الذِّکْرِ لا اِلٰہ الّااللّٰہ۔ یعنی بہترین ذکر لاالٰہ الا اللہ ہے۔ تسبیحاتِ فاطمہ تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، الحمداللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہنا ذکرِ الٰہی ہے۔ اِس ذکر کو تسبیحاتِ فاطمہ کہتے ہیں۔

ذکر کی اقسام

- ذکرِ قلبی
- ذکرِ لسانی
- ذکرِ جلی
- ذکرِ خفی
- ذکرِ عملی
- ذکرِ انفرادی
- ذکرِ اجتماعی

ذکرِ قلبی:

ذکرِ قلبی کا مطلب ہے کہ دِل میں اللہ کو یاد کرنا۔ یادِ الٰہی اِس طرح دِل میں رچ بس جائے کہ شعوری اور غیر شعوری طور پر دِل یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔

ذکرِلسانی:

زبان سے اللہ کو یاد کرنا۔ مثلاً سبحان اللہ، الحمد اللہ یا اللہ اکبر یا دیگر اذکار کا ورد کرنا۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ خفی اور جلی

ذکرِخفی:

خفی کا معنیٰ ہے (پوشیدہ) چُھپا ہُوا۔

آہستہ آواز سے ذکر کرنے والے کو ذکرِ خفی کہتے ہیں۔

ذکرِجلی:

جلی کا معنیٰ ہے واضح اور ظاہر۔

بُلند آواز سے ذکر کرنے والے کو ذکرِ جلی کہتے ہیں۔ مثلاً تلاوت، اذان، تسبیح و تحلیل۔

ذکرِ لسانی کی دونوں صورتیں جائز ہیں۔

ذکرِعملی:

ذکرِ عملی کا مطلب ہے کہ انسان عملاً اطاعتِ الٰہی میں مصروف ہو۔ اگرچہ زبان خاموش ہو لیکن عملاً وہ کِسی اطاعت میں مصروف ہو۔ مثلاً کِسی کمزور کی مدد کر رہا ہے، روزہ دار ہے۔ عملاً نیکی کی تمام شکلیں ذکرِ عملی میں آئیں گی۔ نماز بہترین ذکر ہے کیونکہ اِس میں ذکرِ لسانی، قلبی و عملی تمام قسمیں جمع ہو جاتی ہیں۔

ذکرِانفرادی:

انفرادی کا مطلب ہے اکیلا۔ ذکرِ انفرادی یعنی تنہا فرد ذکرِ الٰہی کرے مثلاً اکیلا تسبیح و تحلیل پڑھنا، نماز ادا کرنا، تلاوت کرنا وغیرہ

اجتماعی:

اجتماعی کا معنی ہے اکٹھا۔یعنی مسلمانوں کی ایک جماعت یا کچھ افرادمِل کر ذکر کریں۔ مثلاً حج میں تلبیہ پڑھنا۔نماز با جماعت پڑھنا۔تسبیحات مثلاً سبحان اللہ،اللہ اکبر وغیرہ بیک زبان ہوکر پڑھنا۔

سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔
حضور اکرم کی شفقت و رحمت
(۱)۔عورتوں پر (۲)۔بچوں پر (۳)۔امت پر (۴)۔یتیموں پر

۲۔ ''اِنَّما الْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ حضور اکرمؐ نے اس حکم کے تحت اختلاف رنگ و نسل مٹا کر تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا''۔اِس پر مفصّل تبصرہ کریں۔

۳۔ مساوات کِسے کہتے ہیں؟ رسولِ کریمؐ نے اِسلامی معاشرے میں مساوات کیسے قائم کی؟

۴۔ عفو و درگزر سے کیا مراد ہے؟ اِس سے انسانی معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ رسولِ پاکؐ کے عفو و درگزر کے چند واقعات تحریر کریں۔

۵۔ ہمارے نبیؐ صبر و استقلال کا پہاڑ تھے۔مثالوں کے ذریعے اس کی وضاحت کریں۔

۶۔ ذکر سے کیا مراد ہے؟ ذِکرِ الٰہی کی اقسام اور اس کے فضائل تحریر کریں۔

کثیرالانتخابی سوالات مع جوابات

ہرسوال کے دیئے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر ( ) کانشان لگائیں۔

(ا)۔حضورؐ مومنین کے لئے ہیں۔

(ا)۔رؤف رحیم (ب)۔جبار وقہار

(ج)۔رحمٰن ورحیم (د)۔صبور شکور

(ا)۔رؤف رحیم

(۲)۔حریص کا معنی ہے۔

(ا)۔خواہش مند (ب)۔نفع دینے والا

(ج)۔نقصان پہنچانے والا (د)۔اُٹھانے والا

(ا)۔خواہش مند

(۳)۔حضور نے مسجد میں تراویح پڑھی۔

(ا)۔تین دِن (ب)۔چار دِن

(ج)۔پانچ دِن (د)۔چھ دِن

(ا)۔تین دِن

(۴)۔کفّار پر حضور کی وجہ سے رحمت ہوئی۔

(ا)۔بارش برسی (ب)۔بادل آئے

(ج)۔آندھی نہ آئی (د)۔عذاب نہ آیا

(د)۔عذاب نہ آیا

(۵)۔آپؐ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو بچوں سے۔

(ا)۔پیار نہیں کرتا۔ (ب)۔شفقت نہیں کرتا

(ج)۔کھلاتا نہیں (د)۔اُٹھاتا نہیں

(ا)۔پیار نہیں کرتا۔

(٦)۔مثلہ کہتے ہیں۔

(ا)۔جانوروں کے اعضاء کاٹنے کو (ب)۔مردہ انسانوں کے اعضاء کاٹنے کو

(ج)۔درختوں کے کاٹنے کو (د)۔عمارتیں گرانے کو

(ب)۔مردہ انسانوں کے اعضاء کاٹنے کو

(٧)۔اخوت کا لفظ بنا ہے۔

(ا)۔اخ سے (ب)۔اخا سے

(ج)۔اخو سے (د)۔اخی سے

(ا)۔اخ سے

(٨)۔حضور نے انصار و مہاجرین میں قائم کیا رشتہ۔

(ا)۔دین (ب)۔محبت

(ج)۔شفقت (د)۔مواخاۃ

(د)۔مواخاۃ

(٩)۔"الَّفَ"، کا معنی ہے۔

(ا)۔جوڑنا (ب)۔دیکھنا

(ج)۔پکارنا (د)۔پکا کرنا

(ا)۔جوڑنا

(١٠)۔مساوات کا لفظ بنا ہے۔

(ا)۔مساوی سے (ب)۔سوی سے

(ج)۔مسواک سے (د)۔مساویانہ سے

(ب)۔سوی سے

(١١)۔حضور نے مساوات کا عملی نمونہ پیش کیا۔

(ا)۔غزوہ بدر میں (ب)۔احد میں

(ج)۔خندق میں (د)۔تبوک میں

(ج)۔خندق میں

(۱۲)۔کسی کو کسی پر فضیلت نہیں سوائے۔

(ا)۔عبادت کے　　　(ب)۔نیکی کے

(ج)۔خیرات کے　　　(د)۔تقویٰ کے

(د)۔تقویٰ کے

(۱۳)۔حدیث میں ہے کہ صبر ہے۔

(ا)۔روشنی　　　(ب)۔سکون

(ج)۔آزمائش　　　(د)۔امتحان

(ا)۔روشنی

(۱۴)۔حضورؐ اور آپؐ کا خاندان شعب ابی طالب میں محصور رہا۔

(ا)۔دوسال　　　(ب)۔تین سال

(ج)۔چارسال　　　(د)۔پانچ سال

(ب)۔تین سال

(۱۵)۔نبی کریمؐ کے دانت مبارک شہید ہوئے۔

(ا)۔غزوہ بدر میں　　　(ب)۔غزوہ احد میں

(ج)۔غزوہ حُنین میں　　　(د)۔غزوہ تبوک میں

(ب)۔غزوہ احد میں

(۱۶)۔عفو کا معنی ہے۔

(ا)۔معاف کرنا　　　(ب)۔دکھ دینا

(ج)۔چھوڑ دینا　　　(د)۔درگزر کرنا

(ا)۔معاف کرنا

(۱۷)۔درگزر لفظ ہے۔

(ا)۔عربی کا　　　(ب)۔فارسی کا

(ج)۔عبرانی کا　　　(د)۔اُردو کا

(ب)۔فارسی کا

(۱۸)۔حضورنے کِس موقع پر عفوعام کا اعلان کیا۔

(ا)۔صلح حدیبیہ (ب)۔خطبہ حجتہ الوداع

(ج)۔فتح مکّہ (د)۔ہجرت کے وقت

(ج)۔فتح مکّہ

(۱۹)۔فتح مکہ کے موقع پر عفوعام کرتے ہوئے حضورؐ نے کِس نبی کی مثال دی۔

(ا)۔حضرت ابراہیم علیہ السلام (ب)۔حضرت یعقوب علیہ السلام

(ج)۔حضرت یوسف علیہ السلام (د)۔حضرت موسیٰ علیہ السلام

(ج)۔حضرت یوسف علیہ السلام

(۲۰)۔ذکر کا معنی ہے۔

(ا)۔بلانا (ب)۔پکارنا

(ج)۔یاد کرنا (د)۔رونا

(ج)۔یاد کرنا

(۲۱)۔ذکر صاف کرتا ہے دِل کے۔

(ا)۔زنگ کو (ب)۔گناہ کو

(ج)۔سختی کو (د)۔نافرمانی کو

(ا)۔زنگ کو

(۲۲)۔ذکرِ لسانی سے مراد ہے۔

(ا)۔دِل سے ذکر (ب)۔عمل سے ذکر

(ج)۔زبان سے ذکر (د)۔تنہائی میں ذکر

(ج)۔زبان سے ذکر

(۲۳)۔ذکرِ جلی سے مراد ہے۔

(ا)۔چھپ کر (ب)۔ظاہراً

(ج)۔بیٹھ کر (د)۔کھڑے ہوکر

(ب)۔ظاہراً

معروضی سوالات

اسوۂ رسول اکرم ﷺ

(1) س:۔ اُسوۂ حسنہ کا لغوی و اصطلاحی معنی کیا ہے؟

ج:۔ لغوی معنی: بہترین نمونہ

اصطلاحی معنی:۔ حضور اکرم ﷺ کی عملی زندگی کا نمونہ۔

(2) س:۔ رحمۃ للعالمین سے کیا مراد ہے۔

ج:۔ حضرت محمد ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔

(3) س:۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا، ایک آیت کریں۔

ج:۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (سورۃ الانبیاء)

(4) س:۔ آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ج:۔ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ ہیں۔

(5) س:۔ رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ رحمت اور شفقت کے بارے میں ایک آیت مع ترجمہ لکھیں؟

ج:۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْـــمٌ۔ ترجمہ:۔ مسلمانو تمہارے پاس (اللہ کا) ایک رسول آ گیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا رنج و کلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بڑا ہی خواہش مند ہے۔ وہ مومنوں کے لیے شفقت رکھنے والا ہے، رحمت والا ہے۔

(6) س:۔ حضرت محمد ﷺ کا نماز اور خطبہ کیسا ہوتا تھا؟ بقول حضرت عائشہ تحریر کریں؟

ج:۔ بحالت مجبوری نماز اور خطبہ مختصر فرما دیتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ اپنے

پسندیدہ عمل کو بھی اس لیے ترک فرما دیتے کہ کہیں وہ عمل امت پر فرض کی حیثیت سے عائد نہ ہو۔

(7) س:۔ رسول اکرم ﷺ نے نماز تراویح کتنے دن مسجد میں ادا کی اور کس خیال کی وجہ سے ترک کی۔

ج:۔ تین دن مسجد میں ادا فرمائی اور بعد ازاں یہ خیال مانع ہوا کہ نماز تراویح امت پر فرض نہ کر دی جائے۔

(8) س:۔ امت کو عبادات و معاملات میں دشواری سے بچانے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے عمر بھر فکر کی۔ کوئی ایک مثال لکھیں؟

ج:۔ مسواک کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر امت کو دشواری نہ ہوتی تو میں انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

(9) س:۔ گزشتہ امتیں کس طرح عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ دو سطریں لکھیں۔

ج:۔ نافرمانی اور گناہوں کے سبب کسی قوم کی صورت مسخ کر دی گئی تو کسی پر طوفان کا عذاب آیا اور کسی کی بستی کو الٹ دیا گیا۔

(10) س:۔ حضور ﷺ کی امت پر شفقت اور رحمت کی چند مثالیں ذکر کریں۔

ج:۔ 1۔ آپ ﷺ مقروض صحابہ کا قرض ادا کرتے۔

2۔ بوقت ضرورت نماز مختصر فرما دیا کرتے تھے۔

3۔ نمازِ تراویح مسجد میں فرض نہ ہو جانے کے خدشے سے صرف تین دن ادا فرمائی۔

4۔ مشقت کی بنا پر ہر نماز کے ساتھ مسواک کو لازم نہ ٹھہرایا۔

(11) س:۔ حضور اقدس ﷺ کے دندان مبارک کس جنگ میں شہید ہوئے۔

ج:۔ جنگ احد میں۔

(12) س:۔ مشرکین کے بارے میں بددعا کا کہا گیا تو آپ ؐ کیا فرمایا کرتے تھے۔

ج:۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا نہیں، بلکہ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(13)س:۔ نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ دوس والوں کے لیے کیا فرمایا۔

ج:۔ خدایا قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو دائرہ اسلام میں لا۔

(14)س:۔ اسلام سے قبل عورتوں کا مقام لکھیں۔

ج:۔ اسلام سے قبل معاشرے میں عورتوں کی کوئی عزت نہ تھی۔ وہ ظلم وستم کا شکار تھیں۔

(15)س:۔ اسلام کے آنے کے بعد عورتوں کو کیا مقام ملا۔

ج:۔ حضرت محمد ﷺ نے انہیں عزت واحترام بخشا اور ان کے حقوق وفرائض کا تعین کیا اور ان کو ماں، بیٹی اور بیوی تینوں حیثیتوں سے عزت عطا کی۔ حق وراثت، حق مہر، حق خلع اور دیگر حقوق متعین کیے۔

(16)س:۔ ماں کی شان کے بارے میں فرمانِ نبی ﷺ مع ترجمہ لکھیں۔

ج:۔ **اَلْجَنَّۃَ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُ مَّھَاتِ**

جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

(17)س:۔ اسلام سے قبل عرب کے لوگوں کا اپنی لڑکیوں سے کیا سلوک تھا۔

ج:۔ عرب کے لوگ ننگ و عار یا بھوک اور غربت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل اور لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، نبی ﷺ نے اس قبیح رسم کو ختم کرایا۔

(18)س:۔ یتیم کی پرورش کرنے والے کے بارے میں آپ ﷺ نے کیا فرمایا۔

ج:۔ **اَنَا وَ کَافِلِ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا**

میں اور یتیم کی نگہداشت کرنے والا بہشت میں یوں ساتھ ساتھ ہوں گے، آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔

(19)س:۔ حضرت جعفرؓ کس غزوہ میں شہید ہوئے۔

ج:۔ غزوۂ موتہ میں۔

(20)س:۔آپ ﷺ نے حضرت جعفرؓ کے بچوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

ج:۔ اسماءؓ بنت عمیس فرماتی ہیں نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اسماء جعفر طیار کے بچوں کو بلاؤ میں نے ان بچوں کو خدمت اقدس میں حاضر کیا تو آپ نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور رو پڑے۔

(21)س:۔حضرت محمد ﷺ نے غلاموں کے بارے میں کیا تاکید کی۔دو سطریں لکھیں۔

ج:۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت بنایا ہے جو تم کھاؤ ویسا ان کو کھلاؤ، جیسا خود پہنو ویسا ہی انہیں بھی پہناؤ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر کام کا بوجھ نہ ڈالو؟

(22)س:۔حضرت محمد ﷺ بچوں سے شفقت کیسے فرماتے تھے۔

ج:۔ جب آپ ﷺ کا گزر بچوں کے پاس ہوتا تو آپ انہیں سلام کرتے اور رک کر پیار کرتے۔

(23)س:۔اقرع بن حابس تمیمی کون تھا؟

ج:۔ اقرع بن حابس نبی ﷺ کے پاس موجود تھا آپ ﷺ حسن بن علی کو پیار کر رہے تھے اس نے کہا میرے دس بچے ہیں میں کبھی کسی سے پیار نہیں کرتا۔

(24)س:۔کافروں پر رحمت کی مثالیں تحریر کریں۔

ج:۔ حضور اکرم ﷺ کے وجود کی برکت سے کفار مکہ باوجود اپنی سرکشی کے دنیا میں عذاب عظیم سے محفوظ رہے۔اور خود اپنی زبان سے عذاب مانگنے کے باوجود بھی ان پر عذاب نہیں بھیجا گیا۔جنگ احد میں آپ ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے مگر اس کے باوجود بھی آپ ﷺ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں۔اے اللہ میری امت کو ہدایت عطا فرمایا۔

(25)س:۔عورتوں پر شفقت کی مثالیں تحریر کریں۔

ج:۔ اسلام سے قبل معاشرے میں عورتوں کی کوئی عزت نہ تھی وہ ظلم وستم کا شکار تھیں۔آپ ﷺ نے ان کے حقوق کی خصوصی تلقین فرمائی اور انہیں ماں، بیٹی، بہن، اور بیوی کی حیثیت بخشی۔ بھوک اور افلاس کے ڈر سے بچیوں کو زندہ درگو کرنے والی قبیح رسم کا خاتمہ کیا اور لڑکیوں کو باعثِ رحمت قرار دیا۔

(26)س:۔یتیموں پر رحمت کی کوئی مثال لکھیں۔

ج:۔ حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ جعفر طیار) بیان کرتی ہیں کہ جس دن جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔حضرت محمد ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا۔اسماء جعفر کے بچوں کو بلاؤ میں نے ان بچوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا تو آپ ﷺ نے انہیں سینے کے ساتھ لگایا اور رو پڑے۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لگتا ہے کہ آپ ﷺ کو جعفرؓ کی طرف سے کچھ خبر آئی ہے۔فرمایا وہ آج شہید ہو گئے۔

(27)س:۔حضور اکرم ﷺ جانوروں کے لیے بھی رحمت بن کر آئے مثال پیش کریں۔

ج:۔ حضور اکرم ﷺ جانوروں کے لیے بھی رحمت بن کر آئے ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے کسی صحابی کے گھر میں گئے تو گھر میں اونٹ بندھا ہوا تھا جو حضور ﷺ کو دیکھ کر رونے لگا آپ ﷺ اس کی طرف بڑھے اور پشت پر ہاتھ پھیرا تو اس کے آنسو تھم گئے آپ ﷺ نے اس کے مالک کو بلایا اور اس کا خیال رکھنے کی خصوصی تلقین فرمائی۔

(28)س:۔مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ کا ترجمہ لکھیں۔

ج:۔ جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(29)س:۔اخوت کا مفہوم بیان کریں۔

ج:۔ اسلامی معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کے ساتھ مل جل کر رہنا اور انہیں بھائیوں کی طرح سمجھنا اخوت کہلاتا ہے۔

(30)س:۔اخوت کے بارے میں کوئی قرآنی آیت مع ترجمہ لکھیں۔

ج:۔ وَاذْ کُرُوْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْد آءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا

ترجمہ: اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت ڈال دی اس نے تمہارے دلوں میں۔اب ہوگئے تم اس کے فضل سے بھائی بھائی۔

(31)س:۔مؤاخات مدینہ سے کیا مراد ہے؟

ج:۔ حضرت محمد ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے مہاجرین مکہ و انصار مدینہ کے درمیان رشتہ مؤاخاۃ قائم کر دیا جسے تاریخ اسلام میں مؤاخات مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(32)س:۔حضرت محمد ﷺ نے کن کے درمیان رشتہ مواخاۃ قائم کیا۔

ج:۔ مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان قائم کیا۔

(33)س:۔انصار کی ایثار و قربانی اور مہاجرین کی خودداری کا حال لکھیں۔

ج:۔ انہوں نے اپنے مکانات، باغات اور کھیت آدھو آدھ بانٹ کر برضاء و رغبت اپنے دینی بھائیوں کو دے دیئے تھے۔

(34)س:۔مساوات سے کیا مراد ہے۔

ج:۔ مساوات کے لفظی معنی برابری کے ہیں اور اصطلاح میں مساوات سے مراد یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں برابر برابر ہیں کسی کو دوسرے پر کچھ فوقیت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

(35)س:۔مساوات کی عملی تربیت گاہ کون سی ہے؟

ج:۔ مسجد مسلمانوں کے لیے مساوات کی ایک عملی تربیت گاہ ہے اور نماز مساوات کا بہترین مظہر ہے۔

(36)س:۔حضرت محمد ﷺ کے نزدیک مساوات کیا معنے رکھتی تھی۔

ج:۔ حضرت محمد ﷺ کے نزدیک امیر غریب، شاہ و گدا، آقا و غلام سب برابر تھے، ذات پات رنگ و نسل کے تمام امتیازات کو ختم کر دیا اور فرمایا تم میں زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

(37)س:۔آپ ﷺ کا لباس، مکان اور غذا کیسی تھی۔

ج:۔ لباس عام مسلمانوں کے لباس جیسا ہوتا، مکان نہایت سادہ اور مختصر سا تھا اور آپ ﷺ کی غذا بہت سادہ تھی۔

(38)س:۔کن دو مساجد کی تعمیر میں آپ ﷺ نے صحابہ سے مل کر کام کیا۔

ج:۔ مسجد قبا اور مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں۔

(39)س:۔کون سے غزوہ میں خندق کھودی گئی۔

ج:۔ غزوۂ احزاب میں۔

(40)س:۔آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن کی شادی کون سے غلام سے ہوئی۔

ج:۔ حضرت زینب بنت جحش کی شادی آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ سے ہوئی۔

(41)س:۔محمد ﷺ نے حجۃ الوداع پر کیا فرمایا۔

ج:۔ اے لوگو! تم سب کا پروردگار ایک ہے، تم، سب کا باپ (آدم) ایک ہی ہے۔ بس کوئی فضیلت نہیں ہے عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر سوائے تقویٰ کے۔

(42)س:۔مساوات کی کوئی روشن مثال تحریر کریں۔

ج:۔ مساوات کی روشن مثال یہ ہے کہ مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت حضرت محمد ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر کام کیا اسی طرح غزوۂ احزاب کے موقع پر آپ ﷺ عام مسلمانوں کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک رہے۔

(43)س:۔صبر کے لغوی و اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

ج:۔ صبر کے لغوی معنی رکنے اور برداشت کرنے کے ہیں۔اصطلاحی معنیٰ اللہ جلّ شانہٗ کے حکم کو پورا کرتے ہوئے اپنے نفس کو خوف و گھبراہٹ سے روکنا اور مصائب کو برداشت کرنا۔

(44)س:۔استقلال کے معنی کیا ہیں۔

ج:۔ استحکام اور مضبوطی کے ہیں۔

(45)س:۔اسوۂ رسول ﷺ سے صبر و استقلال کی کوئی روشن مثال ذکر کریں۔

ج:۔ ایک دن حضرت محمد ﷺ خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے۔حرم شریف میں اس وقت کفار کی ایک جماعت موجود تھی۔عقبہ بن ابی معیط نے ابو جہل کے اکسانے پر اونٹ کی اوجھڑی سجدہ کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ڈال دی اور مشرکین زور زور سے قہقہے لگانے لگے۔کسی نے آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔وہ فوراً آئیں اور غلاظت آپ ﷺ کی پشت سے دور کی اور کافروں کو بد دعا دی۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔بیٹی صبر سے کام لو۔اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے یہ جانتے نہیں ہیں۔

(46)س:۔قرآن مجید کی رو سے صبر کی فضیلت اور اہمیت بیان کریں۔

ج:۔ وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ

1۔ اور جو مصیبت آپ کو پیش آئے اسے برداشت کرو بے شک یہ بڑے عزم کی بات ہے۔

2۔ اور فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(47)س:۔جب حضرت محمد ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو کفار نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

ج:۔ حضرت محمد ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔آپ ﷺ کو جھٹلایا، آپ ﷺ کا مذاق

اڑایا کوئی آپ کو جادوگر کہتا، کوئی مجنوں کہتا، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے، ایک دفعہ آپ ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کفار نے آپ ﷺ پر اوجھڑی لاکر رکھ دی۔

(48)س:۔خانہ کعبہ کا دوسرا نام بتائیں۔

ج:۔ حرم شریف۔

(49)س:۔ابوجہل کے اکسانے پر کس نے آپ ﷺ پر اوجھڑی ڈالی تھی، آپ ﷺ کیا کر رہے تھے۔

ج:۔ ابوجہل نے عقبہ بن ابی معیط کو اکسایا تو اس نے اونٹ کی اوجھڑی سجدہ کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت مبارکہ پر ڈال دی۔

(50)س:۔جب آپ ﷺ پر اوجھڑی ڈالی گئی تو حضرت فاطمہؓ نے کیا کیا۔

ج:۔ فوراً دوڑی آئیں اور غلاظت کو دور کیا اور کافروں کو بددعا دی۔آپ ﷺ نے منع فرمایا۔فرمایا اللہ انہیں ہدایت دے۔

(51)س:۔ابولہب کی بیوی کا نام کیا تھا آپ ﷺ سے کیا سلوک کرتی؟

ج:۔ حضور ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی، کئی مرتبہ آپ ﷺ کے تلوے لہو لہان ہو گئے، اس کا نام اُم جمیل تھا۔

(52)س:۔ابولہب اور اس کی بیوی کی گستاخی پر ان کی مذمت میں کون سی سورت نازل ہوئی۔

ج:۔ سورۃ لہب

(53)س:۔دشمنانِ حق نے قطع تعلق کیوں کیا۔

ج:۔ جب کفار نے دیکھا کہ ان کی تمام تدبیروں کے باوجود حق کا نور چاروں طرف پھیل رہا ہے تو اس وجہ سے انہوں نے مسلمانوں سے قطع تعلق کیا۔

(54)س:۔کیا بنو ہاشم کا پورا خاندان محصور رہا، اور کتنے سال محصور رہے۔

ج:۔ نہیں ابولہب کے سوا پورا خاندان محصور رہا، اور تین سال محصور رہے۔

(55)س:۔عفوودرگزر کا مفہوم واضح کریں۔

ج:۔ لغوی معنی: معاف کرنا، درگزر کرنا، نظرانداز کرنا اور انتقام نہ لینا ہے۔

اصطلاحی معنی: اصطلاح میں عفو سے مراد ہے کہ دوسروں کی لغزش، زیادتی اور برائی کے بدلے میں قدرت واختیار رکھنے کے باوجود انتقام نہ لیا جائے اور درگزر کرتے ہوئے انہیں معاف کردیا جائے۔

(56)س:۔اسوۂ رسول ﷺ سے عفوودرگزر کی کوئی مثال تحریر کریں۔

ج:۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور آپ ﷺ کو اپنے جانی اور دیرینہ دشمنوں اور مخالفین سے اپنی تکلیفوں کا بدلہ لینے میں کوئی ضابطہ اخلاق مانع نہیں تھا لیکن آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلِيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوا فَاَنْتُمْ طُلَقَاء

ترجمہ: آج کے دن تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

(57)س:۔عفوودرگزر کیا ہے۔

ج:۔ یہ ایک اخلاقی وصف ہے اس سے دوستوں عزیزوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور دشمنوں سے عداوت دور ہوتی ہے۔

(58)س:۔عفوودرگزر پر آیت مع ترجمہ لکھیں۔

ج:۔ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

(59)س:۔طائف کے سرداروں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

ج:۔ سرداروں نے لبیک کہنے کی بجائے آپ سے نہایت غیر مہذب برتاؤ کیا، آپ پر پتھر برسائے، آپ کا جسم مبارک لہولہان ہوگیا۔

(60)س:۔وادیٔ طائف میں نبی اکرم ﷺ پر ظلم کے موقع پر جبریل امین نے کیا کہا۔

ج:۔ انہوں نے عرض کیا اگر آپ حکم دیں تو طائف کی دونوں جانبوں کو ملا دوں تا کہ سرکش لوگ نیست و نابود ہو جائیں مگر نبی اکرم ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی۔

(61)س:۔فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے قریش مکہ کو کیا کہا اور انہوں نے کیا جواب دیا۔

ج:۔ اے گروہ قریش تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرنے والا ہوں۔
انہوں نے کہا آپ ﷺ نیکی کا برتاؤ کریں گے کیونکہ آپ ﷺ خود مہربان ہیں اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں۔

(62)س:۔ذکر کا لغوی معنی لکھیں۔

ج:۔ کسی کو یاد کرنا۔

(63)س:۔ذکر کا اصطلاحی معنی لکھیں۔

ج:۔ دین میں،اللہ کو یاد کرنا۔

(64)س:۔ذکر کی افضل ترین شکل کون سی ہے۔

ج:۔ ذکر کی افضل ترین شکل نماز ہے کیونکہ اس میں ذکر کی تینوں قسمیں (قلبی،لسانی،عملی،) جمع ہو گئی ہیں۔

(65)س:۔ذکر الٰہی کی تلقین پر آیت مع ترجمہ لکھیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرَ اً کَثِیْراً

اے ایمان والو اللہ کو بہت کثرت سے یاد کرو۔

(66)س:۔اسوۂ رسول ﷺ سے ذکر کی کوئی مثال بیان کریں۔

ج:۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اتنی دیر تک کھڑے ہو کر عبادت کیا کرتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر وَرم

آ جا تا۔ایک دفعہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت لکھ دی ہے۔پھر آپ ﷺ اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(67)س:۔تسبیحات فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا مراد ہے۔

ج:۔ تسبیحات فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مراد وہ کلمات ہیں جو حضور ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سکھائے تھے۔مثلاً ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہنا۔

باب چہارم

قرآن مجید کی تعریف اور اسماء

تعارف قرآن پاک

مفہوم:

قرآن کا لفظ قَـرَأَ یَقرَأُ سے بنا ہے۔ جس کا معنی ہے بار بار پڑھنا، تلاوت کرنا چونکہ یہ کتاب بھی ساری کتابوں سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اس لئے اس کو قرآن کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود اسکا نام قرآن رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ (الدہر:23)

ترجمہ ''بے شک ہم نے آپ پر قرآن مجید کو نازل کیا''۔

قرآن مجید کی تعریف:

قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی تیئس سال کے عرصے میں حالات وضرورت کے پیش نظر تھوڑی تھوڑی کر کے اتاری گئی۔

قرآن مجید کے اسماء:

قرآن مجید کے اسماء کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں قرآن مجید کے اسماء (ذاتی، صفاتی) میں سے تقریباً پچپن نام اللہ نے خود قرآن مجید میں بیان کیے ہیں۔ جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

قرآن کریم کے ذاتی نام:

الکتاب	:	کامل تحریر
الفرقان	:	حق و باطل میں فرق کرنے والی
نور	:	ھدایت وروشنی
شفاء	:	روحانی امراض کے لئے شفا، دلوں کا زنگ اتارنے والی
تذکرہ	:	نصیحت
القرآن	:	زیادہ پڑھی جانے والی
البرھان	:	واضح دلیل
تنزلیل	:	اللہ کی طرف سے نازل کردہ

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے چند صفتوں کو بھی بیان کیا ہے۔

الکریم	:	بزرگی والی
حکیم	:	حکمت والی
المجید	:	بزرگی والی
المبارک	:	برکت والی۔

قرآن پاک کے بارے میں معلومات:

قرآن پاک کے اجزاء (پارے)	30
منزلیں	7
رکوع	540
آیات	6666

جن میں وعدہ یعنی بشارتوں سے متعلق ایک ہزار آیات اور وعید یعنی نافرمانی پر ترھیب

کے متعلق تقریباً ایک ہزار آیات ہیں۔

قرآن پاک کی ترتیب:

قرآن پاک نبی اکرم ﷺ پر تیئیس سال کے عرصے میں بذریعہ وحی اتارا گیا سب سے پہلی آیات سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات تھیں اس کے بعد سورۃ مزمل اور دیگر آیات نازل ہوئیں لیکن جب ہم قرآن کھولتے ہیں تو ہمیں قرآن کی کوئی اور ترتیب نظر آتی ہے۔ جس میں پہلی سورۃ فاتحہ ہے اس کے بعد سورۃ البقرہ پھر آل عمران......

تو معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن مجید کی ترتیب وہ نہیں ہے جس ترتیب سے آپ پر اتارا گیا۔

قرآن مجید کی دو ترتیبیں ہیں:

(۱)۔ترتیب نزولی (۲)۔ترتیب توقیفی

۱)۔ترتیب نزولی:

جس ترتیب سے قرآن نازل ہوا اس ترتیب کو ترتیب نزولی کہتے ہیں جس میں اول آیات سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات ہیں۔

۲)۔ترتیب توقیفی:

وحی الٰہی کے آنے کے بعد آپؐ ان آیات کی تعلیم صحابہ کو دیتے اور ساتھ یہ بھی بیان فرما دیتے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں فلاں آیت سے پہلے اور فلاں آیت کے بعد رکھو مختصر یہ کہ قرآن کی وہ ترتیب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود قائم فرمائی اس کو ترتیب توقیفی کہتے ہیں۔ پوری امت نے قرآن کریم اسی ترتیب کے مطابق محفوظ کیا ہے۔ اور اسی ترتیب توقیفی کے مطابق پڑھایا جاتا ہے۔

مکی اور مدنی سورتوں کی خصوصیات:

مکی سورتیں ان سورتوں کو کہا جاتا ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں ان کو مدنی سورتیں کہا جاتا ہے۔مکی سورتیں جن حالات میں نازل ہوئیں اس وقت مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ مسلمان معاشی، سیاسی اور سماجی حیثیت سے کمزور تھے اور کفارِ مکہ کے ظلم وستم کا شکار تھے ایسے حالات میں جو آیات نازل ہوئیں ان میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:

- صبر کی تلقین
- ایمانیات کا بیان
- واقعات وپیشین گوئیاں
- عمومی خطاب
- ادبی رنگ وجامعیت
- عقائد باطلہ کی تردید
- مختصر سورتیں

صبر کی تلقین:

ہجرت سے پہلے مسلمان کفار کی طرف سے دی جانے والی سختیاں جھیل رہے تھے اسی لئے مکی سورتوں میں مصائب پر صبر کرنے کی تلقین اور اجر وثواب بیان کیا گیا ہے۔

قصص وواقعات:

ہجرت سے پہلے مسلمان کفارِ مکہ کے معاشرے میں ہی رہائش پذیر تھے گزشتہ اقوام اور اشخاص کے عبرت ناک واقعات بتا کر اللہ کی فرمانبرداری کی طرف دعوت دی گئی۔

باطل عقائد کی تردید:

کفارِ مکہ توحید، رسالت، آخرت کے منکر تھے۔کفر وشرک میں مبتلا تھے، اس لئے مکی سورتوں میں واضح طور پر باطل عقائد کی تردید کی گئی۔

عمومی خطاب:

مکہ میں جتنے مسلمان تھے اس سے زیادہ گھرانے کفر میں مبتلا تھے اس لئے قرآن مجید کی مکی سورتوں میں عمومی خطاب کیا گیا ہے۔

ادبی رنگ و جامعیت:

مکی سورتوں میں بلاغت اور جامعیت بقدرِ زیادہ ہے۔کفارِ مکہ کو اپنے فصیح اللسان ہونے پر فخر تھا۔اس لئے مکی سورتوں میں ادبی رنگ اور فصاحت و بلاغت نمایاں ہے۔

ایمانیات کا بیان:

ہر نبی آ کر پہلے لوگوں کے ایمانیات درست فرماتے تھے۔ مکہ میں جو آیات نازل ہوئیں ان میں عقائد یعنی ایمانیات بکثرت بیان کیے گئے ہیں۔

مختصر سورتیں:

مکی سورتیں چھوٹی ہیں۔لفظ کلاّ۔صرف مکی سورتوں میں استعمال ہُوا ہے:۔

مدنی سورتوں کی خصوصیات:

مدنی سورتیں وہ ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔ہجرت کے بعد مسلمان مستحکم ہو چکے تھے۔اس وقت نازل ہونے والی سورتوں میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

(ا)۔شریعت کے تفصیلی احکام:

مدینہ میں مسلمان مستحکم ہو چکے تھے اس لئے جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں شریعت کے تفصیلی احکام مثلاً احکام قضا احکام بیوع اور معاشرتی احکام مثلاً طلاق، نکاح وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

(۲)۔طویل سورتیں:

ان سورتوں میں تفصیلی احکام ہیں اس لئے طویل ہیں۔

(۳)۔عبادات کے احکام:

ہجرت سے پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں ایمانیات کا بیان زیادہ تھا ہجرت کے بعد نازل ہونے والی سورتوں میں احکام شریعت، عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا تفصیلی بیان ہے۔

(۴)۔منافقین کا تذکرہ:

مدینہ میں منافقین مسلمانوں کے خلاف خفیہ سرگرمیوں میں پیش پیش تھے۔اس لئے مدنی سورتوں میں انکے مکروفریب کو بھی واضح کیا گیا۔

(۵)۔ایمان والوں سے خطاب:

ان سورتوں میں یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔

(۶)۔سادہ اسلوب:

مدنی سورتوں کا اسلوب عام فہم اور سادہ ہے جبکہ مکی سورتوں کا اسلوب ادبی، فصیحانہ ہے۔

(۷)۔سیاسی نظام:

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی ایک خاص ریاست قائم ہو چکی تھی اس لئے مدنی سورتوں میں نظام سیاست اور احکام القضاء بیان کیے گئے ہیں۔

وحی کی حقیقت اور اس کی اقسام:

وحی کا لغوی معنی ہے چپکے سے کوئی بات دل میں ڈالنا۔

اصطلاحی معنی:

اللہ کی طرف سے وہ اطلاع یا خبر جو کسی نبی کو دی جائے وہ اطلاع کبھی فرشتہ کے ذریعے ہوگی کبھی فرشتے کے بغیر۔اس اعتبار سے وحی کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

☆۔ کبھی اللہ بغیر کسی واسطے کے نبی کے دل پر القاء کردیتے ہیں

☆۔ کبھی فرشتہ انسانی شکل میں اللہ کا پیغام رسول تک پہنچاتا ہے

☆۔ فرشتہ اپنی اصل شکل میں آکر نبی تک کوئی بات پہنچاتا۔

☆۔ کسی سچے خواب کی ذریعے نبی کو اطلاع دے دی جائے۔

نزول وحی کا واقعہ:

جب جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر چالیس سال ہوئی تو آپکو خلوت (تنہائی) محبوب کردی گئی آپ مکہ مکرمہ کے قریب ایک غارتھی، جِسے غارِ حرا کہتے ہیں، یہاں سے بیت اللہ نظر آتا تھا۔اس جگہ تشریف لے جاتے اور خلوت میں مراقبہ کرتے اللہ کی بڑائی پر غور وفکر کرتے

جبرائیل کی آمد:

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معمول کے مطابق غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ اچانک جبرائیل امین غار کے دھانے پر تشریف لائے اور کہا کہ:

اِقْرَأْ پڑھیے

آپ نے فرمایا:

مَااَنَابِقَارِیٌ میں پڑھنا نہیں جانتا

فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ

پھراس نے آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور زور سے دبایا پھر کہا اقــــرأ پڑھیے آپ نے

فرمایاماانابقاری میں پڑھنا نہیں جانتا اس طرح تین دفعہ سوال جواب ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سینے سے لگا کر دبایا پھر کہا:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. (۵)

یعنی سورۃ علق کی پانچ آیات پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی پڑھیں۔ اس طرح وحی کا آغاز ہوا اور یہ آپ کی نبوت کا اعلان تھا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واپس گھر تشریف لانا:

اس سارے واقعے کے پیش آنے کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر تشریف لے آئے آپ کے جسم پر کپکپی طاری تھی آپ گھبرائے ہوئے تھے آپ نے حضرت خدیجہ سے فرمایا ''مجھے کمبل اوڑھادو مجھے کمبل اوڑھادو'' جب آپ کی طبیعت ذرا سنبھلی آپ نے یہ سارا واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کو سنایا اور آپ نے فرمایا: لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِی. مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ ام المومنین نے آپ کو تسلی دی اور کہا ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے یار و مددگار نہ چھوڑے گا۔ آپ تو یتیموں اور مسافروں کی خدمت کرتے ہیں قرض داروں کا قرض خود ادا کرتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل سے ملاقات:

یہ سارا واقعہ حضرت خدیجہؓ نے سنا اور آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو کہ اس وقت تورات کے بہت بڑے عالم تھے انہوں نے یہ سارا واقعہ سنتے ہی کہا ''یہ تو وہ ہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس آیا تھا''۔

اور کہا کہ بھتیجے یہ مکہ والے آپ کو اس شہر سے نکال دیں گے اگر میں اس وقت زندہ ہوا تو آپ کی ضرور مدد کروں گا۔

خطبہ حجۃ الوداع:

نبی اکرم ﷺ نے دس ہجری کو حج ادا فرمایا جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اس حج کے ارادے کا اظہار آپ نے صحابہ کے سامنے کیا اور یہ خبر دیگر قبائل و خاندانوں تک پہنچ گئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سال حج کے ارادے سے سفر فرمائیں گے۔ تو بہت سے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں حج کرنے کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ اور اس حج میں تقریباً سوا لاکھ صحابہ نے شرکت کی آپ ﷺ نے اس حج کے دوران 9 ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں ایک خطبہ دیا اسی خطبہ کو خطبہ حجۃ الوداع کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ خطبہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ تھا آپ نے ایسی تعلیمات بیان فرمائی ہیں جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی ہیں۔ آپ نے معاشرتی، معاشی اور سیاسی نوعیت کے احکام وحقوق بیان فرمائے۔

تکمیل دین کا اعلان:

اس خطبہ میں آنے والے صحابہ کرام کی جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا میں نے تم تک (اللہ کا پیغام) دین الٰہی مکمل پہنچا دیا تو تمام نے جواب دیا یا رسول اللہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

کامل شریعت کی خوشخبری:

اسی دن یہ آیت آپ پر نازل ہوئی کہ آج کے دن تم پر مکمل شرعی احکام نازل ہو چکے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا.

ترجمہ: ”آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کا دین“۔

طریقہ نبوی کے علاوہ باقی تمام طریقہ زندگی مردود ہیں آپ نے فرمایا جہالت کی تمام اقدار میرے قدموں تلے ہیں یعنی جہالت کے تمام رسم ورواج باطل وغلط قرار دیے گئے ۔راہ ہدایت صرف اور صرف سنت طریقہ میں ہے۔

اس حج کے تھوڑے عرصے بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے آپ نے رحلت سے قبل امت کوقرآن مجید کے بارے میں خصوصی نصیحت کی۔

فرمایا: میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے:

قرآن مجید ۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن مجید کی حفاظت

حفاظت کی حکمت:

☆۔ قرآن پاک آخری آسمانی کتاب ہے اب قیامت تک کوئی اور رہنماء کتاب یا شریعت نازل نہیں کی جائے گی چونکہ اللہ کی رضا اور ناراضگی کے بارے میں قیامت تک علم فراہم کرنے والی صرف یہی کتاب ہے اس لئے تحریف سے محفوظ کر دی گئی۔

☆۔ ہر نبی کو اس کی نبوت پر دلیل یعنی معجزہ عطا کیا جاتا تھا جب تک نبی حیات ہوتے معجزہ بھی باقی رہتا نبی رحلت فرما جاتے تو معجزہ بھی ختم ہو جاتا۔ چونکہ آپ ﷺ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے نبی ہیں۔اس لئے آپکا معجزہ (قرآن) بھی قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔

قرآن مجید کی حفاظت:

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَاالذِّکۡرَ وَاِنَّالَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ

''ہم نے یہ نصیحت خود اتاری ہے اور ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

اس آیت میں مندرجہ ذیل باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں:

۱)۔ اس کتاب کو نازل کرنے والا اللہ رب العزت **احکم الحاکمین** ہے یہ کوئی عام کتاب نہیں ہے بلکہ فرمانِ الٰہی ہے۔

۲)۔ اس کتاب کو نصیحت بنا کر نازل کیا گیا بھلائی کی خاطر نازل کیا گیا۔

۳)۔ اللہ جل شانہ نے خود اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

عالم اسباب میں قرآن کی حفاظت کا انتظام اللہ رب العزت نے یوں فرمایا کہ:

اس کے حفظ کو آسان کر دیا۔ایک چھوٹا سا بچہ جو ابھی سن شعور کو بھی نہیں پہنچا ہوتا اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو بھی کھول دیتے ہیں دوسرا یہ کہ تحریری طور پر بھی قرآن مجید کو مرتب فرما دیا اور ساری امت کو ایک نسخہ پر جمع کر دیا۔

قرآن مجید کی جمع وتدوین

قرآن مجید کو جمع اور مدون کرنے کے تین دور ہیں۔

عہد نبوی:

نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید کو محفوظ کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو کوئی بھی سورت یا آیت نازل ہوتی آپؐ نہ صرف اس کو پڑھ کر صحابہ کو سناتے بلکہ اس کو لکھوا بھی دیتے جو حضرات قرآنی آیات لکھنے پر امور تھے ان کو کاتبین وحی کہا جاتا ہے جن میں

قابل ذکر نام خلفائے اربعہ کے علاوہ زید بن ثابت، ابی بن کعب، عمرو بن العاص اور معاویہ بن ابی سفیانؓ کے ہیں۔

عہدِ نبوی میں قرآن پاک کو تحریری طور پر مندرجہ ذیل اشیاء پر محفوظ کیا جاتا تھا:

کھجور کے پتوں پر

اونٹ کے شانے کی ہڈی

پتھر کی سلوں

اور کھال (دباغت دینے کے بعد)

اس کے علاوہ عہد نبوی میں حفاظتِ قرآن کا دوسرا طریقہ حفظ تھا۔ صحابہ کرام کی بڑی تعداد قرآن کی حافظ تھی اور عرب کے رواج کے مطابق حفاظت قرآن کے لئے حفظ پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جب وصال ہوا تو اس وقت قرآن کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو ضبط تحریر میں نہ آچکا ہو لیکن یہ تحریریں مختلف صحابہ کرام کے پاس بکھری ہوئی تھیں۔ کسی خاص کتاب کی شکل میں موجود نہ تھیں۔

عہد صدیقی میں حفاظت قرآن:

حفظ اور تحریر کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحلت کے وقت قرآن محفوظ تو تھا مگر کسی کتابی شکل میں نہ تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد عالمِ اسلام کو کئی طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ فتنہ ارتداد، منکرین زکوٰۃ۔ جھوٹے مدعیان نبوت کا ایک مستقل مسئلہ تھا مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ لڑی گئی جس میں 700 ایسے افراد شہید ہوئے جو قرآن کے حافظ تھے۔ پھر صحابہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا اور حفاظ صحابہ شہید ہوتے رہے تو کہیں ہم سے قرآن ضائع نہ ہوجائے۔ اس وقت حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو مشورہ دیا کہ قرآن کو صفحات

پر منتقل کرلیا جائے اس طرح قرآن کو محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں زید بن ثابت کی روایت ہے:

''مجھے ابوبکر نے جنگ یمامہ کے بعد بلوا بھیجا۔ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ عمران کے پاس بیٹھے ہیں۔ تو ابوبکر نے فرمایا کہ یہ عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں قرآن کے بہت سے قراء شہید ہوئے ہیں تو بہت سا قرآن ہاتھ سے جاتا رہا۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دیں تو میں نے عمرؓ کو جواب دیا کہ ہم اس کام کو کس طرح کریں جسے رسولؐ نے نہیں کیا تو عمرؓ نے کہا خدا کی قسم یہ نہایت ضروری ہے اور بہت اہم کام ہے اور یہ عمرؓ مجھ سے اس معاملہ میں اصرار و بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرے سینے کو اس اقدام کے لئے کھول دیا اور میری بھی وہی رائے ہوگئی جو عمر کی ہے''۔

اس کے بعد یہ کام حضرت زید بن ثابت کے سپرد کردیا گیا کیونکہ یہ وہ صحابی تھے جو عہد رسالت میں اکثر و بیشتر وحی الٰہی کو تحریر کیا کرتے تھے (اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے آخری رمضان میں آپ سے قرآن سن چکے تھے)۔

حضرت زید کا طریقہ کار:

حضرت زید بن ثابت نے نہایت محنت اور بڑی خوبی کے ساتھ اس کام کی تکمیل کی وہ فرمایا کرتے پس خدا کی قسم اگر مجھے یہ کہا جاتا کہ پہاڑ کو منتقل کرنا ہے تو یہ مجھ پر اس قدر گراں نہ گزرتا جتنا جمع قرآن کی ذمہ داری گراں تھی۔

حضرت ابوبکر کے حکم کے مطابق حضرت عمر اور زید بن ثابت مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور جو کوئی بھی قرآن کا حصہ لاتا اس سے دو گواہ طلب کئے جاتے کہ دو آدمی گواہی دیں کہ یہ

تحریر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے تحریر کی گئی ہے۔

اس احتیاط سے سارا قرآن جمع کیا گیا حضرت زید نے یہ سارا کام ایک سال کی مدت میں مکمل کرلیا تھا پھر حضرت ابوبکر نے لوگوں سے مشورہ کے بعد اس کا نام المصحف رکھا۔ یہ نسخہ حضرت ابوبکر کے پاس ہی رہا اور جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت عمر کی حفاظت میں دے دیا گیا اور ان کی وفات کے بعد آپ کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ کی تحویل میں آ گیا۔

یوں قرآن پاک کی کتابی شکل وجود میں آئی۔

عہد عثمانی میں جمع قرآن:

حضرت عثمان کے دور میں اسلام جزیرۃ العرب کے علاوہ دیگر بہت سے ممالک تک پہنچ چکا تھا اور بہت سے عجمی علاقے مشرف با اسلام ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کو عربی زبان سے واقفیت نہ تھی وہ عربی الفاظ کے تلفظ اور لب ولہجہ ادا کرنے پر قادر نہ تھے۔ اور قرات کے اختلاف سے بھی ناواقف تھے۔ لغت قریش اور دیگر قبائل کے لب ولہجہ میں قرآن کی تلاوت کی اجازت تھی۔

حضرت حذیفہ بن یمان نے جو آرمینیہ کی جنگ میں شامل تھے وہاں انہوں نے عرب کے مختلف قبائل میں قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف دیکھا تو گھبرا گئے۔

اس سال حج پر آئے تو امیر المومنین سے ملاقات کی اور حالات سے آگاہ کیا اور عرض کی کہ اے امیر المومنین امت کی خبر لیجئے اس سے قبل کہ وہ کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگیں جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے اختلاف کیا۔

حضرت عثمان نے صحابہ سے مشورہ کیا تو یہ تجویز طے پائی کہ حضرت ابوبکر کے دور کا مصحف جو کہ حضرت حفصہ کے پاس محفوظ ہے اسے منگوا کر نقل کیا جائے اور پھر یہ نسخے اسلامی حکومت کے صدر مقامات تک پہنچائے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا حضرت عثمان کے حکم سے اس مصحف کو نقل کر کے مختلف علاقوں میں بھیج دیا گیا اور لوگوں کو حکم دیا گیا کہ اسی نسخے سے وہ قرآن

لکھیں اور پڑھیں۔اس طرح حضرت عثمان نے امت کوایک نسخہ پر جمع کرلیااور امت کواختلاف میں پڑنے سے بچالیایہ حضرت عثمان کا بہت بڑا کارنامہ ہےانہوں نے قرآن میں لفظی اختلافات کا خاتمہ کیااس لئے انہیں جامع القرآن کالقب دیا گیا۔

قرآن مجید کاانداز بیان:

قرآن پاک کا انداز بیان اس قدر دلکش ہے کہ ہرکوئی اس کو سننے کے لئے مائل ہوجاتا ہے۔

معانی سے لاعلمی کے باوجود بھی آدمی بار بار پڑھتا ہےاوراکتاہٹ نہیں ہوتی۔قرآنی آیات نظم کی شکل میں تونہیں ہیں مگرنثر میں تسلسل وروانگی نظم کی طرح ہے۔یہ اس ذات کاانسانیت کوخطاب ہے جوازلی وابدی ہےاس کو ہر دَور میں پڑھنے والا انسان یہی محسوس کرے گا کہ یہ کتاب تواِس دور کی رہنمائی کے لئے نازل ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ میرے حالات کے مطابق راہ ہدایت دکھارہے ہیں۔

اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بے شمار معانی ومطالب کاخزانہ پوشیدہ ہے۔

اس کتاب کی آیات میں اختلاف نہیں ہے۔آج بھی یہ کتاب عجیب تاثیر رکھتی ہے انداز بیان اوراسلوب نہایت عمدہ ہے۔

انداز خطاب ایسا ہے جودلوں تک اثر کرتا ہے۔

انداز بیان دنیا کی دوسری تمام کتابوں سے بالکل جُدا ہیں۔نہ ابواب ہیں نہ فصلیں ہیں نہ مباحث کے عنوانات۔لیکن پھربھی اس قدر دلکش ہے۔قرآن کی تلاوت آج بھی دلوں کے سکون کاباعث اوردل سے زنگ اتارنے کاذریعہ ہے۔

یہ اس احکم الحاکمین ذات کا محبت بھرا کلام ہے۔اِس کا اندازِ بیان مشفقانہ بھی ہے اور شاہانہ بھی۔

تعارف حدیث

حدیث کا لغوی معنی:

حدیث کا لغوی معنی بات، گفتگو، کلام یا قول کے ہیں۔

اصطلاحی معنی:

شریعت کی اصطلاح میں آپ ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کو حدیث کہتے ہیں

حدیث کی اقسام

حدیث قولی:

آپ ﷺ نے اپنے قول یا بات کے ذریعے سے پیام الٰہی لوگوں تک پہنچایا ہو اس کو حدیث قولی کہتے ہیں۔

مثلاً آپ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ . اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

حدیث فعلی:

آپ ﷺ نے اپنے عمل کے ذریعے جو تعلیم دی ہو اس کو حدیث فعلی کہتے ہیں۔

مثلاً: نماز کے متعلق آپ نے فرمایا: صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔

اسی طرح: آپ نے وضو کر کے دکھایا، یعنی اپنے عمل سے صحابہ کو تعلیم دی اسے حدیث فعلی کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ: یعنی مناسک اور ارکان حج مجھ سے سیکھ

لو اور آپ نے عملاً حج کر کے بتلایا۔

حدیث تقریری:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی صحابی کو کوئی کام کرتے دیکھا اور اس کو منع نہیں فرمایا۔ کسی کام کو دیکھا اور اس سے منع نہ فرمایا ہو اس کو حدیث تقریری کہتے ہیں

حدیث کی دینی حیثیت:

حدیث مبارک کی دین میں کیا حیثیت ہے اس کو جاننے سے قبل ایک نظر ان آیات اور احادیث پر ڈال لیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی حیثیات بیان فرمائی ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب)

تحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول بہترین نمونہ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا. (سورۃ النور)

''اگر تم ان (محمد ﷺ) کا کہا مانو گے تو سیدھا راستہ پاؤ گے''۔

اور حق تعالیٰ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ. (سورۃ محمد)

اے ایمان والوں اللہ کے حکم پر چلو اور رسول کے حکم پر چلو،

ان قرآنی آیات سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا درجہ محض ایک تاریخی واقعہ، ایک عمدہ بات جیسا نہیں ہے بلکہ فرمان نبوی ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری اسی طرح ضروری ہے جس طرح قرآن کی آیت کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین قرآن کی تشریح ہیں آپ کا ہر عمل شریعت کا عمل ہے نمونہ ہے اور آپ کے اقوال وخطبات دینِ الٰہی کی وضاحت ہیں۔ آپ کا کوئی عمل، قول، فعل حکمِ خدا کے علاوہ نہیں ہے۔

حدیث کے حجت ہونے پر امت کا اجماع:

تمام فقہاء امت اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی قوانین کا دوسرا بڑا ماخذ سنت رسول ہے علماء اسلامی احکام معلوم کرنے کے لئے حدیثِ نبوی کی طرف رجوع کرتے ہیں آپ کا قول ہمارے لئے حجت و دلیل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا تو آپؐ نے ان سے دریافت کیا مسئلہ کیسے بتاؤ گے انہوں نے کہا کتاب اللہ سے دیکھوں گا آپ نے فرمایا اگر وہاں سے نہ ملے تو! انہوں نے عرض کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت سے تلاش کروں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث مبارک اسلامی قوانین کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔

رسول اللہ کی نافرمانی گمراہی ہے:

وَمَنْ یّعْصِ اللّٰہ ورسولہ فقدضلّ ضَلٰلاً مبینا (الاحزاب)

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلم کھلا گمراہی میں پڑ گیا۔ اس آیت میں واضح طور پر بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی گمراہی ہے۔ ھدایت کا واحد راستہ اطاعت رسول ہے ان تُطِیعُوْہُ تَھْتَدُوْا۔ اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب:

منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

یہ استدلال غلط ہے کیونکہ قرآن کی صحیح تفہیم فرمان نبوی کے بغیر ممکن ہی نہیں قرآن کی اطاعت اور فرمان نبوی کی اطاعت کوئی دو چیزیں نہیں کیونکہ ایک اجمال ہے اور دوسرا اسی کی تفصیل

ہے۔اس لئے اطاعتِ رسول یا احادیث کی پیروی قرآن کی پیروی کے خلاف نہیں ہے۔

تدوین حدیث:

حدیث نبویؐ میں کلام الٰہی یعنی قرآنِ کریم کے احکام کو ہی تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اللہ نے جس طرح قرآن کی حفاظت فرمائی اسی طرح حیران کن طریقہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرامین کی بھی حفاظت فرمائی جو مدون شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

حدیث کی تدوین کے تین ادوار ہیں:

(۱)۔صحیفہ الصادقہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رسول اللہ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی باتیں لکھ لیا کرتے ان مرتب کردہ مجموعہ احادیث صحیفہ الصادقہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔کئی محدثین نے اس صحیفہ کو مکمل اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

(۲)۔عہد نبوی:

نبی اکرم ﷺ نے ابتدائی زمانہ میں صحابہ کرام کو حدیث مبارک کو تحریر کرنے سے منع فرمایا تھا اور حکمت یہ تھی کہ قرآن کی آیات اور فرمان نبوی آپس میں ملتبس نہ ہو جائیں اور جب آپ نے محسوس کیا کہ اب صحابہ قرآن کی آیت اور حدیث نبوی میں فرق کر لیتے ہیں تو آپ نے حدیث مبارک لکھنے کی اجازت دے دی۔آپؐ کے زمانے میں کچھ صحیفے تحریر کئے جا چکے تھے جن میں مندرجہ ذیل نام زیادہ مشہور ہیں۔

صحیفہ ابو ہریرہ:

اس صحیفہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہمام بن منبہ سے روایت ہے۔اس

صحیفے کی احادیث بخاری اور مسند امام احمد کے مختلف ابواب میں نقل کی گئی ہیں۔

اسی طرح صحیفہ علی بھی موجود تھا:

حضرت علی کے پاس کچھ تحریر تھی جس پر احکام درج تھے وہ اس نوشتہ کو تلوار کی نیام میں محفوظ رکھتے تھے۔

صحیفہ عبداللہ بن مسعود:

عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ان کے ہاتھ کا لکھا احادیث کا ایک مجموعہ تھا۔

ان صحیفوں کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی دفعہ خود احادیث کو درج کروایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین (بادشاہوں) کو خود خطوط لکھوائے اسی طرح خطوط کے جواب اور معاہدات آپ نے تحریراً ضبط فرمانے کا حکم دیا۔ان ساری باتوں سے یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے کہ حدیث نبوی ﷺ کو صحابہ صرف حافظے میں ہی محفوظ نہیں کرتے تھے بلکہ حفظ کو باقی رکھنے کے لئے مختلف تحریروں کی شکل میں بھی محفوظ کر لیا جاتا تھا۔لیکن زیادہ رواج حفظ کا تھا۔صحابہ حضور اکرم سے جو کچھ سنتے اسے یاد کر لیتے۔اور بعض حضرات قلم بند بھی فرما لیتے۔

اس لئے یہ کہنا انتہائی غلط ہے کہ احادیث کو تحریری شکل آپؐ کی وفات کے ۲۵۰ سال بعد دی گئی ہے۔لہٰذا یہ ذخیرہ احادیث قابل اعتماد نہیں۔

منکرین حدیث کے اعتراضات کی حقیقت:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت جب تک دو چیزوں کو تھامے رکھے گی کبھی گمراہ نہ ہوگی۔

(۱)۔کتاب اللہ (۲)۔سنت رسول اللہ

نفس کے پجاری دین مبین کی ایسی تشریح کرنا چاہتے ہیں جو ان کی عملی زندگی کے عین

مطابق ہوجائے۔قرآن میں چونکہ اجمال ہے اس لئے ایسے مطالب ومعانی قرآن سے نکالے جاسکتے ہیں جوحقیقت میں اسلامی نظریات سے متصادم ہوں مگراحادیث میں تفصیل موجود ہے اسلیئے غلط مطالب و معانی نہیں نکالے جا سکتے۔قرآن مجید کواحادیث کی روشنی میں سمجھوگے توصرف وہی معانی نکلیں گے جومنشأ الٰہی ہیں۔قرآن کی من چاہی تشریح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک احادیث کاانکارنہ کردیاجائے۔اس لئے مختلف شبہات ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ احادیث محفوظ نہیں۔(معاذاللہ)

تدوین حدیث کادورثانی:

یہ ایک حقیقت ہے کہ پہلی صدی ہجری میں ہی احادیث کی تحریروتدوین کاآغاز ہوچکا تھالیکن اس حقیقت سے بھی انکارنہیں کہ عام طورپراہل عرب اپنی عادت کے مطابق احادیث نبوی کواپنے حافظہ کے ذریعہ محفوظ رکھتے تھے اہل عرب فطری،نہایت قوی حافظہ کے مالک تھے جوکچھ ان کولکھاہوا ملتا اسے ازبریاد کر لیتے۔

صحابہ کی دنیا سے رخصتی:

پہلی صدی ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین دنیا سے رخصت ہورہے تھے۔

سن 99ہجری میں خلیفہ عمربن عبدالعزیز نے دیکھا کہ صحابہ کرام کی معزز جماعت سے دنیاخالی ہورہی ہے توانہیں خطرہ محسوس ہُوا کہ یہ اہل علم،حافظ الحدیث وفات پاگئے توکہیں علم حدیث بھی ہم سے اٹھ نہ جائے انہوں نے چندجیدعلماء کے ذمہ لگایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہِ وسلم کے فرامین کوجمع کرلیں۔

عمربن عبدالعزیز کے حکم پر:

کوفہ سے امام شعبی

مدینہ منورہ سے امام زہری

شام سے امام مکحول

ان حضرات نے صحابہ کرام سے علم حدیث حاصل کیا اور اس کو باقاعدہ تصنیفی شکل میں لائے۔

دوسری صدی ہجری میں اس سلسلے کو اتنی ترقی ملی کہ صرف احادیث مبارک ہی نہیں بلکہ کبار صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ اور اہل بیت کے آثار تک کو مرتب و مدون کر لیا گیا۔

دوسری صدی کی نامور تصانیف:

دوسری صدی ہجری میں کئی تصانیف کی گئیں ان میں سے چند مشہور مندرجہ ذیل ہیں

کتاب الآثار ابوحنیفہ کی تصنیف ہے

مؤطا امام مالک

جامع امام سفیان ثوری

اسی صدی میں فقہ مالکی اور فقہ حنفی مرتب و مدن کی گئیں ان کے علاوہ

- امام ابویوسف نے کتاب الخراج لکھی
- امام محمد نے کتاب الآثار لکھی
- امام اوزاعی نے جامع اوزاعی لکھی

تدوین حدیث کا دَورِ ثالث:

یہ دور دوسری صدی ہجری کے بعد سے لیکر چوتھی صدی ہجری کے آخر تک پھیلا ہوا ہے اس اڑھائی سو سال میں تدوین حدیث کا بے مثال کام ہُوا۔علم حدیث کو محفوظ کرنے کے لئے نئے نئے علوم متعارف کروائے گئے۔فن رجال،فن روایت،حدیث کی اقسام،روایت کی جرح وتعدیل کے اصول اسی دور میں مرتب کئے گئے۔

محدثین نے طلب حدیث میں دنیائے اسلام کا گوشہ گوشہ چھان مارااور تمام منتشر روایات کو یکجا کیا۔

احادیث کی ان کی سند کے اعتبار سے درجہ بندی کی گئی مستند احادیث الگ کی گئیں۔

جن حضرات نے صحت سند کا التزام کیا ان کی کتاب کو صحاح سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس دور میں جو مجموعے مرتب کئے گئے ان کا تعارف درج ذیل ہے۔

کتب صحاح ستہ

صحاح ستہ کا مفہوم:

صحاح جمع ہے صحیح کی اور ستہ کا مطلب ہے چھ۔ صحاح ستہ کا معنی ہے حدیث کی چھ مستند ترین کتب مندرجہ ذیل کتب کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔

کتاب	مقام ولادت	مصنف کا نام	تاریخ وفات
بخاری	بخارا	امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	256ہجری
صحیح مسلم	نیشاپور	امام مسلم بن حجاج بن مسلم قیشری	261ہجری
جامع الترمذی	ترمذ نامی گاؤں	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	279ہجری
سنن ابی داؤد	سجستان	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث	275ہجری
سنن النسائی		امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی النسائی	303ہجری
سنن ابن ماجہ	قزوین	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابنِ ماجہ القزوینی	273ہجری

اصول اربعہ

مندرجہ ذیل کتب فقہ جعفریہ کی مستند ترین مجموعہ احادیث ہیں

کتاب	مصنف کا نام	سن وفات

الکافی	ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی	339ھ
من لایحضرۂ الفقیہہ	ابوجعفر محمد علی بن بابو یہ قمی	381ھ
الاستبصار	ابوجعفر محمد بن الحسن الطّوسی	460ھ
تہذیب الاحکام	ابوجعفر محمد بن الحسن الطّوسی	460ھ

خطبہ جمعہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شامل کردہ آیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خطبہ جمعہ میں یہ آیت شامل فرمائی جو آج تک خطبہ میں پڑھی جاتی ہے۔

اِنَّ اللہ یامُرُبِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ.

''بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے''۔

عدل کا مطلب ہے جسکا جوحق بنتا ہے اس کو دے دیا جائے۔کسی کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کر دیا جائے افراط وتفریط سے بچا جائے۔

اس سے معاشرے میں امن پھیلتا ہے معاشرے میں توازن عدل سے ہی برقرار رہ سکتا ہے۔

احسان کا مطلب ہے حقدار کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دے دینا۔عدل معاشرے میں ناگواریوں کو ختم کرتا ہے تو احسان اس میں خوشگواریاں پیدا کرتا ہے۔

اس آیت میں دونوں باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔عدل کا بھی اور احسان کا بھی۔

یعنی اسلام میں جس طرح لین دین کے معاملے میں عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح عقائد واخلاق اور معاملات میں بھی انصاف کا حکم ہے۔

اس جامعیت کے پیش نظر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس آیت کو خطبہ جمعہ میں شامل کر دیا۔

○……☆……○

سوالات

۱۔ قرآن مجید کے اسماء کون کون سے ہیں؟ پہلی وحی کے نزول کا واقعہ تفصیلاً لکھیئے۔

۲۔ مکی اور مدنی سورتوں کی خصوصیات تحریر کریں۔

۳۔ حجۃ الوداع کی تفصیل بیان کریں۔

۴۔ مختصر نوٹ لکھیں: (۱)۔قرآن مجید کی حفاظت (۲)۔قرآن مجید کی ترتیب

۵۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(۱)۔عہدِ صدیقی میں قرآن مجید کی جمع وتدوین۔

(۲)۔قرآن کا اندازِ بیان۔

۶۔ حدیث کے معنی بیان کریں۔حدیث کی اپنی حیثیت کیا ہے؟

۷۔ تدوینِ حدیث کے تینوں ادوار کا تفصیلی ذکر کریں۔

۸۔ صحاحِ ستہ اور ان کے مولفین کے نام مع ان کے سن وفات لکھیں۔

۹۔ اصولِ اربعہ اور ان کے مولفین کے نام مع ان کے سن وفات لکھیں۔

۱۰۔ خطبۂ جمعہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی شامل کردہ آیتِ قرآنی کی تشریح کیجئے۔

کثیر الانتخابی سوالات مع جوابات

ہر سوال کے دیئے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر ( ) کا نشان لگائیں۔

(۱)۔قرآن کا معنی ہے۔

(ا)۔لکھی ہوئی کتاب　　(ب)۔پڑھی جانے والی کتاب

(ج)۔سنی جانے والی کتاب　　(د)۔سمجھی جانے والی کتاب

(ب)۔پڑھی جانے والی کتاب

(۲)۔قرآن نازل ہُوا۔

(ا)۔21سال میں　　(ب)۔22سال میں

(ج)۔23سال میں　　(د)۔24سال میں

(ج)۔23سال میں

(۳)۔نزولِ قرآن کا آغاز ہُوا۔

(ا)۔مکہ سے　　(ب)۔غارِ حرا سے

(ج)۔غارِ ثور سے　　(د)۔ذوالحلیفہ سے

(ب)۔غارِ حرا سے

(۴)۔غارِ حرا مکہ سے دُور ہے۔

(ا)۔2 میل　　(ب)۔3 میل

(ج)۔4 میل　　(د)۔5 میل

(ب)۔3 میل

(۵)۔نزولِ قرآن کی ابتداء کے وقت حضورؐ کی عمر تھی۔

(ا)۔39سال　　(ب)۔40سال

(ج)۔41سال　　(د)۔42سال

(ب)۔40سال

(۶)۔نزولِ قرآن کے اعتبار سے پہلی سورۃ ہے۔

(ا)۔فاتحہ (ب)۔بقرہ

(ج)۔علق (د)۔مدثر

(ج)۔علق

(۷)۔ابتداء میں آیات نازل ہوئیں۔

(ا)۔تین (ب)۔چار

(ج)۔پانچ (د)۔چھ

(ج)۔پانچ

(۸)۔قرآن کے اسماء ہیں۔

(ا)۔54 (ب)۔55

(ج)۔56 (د)۔57

(ب)۔55

(۹)۔"ریب" کا معنی ہے۔

(ا)۔تبدیلی (ب)۔خوف

(ج)۔شک (د)۔ملاوٹ

(ج)۔شک

(۱۰)۔قرآن کی کُل سورتیں ہیں۔

(ا)۔112 (ب)۔114

(ج)۔116 (د)۔90

(ب)۔114

(۱۱)۔مکی سورتوں کی تعداد ہے۔

(ا)۔84 (ب)۔86

(ج)۔88 (د)۔90

(ب)۔86

(۱۲)۔مدنی سورتوں کی تعداد ہے۔

(ا)۔24 (ب)۔26

(ج)۔28 (د)۔30

(ج)۔28

(۱۳)۔سورۃ کا معنی ہے۔

(ا)۔برتری (ب)۔فوقیت

(ج)۔بُلند (د)۔کمال

(ج)۔بُلند

(۱۴)۔آیت کا لغوی معنی ہے۔

(ا)۔حصّہ (ب)۔نشانی

(ج)۔طریقہ (د)۔انداز

(ب)۔نشانی

(۱۵)۔قرآن کی سب سے بڑی سورۃ ہے۔

(ا)۔بقرہ (ب)۔آلِ عمران

(ج)۔اعراف (د)۔مائدہ

(ا)۔بقرہ

(۱۶)۔قرآن کی سب سے چھوٹی سورۃ ہے۔

(ا)۔اخلاص (ب)۔نصر

(ج)۔کوثر (د)۔علق

(ج)۔کوثر

(۱۷)۔قرآن کریم کی منزلیں ہیں۔

(ا)۔6 (ب)۔7

(ج)۔8 (د)۔9

(ب)۔7

(۱۸)۔قرآن کریم میں سجدے ہیں۔

(ا)۔12 (ب)۔13

(ج)۔14 (د)۔15

(ج)۔14

(۱۹)۔''علق'' کا معنی ہے۔

(ا)۔گوشت کا لوتھڑا (ب)۔خون کا لوتھڑا

(ج)۔جمی ہوئی مٹی (د)۔پانی اور مٹی

(ب)۔خون کا لوتھڑا

(۲۰)۔نزولِ قرآن کے مکی دَور کا عرصہ ہے۔

(ا)۔۱۱سال (ب)۔۱۲سال

(ج)۔۱۳سال (د)۔۱۴سال

(ج)۔۱۳سال

(۲۱)۔نزولِ قرآن کے مدنی دَور کا عرصہ ہے۔

(ا)۔۹سال (ب)۔۱۰سال

(ج)۔۱۱سال (د)۔۱۲سال

(ب)۔۱۰سال

(۲۲)۔حضورؐ نے وحی کے فوراً بعد بتایا۔

(ا)۔حضرت ابوبکر کو (ب)۔حضرت خدیجہ کو

(ج)۔حضرت عائشہ کو (د)۔حضرت ابوطالب کو

(ب)۔حضرت خدیجہ کو

(۲۳)۔وحی کا لغوی معنی ہے۔

(ا)۔بات کرنا (ب)۔اشارہ کرنا

(ج)۔کہنا (د)۔بلانا

(ب)۔اشارہ کرنا

(۲۴)۔وحی لانے والے فرشتے کا نام تھا

(ا)۔حضرت جبرائیلؑ (ب)۔میکائیلؑ

(ج)۔عزرائیلؑ (د)۔اسرافیلؑ

(ا)۔حضرت جبرائیلؑ

(۲۵)۔نزول کے اعتبار سے آخری سورۃ ہے۔

(ا)۔توبہ (ب)۔مائدہ

(ج)۔رحمٰن (د)۔فرقان

(ا)۔توبہ

(۲۶)۔جہاد کا حکم ہُوا۔

(ا)۔مکہ میں (ب)۔ہجرت سے پہلے

(ج)۔مدینہ میں (د)۔طائف میں

(ج)۔مدینہ میں

(۲۷)۔تدوینِ قرآن کے دَور ہیں۔

(ا)۔دو (ب)۔تین

(ج)۔چار (د)۔پانچ

(ب)۔تین

(۲۸)۔مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ ہوئی عہد۔

(ا)۔ابوبکرؓ میں (ب)۔عمرؓ فاروق میں

(ج)۔عثمان غنیؓ میں (د)۔حضرت علی

(ا)۔ابوبکرؓ میں

(۲۹)۔حضرت ابوبکر نے تدوینِ قرآن کا کام کس کے کہنے پر شروع کیا۔

(ا)۔حضرت سعد بن ابی وقاص (ب)۔حضرت زید بن ثابت

(ج)۔حضرت عمر فاروقؓ (د)۔حضرت زید بن ارقم

(ج)۔حضرت عمر فاروقؓ

(۳۰)۔حضرت ابوبکر نے تدوینِ قرآن کے لئے مقرر کیا۔

(ا)۔زید بن حارث　　(ب)۔حضرت زید بن ثابت

(ج)۔حضرت ابی بن کعب　　(د)۔حضرت زید بن ارقم

(ب)۔حضرت زید بن ثابت

(۳۱)۔کاتبینِ وحی کہتے ہیں۔

(ا)۔وحی کہنے والوں کو　　(ب)۔وحی یاد دلانے والوں کو

(ج)۔وحی لکھنے والوں کو　　(د)۔وحی کی حفاظت کرنے والوں کو

(ج)۔وحی لکھنے والوں کو

(۳۲)۔جنگِ آرمینہ ہوئی۔

(ا)۔عہدِ ابوبکرؓ میں　　(ب)۔عہدِ فاروقی میں

(ج)۔عہدِ عثمانیؓ میں　　(د)۔عہدِ علوی میں

(ج)۔عہدِ عثمانیؓ میں

(۳۳)۔جامع القرآن لقب ہے۔

(ا)۔حضرت ابوبکرؓ کا　　(ب)۔حضرت عمرؓ کا

(ج)۔حضرت عثمان کا　　(د)۔حضرت علی کا

(ج)۔حضرت عثمانؓ کا

(۳۴)۔لفظ حدیث کا معنی ہے۔

(ا)۔بات　　(ب)۔طریقہ

(ج)۔سمجھ　　(د)۔فعل

(ا)۔بات

(۳۵)۔سنت کا معنی ہے۔

(ا)۔طریقہ　　(ب)۔راستہ

(ج)۔سمجھ　　(د)۔فعل

(ا)۔طریقہ

(۳۶)۔اتباع رسول کا نتیجہ ہے۔

(ا)۔خوشی (ب)۔برکت

(ج)۔اللہ کی محبت (د)۔رسول کی محبت

(ج)۔اللہ کی محبت

(۳۷)۔تدوینِ حدیث کے دَور ہیں۔

(ا)۔دو (ب)۔تین

(ج)۔چار (د)۔پانچ

(ب)۔تین

(۳۸)۔''صحیفہ صادقہ'' تھا۔

(ا)۔تفسیر کی کتاب (ب)۔فقہ کی کتاب

(ج)۔حدیث کی کتاب (د)۔تصوف

(ج)۔حدیث کی کتاب

(۳۹)۔''صحیفہ صادقہ''، کے مؤلف کا نام ہے۔

(ا)۔عبداللہ بن عمر (ب)۔عبداللہ بن عباس

(ج)۔عبداللہ بن عمرو بن العاص (د)۔عبداللہ بن مسعود

(ج)۔عبداللہ بن عمرو بن العاص

(۴۰)۔تدوینِ حدیث کا کام سرکاری سطح پر شروع ہُوا۔

(ا)۔۹۶ ہجری (ب)۔۹۷ ہجری

(ج)۔۹۸ ہجری (د)۔۹۹ ہجری

(د)۔۹۹ ہجری

(۴۱)۔کِس خلیفہ نے تدوینِ حدیث کا باقاعدہ کام شروع کیا۔

(ا)۔حضرت ابوبکر صدیقؓ (ب)۔عمر بن خطابؓ

(ج)۔عمر بن عبدالعزیزؒ (د)۔ولید بن عبدالملکؒ

(ج)۔عمر بن عبدالعزیزؒ

(۴۲)۔امام ابوحنیفہ نے حدیث پر کتاب لکھی۔

(ا)۔کتاب الا ثار (ب)۔موطا

(ج)۔معجم (د)۔مسند

(ا)۔کتاب الا ثار

(۴۳)۔امام مالک نے حدیث کی کتاب کی تالیف کی۔

(ا)۔صحیح (ب)۔جامع

(ج)۔معجم (د)۔موطا

(د)۔موطا

(۴۴)۔امام زہری نے حدیث کا کام کیا

(ا)۔مدینہ میں (ب)۔مکہ میں

(ج)۔شام میں (د)۔بصرہ میں

(ا)۔مدینہ میں

(۴۵)۔صحیحین سے مراد ہے۔

(ا)۔مسلم و ترمذی (ب)۔بخاری و نسائی

(ج)۔مسلم و نسائی (د)۔بخاری و مسلم

(د)۔بخاری و مسلم

(۴۶)۔امام بخاری کا اصل نام تھا۔

(ا)۔محمد (ب)۔احمد

(ج)۔حامد (د)۔محمود

(ا)۔محمد

(۴۷)۔امام بخاری کا سنِ ولادت ہے۔

(ا)۔۱۹۱ہجری (ب)۔۱۹۲ہجری

(ج)۔۱۹۳ہجری (د)۔۱۹۴ہجری

(د)۔۱۹۴ہجری

(۴۸)۔امام بخاری کا سنِ وفات ہے۔

(ا)۔252ہجری (ب)۔254ہجری

(ج)۔256ہجری (د)۔258ہجری

(ب)۔254ہجری

(۴۹)۔امام مسلم پیدا ہوئے۔

(ا)۔ترمذ میں (ب)۔بخارا میں

(ج)۔نیشا پور میں (د)۔خراسان میں

(ج)۔نیشا پور میں

(۵۰)۔امام مسلم کا سنِ وصال ہے۔

(ا)۔260ہجری (ب)۔261ہجری

(ج)۔262ہجری (د)۔263ہجری

(ب)۔261ہجری

(۵۱)۔امام ترمذی کا سن ولادت ہے۔

(ا)۔207ہجری (ب)۔279ہجری

(ج)۔209ہجری (د)۔210ہجری

(ج)۔209ہجری

(۵۲)۔امام ابوداؤد کا نام ہے۔

(ا)۔فرقان (ب)۔سلیمان

(ج)۔حنان (د)۔منان

(ب)۔سلیمان

(۵۳)۔امام ابوداؤد کا سنِ ولادت ہے۔

(ا)۔205ہجری (ب)۔206ہجری

(ج)۔207ہجری (د)۔208ہجری

(ب)۔206ہجری

(۵۴)۔امام ابوداؤد پیدا ہوئے۔

(ا)۔خراستان میں (ب)۔سجستان میں

(ج)۔ترمذ میں (د)۔بخارا میں

(ب)۔سجستان میں

(۵۵)۔امام نسائی کا نام ہے۔

(ا)۔احمد (ب)۔محمد

(ج)۔طاہر (د)۔طیب

(ا)۔احمد

(۵۶)۔امام نسائی کا سنِ ولادت ہے۔

(ا)۔213ہجری (ب)۔214ہجری

(ج)۔215ہجری (د)۔216ہجری

(ج)۔215ہجری

(۵۷)۔امام نسائی کا سنِ وفات ہے۔

(ا)۔301ہجری (ب)۔302ہجری

(ج)۔303ہجری (د)۔304ہجری

(ج)۔303ہجری

(۵۸)۔امام ابنِ ماجہ کا نام ہے۔

(ا)۔محمد (ب)۔احمد

(ج)۔کعب (د)۔زہری

(ا)۔محمد

(۵۹)۔اصولِ اربعہ سے مراد ہے۔

(ا)۔تین کُتب (ب)۔چار کُتب

(ج)۔پانچ کُتب (د)۔چھ کُتب

(ب)۔چار کُتب

(٦٠)۔اصولِ اربعہ کُتب ہیں۔

(ا)۔اہلِ سُنت کی (ب)۔اہلِ حدیث کی

(ج)۔اہلِ تشیّع کی (د)۔اہلِ ظاہر کی

(ج)۔اہلِ تشیّع کی

(٦١)۔کافی کے مصنف کا نام ہے۔

(ا)۔محمد بن یعقوب (ب)۔محمد بن علی

(ج)۔محمد بن حسن (د)۔محمد بن طوسی

(ا)۔محمد بن یعقوب

(٦٢)۔کافی کے مصنف کا سنِ وفات ہے۔

(ا)۔۳۳۷ہجری (ب)۔۳۳۸ہجری

(ج)۔۳۳۹ہجری (د)۔۳۴۰ہجری

(ج)۔۳۳۹ہجری

(٦٣)۔تقویٰ کا معنی ہے۔

(ا)۔بچنا (ب)۔بھاگنا

(ج)۔ملنا (د)۔خیال رکھنا

(ا)۔بچنا

(٦٤)۔لسان کہتے ہیں۔

(ا)۔ہاتھ کو (ب)۔دل کو

(ج)۔زبان کو (د)۔آنکھ کو

(ج)۔زبان کو

(٦٥)۔"عال"،کالفظی معنی ہے۔

(ا)۔خوشحال (ب)۔تنگدست

(ج)۔صابر (د)۔شکرگزار

(ب)۔تنگدست

(٦٦)۔"امھات"، جمع ہے۔

(ا)۔امم کی	(ب)۔ام کی
(ج)۔اماں کی	(د)۔امی کی

(ب)۔ام کی

معروضی سوالات

(1) س:۔ قرآن م مجید نبی اکرم ﷺ پر کتنے سال میں نازل ہوا۔

ج:۔ قرآن مجید 23 سال کی مدت میں نازل ہوا۔ حالات اور ضروریات کے پیشِ نظر جس طرح کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی اللہ تعالیٰ وہ آیات نازل فرما دیتے۔

(2) س:۔ چار آسمانی کتابیں کون کون سی ہیں اور کن انبیاء پر نازل ہوئیں۔

ج:۔ تورات زبور انجیل قرآن مجید

تورات:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

زبور:۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر

انجیل:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

قرآن مجید۔ حضرت محمد ﷺ پر

(3) س:۔ تمام آسمانی کتابوں میں کیا چیز مشترک تھی۔

ج:۔ تمام آسمانی کتابوں میں بنیادی تعلیمات مشترک ہیں۔

1۔ مثلاً عقیدہ توحید کا اعلان۔

2۔ شرک اور کفر سے نفرت

3۔ اخلاق اور عبادت کی تعلیم

4۔ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھ جانے پر یقین کہ اللہ تعالیٰ حساب لیں گے

(4) س:۔ قرآن پاک کے چار نام لکھیں جن کا ذکر قرآن ہی میں ہے۔

ج:۔ الکتاب الفرقان نور العلم

(5) س:۔ قرآن مجید کے چار صفاتی نام لکھیں۔

ج:۔ حکیم مجید کریم مبین

(6)س:۔ نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی کب اور کیسے نازل ہوئی۔

ج:۔ جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو پہلی وحی نازل ہوئی ۔آپ ﷺ عبادت کے لیے غار حرا میں تشریف لے جاتے ایک دن آپ عبادت میں مصروف تھے کہ جبرائیل علیہ السلام غار کے دہانے پر تشریف لائے اور فرمایا کہ ''اقرأ'' پڑھیے آپ نے فرمایا میں پڑھ نہیں سکتا۔تو جبرائیل نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر دبایا پھر کہا ''اقرأ'' پڑھیے آپ نے فرمایا میں پڑھ نہیں سکتا۔تین بار اسی طرح ہوا اس کے بعد سورۃ علق کی آیات نازل ہوئیں۔

(7)س:۔ پہلی وحی کے بعد کی کیفیت تحریر کریں۔

ج:۔ آپ ﷺ پر کپکپی طاری ہوگئی اور آپ ﷺ سیدھے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنایا۔

(8)س:۔ پہلی وحی کون سی ہے ایک آیت کا ترجمہ لکھیں۔

ج:۔ پڑھ اپنے رب کے نام کیساتھ جس نے پیدا کیا۔

(9)س:۔ نزول وحی کے واقعہ کے بعد آپ کس کے پاس تشریف لائے۔

ج:۔ اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے پاس گھر میں تشریف لائے۔

(10)س:۔حضرت خدیجہؓ نے آپ کو کس طرح تسلی دی۔

ج:۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ناکام نہیں کریں گے آپ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔لوگوں کے کام آتے ہیں ان کی مشکلات کا بوجھ خود برداشت کرتے ہیں۔ناداروں اور فقیروں کو مال عطا کرتے ہیں اور بہت مہمان نواز ہیں، ہر حال میں حق بات کہتے ہیں۔

(11)س:۔مکی سورتیں کسے کہتے ہیں اور مدنی سورتیں کن کو کہتے ہیں۔

ج:۔ جوسورتیں ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئیں ان کو مکی سورتیں کہتے ہیں اور جو سورتیں آپ کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئیں ان کو مدنی سورتیں کہتے ہیں۔

(12) س:۔ مکی سورتوں کی چار خصوصیات لکھیں۔

ج:۔ (چونکہ مکہ میں مسلمان ظلم وستم کا شکار تھے اس لیے جو آیات اور سورتیں نازل ہوئیں ان میں

1۔صبر کی تلقین 2۔ایمان لانے کی فضیلت

3۔توحید اور رسالت کا بیان 4۔آخرت کے مضامین ہیں

(13) س:۔ مدنی سورتوں کی چار خصوصیات لکھیں۔

ج:۔ (مدینہ میں جا کر مسلمان مستحکم ہو چکے تھے ایک اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی ان حالات میں جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں)

1۔ جہاد کی فرضیت کا حکم 2۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت

3۔تجارت لین دین کے شرعی احکام 4۔عبادات مثلاً روزہ زکوۃ حج کی فرضیت کا اعلان ہے۔

(14) س:۔کس آیت میں دین کے مکمل ہو جانے کا اعلان ہے۔

اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَ رَضِیْتُ لَکُمْ اَلْاِ سْلَامَ دِیْنًا

ترجمہ: آج میں مکمل کر چکا تمہارے لیے دین اور پورا کیا تم پر میں نے اپنا احسان اور میں نے اسلام کو تمہارے لیے دین پسند کیا ہے۔

(15) س:۔کن دو چیزوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

ج:۔ 1۔قرآن مجید 2۔سنت نبوی ﷺ

(16) س:۔قرآن پاک کی کتنی سورتیں ہیں، کونسی سورۃ سب سے بڑی ہے۔

ج:۔ 114 سورتیں ہیں، سورۃ البقرۃ سب سے بڑی سورۃ ہے۔

(17) س:۔سب سے چھوٹی سورۃ کون سی ہے اور اس کی کتنی آیات ہیں۔

ج:۔چھوٹی سورۃ الکوثر ہے اور اس کی تین آیات ہیں۔

(18) س:۔حفاظت قرآن کا وعدہ کس آیت میں ہے ایک آیت مع ترجمہ لکھیں۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَاالذِّکۡرَ وَاِنَّالَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ

بے شک ہم نے ہی نازل کیا قرآن اور بے شک ہم اس کی حفاظت کرنے والے

(19) س:۔عہد نبوی میں حفاظت قرآن کا کیا انتظام تھا؟

ج:۔ 1۔حفظ 2۔کتابت

حضور ﷺ خود اس کے (حفظ) کرنے اور لکھنے کا اہتمام کرواتے صحابہ کی بڑی تعداد حافظ تھی۔اس کے علاوہ قرآن مجید کو پتھر کی سلوں، کھجور کے پتوں، اونٹ کے شانہ کی ہڈی پر مختلف اجزاء کی صورت میں لکھ کر محفوظ کر لیا جاتا تھا۔

(20) س:۔ترتیب نزولی اور ترتیب توقیفی سے کیا مراد ہے۔

ج:۔ ترتیب نزولی:۔یہ وہ ترتیب ہے جس طرح حالات وضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا مثلاً پہلے سورۃ علق کی پانچ آیات پھر سورۃ مدثر پھر دوسری آیات۔

ترتیب توفیقی:۔جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ وحی لکھنے والے صحابہ سے فرمادیتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ کے آخر میں یا فلاں آیت سے پہلے درج کرو، فلاں آیت کے بعد لکھو ۔یعنی جو ترتیب آپ ﷺ نے خود قائم کروائی تھی اس کو ترتیب توقیفی کہتے ہیں۔

(21) س:۔تین کاتبین وحی کے نام لکھیں۔

ج:۔ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عثمانؓ حضرت معاویہؓ

(22) س:۔عہد صدیقی میں قرآن پاک کو جمع کرنے اور مدون کرنے کی ضرورت کب محسوس ہوئی۔

ج:۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں تقریباً 700 حفاظ اور کئی

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شہید ہو گئے تو یہ خطرہ محسوس کیا جانے لگا کہ اگر یوں ہی حفاظ کی تعداد جنگوں میں شہید ہونے لگی تو قرآن پاک کہیں ہم سے ضائع نہ ہو جائے اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی جمع وتدوین کا کام مشہور قاری و حافظ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔

تعارف حدیث

(23)س:۔حدیث کا لغوی معنی کیا ہے۔

ج:۔ گفتگو، کلام، بات۔

(24)س:۔حدیث کا اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

ج:۔ آپ ﷺ کے اقوال، اعمال، احوال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

(25)س:۔حدیث تقریری کسے کہتے ہیں۔

ج:۔ نبی پاک ﷺ نے کسی صحابی کو کوئی کام کرتے دیکھا، اور اس پر خاموشی اختیار فرمائی اس کو منع نہیں کیا اس کو حدیث تقریری کہیں گے۔

(26)س:۔احادیث کو لکھنے کی ضرورت کب محسوس ہوئی۔

ج:۔ ۹۹ھ میں جب خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا کہ متبرک صحابہؓ سے دنیا خالی ہو رہی ہے ۔تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ حفاظِ حدیث کے اٹھنے سے کہیں علوم حدیث نہ اُٹھ جائیں چنانچہ آپ نے مختلف علماء کے نام فرمان بھیجے کہ احادیث کو تلاش کر کے جمع کر لیا جائے۔

(27)س:۔حدیث پاک کا دین میں کیا درجہ ہے۔

ج:۔ آپ کے اقوال و افعال تمام مسلمانوں کے لیے رہنمائی، ہدایت، اور بہترین نمونہ ہیں۔آپ ﷺ کے طریقہ کے علاوہ باقی سب زندگی گزارنے کے طریقے جہالت و گمراہی کی شکلیں قرار دیئے گئے ہیں۔

(28)س:۔حدیث مبارکہ کو یاد کرنے والے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے کیا بشارت دی۔

ج:۔ اللہ تعالیٰ اُس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے میری حدیث کو سنا پھر اس کو یاد کیا پھر اسی طرح آگے پہنچایا جس طرح سنا تھا۔

(29)س:۔عہد نبوی ﷺ میں حدیث مبارک کو کس طرح محفوظ کیا گیا۔

ج:۔ ا۔حفظ کے ذریعے، صحابہ کرام اپنی عادات اور علاقائی رواج کے مطابق احادیث نبوی کو اپنے حافظوں میں محفوظ کر لیتے یعنی زبانی یاد کرتے۔

۲۔کتابت: آپ ﷺ نے کئی مواقع پر احکام وہدایات لکھوائے ہیں

(30)س:۔مستشرقین نے تدوین حدیث کے حوالے سے کیا اعتراض کیا۔

ج:۔ تدوین حدیث کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا ان کا یہ اعتراض بے بنیاد ہے کیونکہ اسلام کے ابتدائی عہد میں احادیث نبوی پر مشتمل جو صحیفے لکھے گئے ہمارے پاس ان کا تاریخی ثبوت موجود ہے۔

(31)س:۔عہد نبوی میں کن صحابہ کرام نے احادیث مبارکہ کو تحریری شکل میں جمع کیا صحائف کے نام لکھیں۔

ج:۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص	صحیفہ صادقہ
حضرت علیؓ	صحیفہ علی
حضرت ابو ہریرہؓ	صحیفہ ابو ہریرہ

(32)س:۔باقاعدہ حدیث کی تدوین کا کام کس نے شروع کروایا۔

ج:۔ سن ۹۹ ہجری میں جب خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا کہ متبرک صحابہ سے دنیا خالی ہو رہی ہے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ ان حفاظ اہل علم کے اٹھنے سے کہیں حضور ﷺ کے ارشادات یعنی علم حدیث نہ اٹھ جائے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً تمام ممالک کے علماء کے نام خطوط لکھے کہ وہ احادیث نبوی ﷺ کو تلاش کر کے جمع کریں۔

(33)س:۔پہلی صدی کے اخر میں کن تین عالموں کا کام قابل ذکر ہے۔

ج:۔ 1۔کوفہ کے اماشعیِ 2۔مدینہ منورہ کے امام زھری

3۔ شام کے امام مکحول

(34)س:۔دوسری صدی ہجری کی اہم تصانیف کا ذکر کریں۔

ج:۔ امام ابوحنیفہ کی کتاب الآثار

امام مالک کی کتاب موطا

سفیان ثوری کی کتاب جامع

(35)س:۔صحاح ستہ سے کیا مراد ہے،ان کے نام لکھیں۔

ج:۔ حدیث کی چھ مستند کتابوں کوصحاح ستہ کہتے ہیں،نام یہ ہیں۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم جامع ترمذی

سنن نسائی سنن ابوداوٗد سنن ابن ماجہ

(36)س:۔اسماء الرجال سے کیا مراد ہے۔

ج:۔ حدیث مبارک کے راویوں (بیان کرنے والوں) کے حالات،کرداراور صلاحیتوں کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنے کواسماء الرجال کا علم کہتے ہیں۔

(37)س:۔اصول اربعہ سے کیا مراد ہے۔

ج:۔ فقہ جعفریہ کی چار مستند احادیث کی کتابوں کواصول اربعہ کہتے ہیں۔

(38)س:۔فقہ جعفریہ کی مستند کتب کا نام مع مصنف کے اسماء تحریر کریں۔

ج:۔ من لایحضرہٗ الفقیہ ابوجعفر محمد علی بابویہ قمی

الکافی ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی

الاستبصار ابوجعفر محمد بن الحسن الطّوسی

تہذیب الاحکام ابوجعفر محمد بن الحسن الطّوسی

(39)س:۔صحاح ستہ کے مصنفین کے نام تحریر کریں۔

1۔ صحیح بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ (ف 256 ہجری)

2۔ صحیح مسلم: امام مسلم بن حجاج بن مسلم قشیریؒ (ف 261 ہجری)

3۔ جامع الترمذی: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ (ف 279 ہجری)

4۔ سنن ابی داؤد: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ (ف 275 ہجری)

5۔ سنن النسائی: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی النسائیؒ (ف 303 ہجری)

6۔ سنن ابن ماجہ: امام ابوعبداللہ بن محمد یزید ابن ماجہ القزوینیؒ (ف 273 ہجری)

منتخب آیات

آیت: یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْفَازَ فَوْزاً عَظِیْماً

ترجمہ: اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو سیدھی بات کہ سنوار دے گا تمہارے واسطے تمہارے اعمال اور بخش دے گا تم کو تمہارے گناہ اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اُس کے رسول ﷺ کے اُس نے پائی بڑی کامیابی۔

اتحادِ اُمّت

آیت: وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً و لَا تَفَرَّقُوْا

ترجمہ: اور تم سب اکٹھے ہو کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور باہمی تفرقے میں نہ پڑو۔

تقویٰ (معیارِ فضیلت)

آیت: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

تفکر بالخلق

آیت: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ و النَّھَارِ لَاٰیٰتٍ الِّاُ ولِیٖ

الْاَلْبَابِ

ترجمہ: یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں

حقیقی نیکی

آیت: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ترجمہ: تم نیکی ہرگز نہ حاصل کر سکو گے۔ جب تک تم اپنی اس چیز کو خرچ نہ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو۔

اتباع رسول ﷺ

آیت: وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول ﷺ دیں، وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں، بس رُک جاؤ۔

برائی کا علاج

آیت: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

ترجمہ: یقیناً نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روک دیتی ہے۔

حفاظت قرآن

آیت: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

ترجمہ: یقیناً ہم نے قرآن اتارا اور ہم ہی اِس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

فرضیت روزہ

آیت: يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَّامُ

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے۔

عدل اور احسان کا حکم

آیت: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

اعمال کی ذمہ داری

آیت: وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُوَ ازِرَةٌوِّزْرَاُخْرٰى

ترجمہ: اور ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

منتخب احادیث

نیت اور عمل کا تعلق

حدیث: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی

ترجمہ: بے شک اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور بیشک ہر انسان کو وہی کچھ ملے گا جس کی اُس نے نیت کی۔

اعلیٰ اخلاق کی تکمیل

حدیث: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُ تَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ

ترجمہ: مجھے اس لیے رسول ﷺ بنا کر بھیجا گیا ہے کہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کر دوں

رسول اللہ ﷺ کی محبت کے بغیر ایمان نامکمل ہے

آیت: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِین

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک ہرگز ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک میں اُسے اُس کے والد، اُس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں ہو جاتا۔

ماں کی خدمت

حدیث: اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

ترجمہ: جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔

اخوت کا تقاضا

حدیث: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

مسلمانوں کے ایذا دینے کی ممانعت

حدیث: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ یَدِهٖ

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

لوگوں پر رحم وشفقت کی ترغیب

حدیث: مَنْ لّا یَرْحَمُ النَّاسَ لَا یَرْحَمُهُ اللّٰهُ

ترجمہ: جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ بھی اُس پر رحم نہیں فرماتا۔

مسلمان کا خون، مال اور عزت محترم ہے

حدیث: کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَا لُهٗ وَ عِرْضُهٗ

ترجمہ: مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔

میانہ روی کا فائدہ

حدیث: مَاعَالَ مَنِ اقْتَصَدَ

ترجمہ: نہیں تنگ دست ہوگا وہ شخص جو میانہ روی اختیار کرے۔

طلب علم کی فضیلت

حدیث: مَن سَلَکَ طَرِیْقاً یَّطْلُبُ فِیْهِ عِلْماً سَلَکَ اللّٰہُ بِهٖ طَرِیْقاً مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: جو علم کی طلب میں کسی راستے پر چلے گا، اللہ اُسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلا دے گا۔

اسلامی اخوت کی مثال

حدیث: اَلْمُوْمِنُ اَخُو الْمُوْمِنِ کَجَسَدٍ وَّ احِدٍ اِن اشْتکیٰ شَیْاً مِّنْهُ وَجَدَ اَلَمَ ذٰلِکَ فِی سَآئِرِ الْجَسَدِ

ترجمہ: مومن مومن کا بھائی ہے ایک جسم کی مانند کہ جب اس کا کوئی حصّہ بیمار ہوتا ہے تو اس کا درد پورے جسم میں محسوس کرتا ہے۔

سچائی باعث نجات ہے

حدیث: اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَ الْکَذِبُ یُهْلِکُ

ترجمہ: سچ نجات دلاتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

ماڈل پیپر اسلامیات

حصہ معروضی

رولنمبر: ہندسوں میں............ وقت:15 منٹ

الفاظ میں.................. کل نمبر:10

نوٹ: تمام سوالات کے تمام جزو حل کرنا لازمی ہیں

سوال نمبر 1 کے جوابات اسی کاپی پر سوال کے سامنے دی گئی ہدایات کے مطابق حل کریں۔

کاٹ کر یا کسی بھی طریقے سے مٹا کر یا لیڈ پنسل سے لکھے ہوئے جوابات غلط تصور ہوں گے۔

سوالنمبر 1: ہر سوال کے دیئے ہوئے ممکنہ جوابات میں سے درست پر نشان لگائیں۔ 10

حصہ انشائیہ

وقت: 1:45 گھنٹہ کل نمبر:40

نوٹ: حصہ اول میں سے کوئی سے (12) سوالات اور حصہ دوم میں سے کوئی سے دو سوالات حل کریں۔

حصہ اول

سوال نمبر 2: درج ذیل سوالات میں سے کوئی سے (12) سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

12×2=24

حصہ دوم

نوٹ: کوئی سے دو سوالات کے جوابات تحریر کریں۔ 8×2=16

سوال نمبر 3 8

سوال نمبر 4 8

سوال نمبر 5 8

(ٹوٹل نمبر:50)